سہ ماہی

مدحت

لاہور

میرِ کاروانِ نعتِ جدید **حضرت حفیظ تائب** رح

جلد نمبر 1

شمارہ نمبر 11 — مارچ 2017ء تا مئی 2017ء

شمارہ نمبر 12 — جون 2017ء تا اگست 2017ء

شمارہ نمبر 13 — ستمبر 2017ء تا نومبر 2017ء

مدیر

سرور حسین نقشبندی

midhatlahore@gmail.com

مجلس تحریر و مشاورت

- ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
- ڈاکٹر ریاض مجید
- ڈاکٹر عزیز احسن
- ڈاکٹر محمد افضال انور
- ڈاکٹر شبیر احمد قادری
- ڈاکٹر شہزاد احمد
- علامہ محمد شہزاد مجددی
- واجد امیر

شمارے کا ہدیہ

پاکستان:	200 روپے
سعودی عرب:	25 ریال
برطانیہ	7 پاؤنڈ
بیرونِ ملک:	10 ڈالر

Account Detail

الائیڈ بنک لمیٹڈ

(فیروزپور روڈ برانچ-لاہور پاکستان)

A/c Name: **Naat Forum**

A/c No. **001-000-50-658-000-19**

Branch Code: **0598**

مرکزی دفتر:

Office # 26, 2nd Floor, Big City Plaza,
Liberty, Gulberg III, Lahore. Ph: 042-35774050
Email: midhatlahore@gmail.com
Web: www.naatforum.com

زیرِ اہتمام:

نعت انٹرنیشنل فورم

کسی بھی جگہ سے ''مدحت'' کے حصول کے لئے رابطہ کریں

سرکولیشن انچارج:

محمد احمد پراچہ 03204522709

محمد حسنین 0323-4075700

ناشر محمد سرور حسین نے گنجِ شکر پرنٹرز لوئر مال لاہور سے چھپوا کر آفس نمبر 26، 2nd فلور، بگ سٹی پلازہ لبرٹی مارکیٹ گلبرگ لاہور سے جاری کیا

تقسیم کار

طٰہٰ پبلی کیشنز، اُردو بازار لاہور

0333-4470509

فہرست

اظہاریہ ----------------------------- عقیدۂ ختم نبوت اور ہماری سیاسی قیادت ------- ۱۱

یا حیٌّ یا قیّوم (حمدیں)

......ا......

کیسے کہہ دوں کہ جہاں کا نگراں کوئی نہیں ------------- ڈاکٹر احسن عزیز ----------------- ۲۳

تو فصلِ گل ہمیں دے موسمِ خزاں باندھے ------------ محمد افضال انجم ------------------ ۲۴

قرارِ قلب و جاں ہے ذکر تیرا ---------------------- محمد اقبال نجمی -------------------۲۵

......ح......

مرے مالک مجھے بھی کر عطا اب آگہی ایسی ----------- حسن عسکری کاظمی ---------------- ۲۶

اے خداوند جہاں، مالک وحی و قیوم ----------------- محمد حنیف نازش قادری ----------- ۲۷

......خ......

اس نے صد شکر کہ اثبات میں رکھا ہوا ہے ----------- خورشید بیگ میلسوی --------------۲۸

کبریائی کی ردا عرش بریں پر رکھ کر ----------------- ڈاکٹر خورشید رضوی ---------------۲۹

......د......

آب و گل کی سلطنت اپنی زبانی حمد ہے --------------- دانیال عزیز ------------------- ۳۰

......ر......

ثناء تیری ہی کرتے ہیں زباں میری دہن میرا---------- رفیع الدین ذکی قریشی ------------- ۳۱
کلیدِ رازِ جہاں، لا الہ الا اللہ ------------------------- ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی -------------- ۳۲
عبادت دوستوں، ذکر آشناؤں میں ستارے------------ ڈاکٹر ریاض مجید ---------------- ۳۳

......س......

بہتے ہوئے پانی کی روانی میں خدا ہے --------------- سرور حسین نقشبندی --------------- ۳۴
رحمت ہے جو کچھ اور سِوا ہونے لگی ہے --------------- سعود عثمانی ---------------------- ۳۵
حاضر ہوں اور لبوں پہ ہے تالا قبول کر ---------------- سلیم کوثر------------------------- ۳۶

......ش......

میری جرات کیا کروں انکار رب مصطفٰے --------------- شہاب صفدر -------------------- ۳۷
ہے یاد تری روحوں کی غذا اے صاحب اسماء الحسنٰی ------ علامہ محمد شہزاد مجددی -------------- ۳۸

......ص......

جس کو ہو اس کو دوستی میں نجات --------------------- پروفیسر صدف چنگیزی ----------- ۳۹

......ط......

جو بھی شہکار ہے مرے مولا------------------------- پروفیسر محمد طاہر صدیقی-------------۴۰

......ع......

تری ہر ذرے میں جلوہ نمائی------------------------- خواجہ محمد عارف ------------------ ۴۱

......ف......

کون سی نعمت ہمیں کی تُو نے ارزانی نہیں -------------- فیض رسول فیضان --------------- ۴۲

......م......

ہوا اتنا کرم مجھ پہ بھی اے رب کرم ------------------ محبوب الٰہی عطا ----------------- ۴۳
مجھ پہ ہو جائے کرم خالق دوراں ! یا ہو! -------------- سیّد غلام معین الحق گیلانی---------- ۴۴

نہاں کب ہے بہارِ آشنائی تیری رحمت کی ------------ ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم --------- ۴۵
فلک تیرے ہیں تیری ہی زمیں ہے ---------------- منظر عارفی ------------------- ۴۶

.......ن.......

تو ہے فخر ناز یارب میں سراپا ہوں نیاز --------------- نجمہ یاسمین یوسف -------------- ۴۷
نقش بر آب رواں ربِ جہاں ---------------------- نجیب احمد ---------------------- ۴۸
حجاز جاتی ہوئی جس گھڑی سے راہ ملی --------------- نورین طلعت عروبہ ------------- ۴۹

.......و.......

زندگی بھر کی ریاضت کا ثمر بخشا ہے ---------------- واجد امیر ---------------------- ۵۰
جب خالق لحن داودی موسیٰ سے باتیں کرتا ہے --------- وقاص عاجز ---------------------- ۵۱

سلسلہ حضوری کا (نعتیں)

.......ا.......

چھائی تھی زمانے پہ گھٹا آپ سے پہلے -------------- ابراہیم حسان ------------------ ۵۵
جذبات ڈھل رہے ہیں یوں شاعری کے فن میں ------ ڈاکٹر احسن عزیز ---------------- ۵۶
دل ان کی ضیاء سے چمکتا رہے گا ------------------- احمد محمود الزماں ---------------- ۵۷
کیسے پھر اس کو دوریء منزل کا غم رہے -------------- ارشد شاہین ------------------ ۵۸
پاک نبی سب کا رکھوالا کل بھی تھا اور آج بھی ہے ------ اشتیاق میر ------------------ ۵۹
تیرے کرم سے بھرم رہ گیا ہمارا بھی ---------------- اعجاز رضوی ------------------- ۶۰
اے! امام الانبیاءؑ فریاد ہے ---------------------- افضال احمد انور ---------------- ۶۱
جہاں ہر گام رحمت ہے ---------------------------- امجد اسلام امجد ---------------- ۶۲
جو میں سوئے طیبہ چلوں کبھی تو سفر میں ایسا کمال ہو ---- سیّد انصر ------------------- ۶۳
ہے ثبت تری ذات سے تاریخ بشر میں ---------------- انور مسعود -------------------- ۶۴

صبر کے جاں گداز لمحوں میں لب پہ حرفِ ملال آیا نہیں--- محمد انیس انصاری --------------- ٦۵
ہمارا عاشقانہ راہ پر ہے --------------------------- آصف ثاقب ------------------- ٦٦
جبیں جھکتی نہیں میری کسی سلطان کے آگے ------------ آصف شہزاد آصف -------------- ٦۷
طیبہ میں کسے جانے کی خواہش نہیں ہوگی ------------- محمد آصف قادری -------------- ٦۸

......ج......

میں روضے کی جالی میں آنسو پروکر ------------------ جان کاشمیری --------------------٦۹
اس کی نظر سے جب دیکھا ہے--------------------- جلیل عالی --------------------- ۷۰
جب مدح تری حلقۂ افکار میں آوے --------------- جنید نسیم سیٹھی ------------------۷۱

......ح......

یہی دعا تو ہے پروردگار کے آگے ------------------ حسن عسکری کاظمی --------------- ۷۲
ہمارے دل کے ہر اک ورق پر نبیء رحمت کا نام ہوگا --- حلیم حاذق ------------------ ۷۳
روشنی حد نظر تک روشنی -------------------------- حمیرا راحت ----------------- ۷۴
رونق افروز جونوران کا سر عام نہ ہو ---------------- محمد حنیف نازش قادری -----------۷۵

......خ......

مجھ پہ ہو چشمِ عنائت آقا -------------------------- ڈاکٹر خالد الیاس--------------- ۷٦

......ر......

لکھ وی جھولی وچ آقا دے کرم دے باجھ نہ آوے---- رخشندہ نوید ------------------ ۷۷
دکھ ایس دل دا کھولے رکھیا----------------------- رشید آفرین ----------------- ۷۸
ہر ایک نظم وغزل، قصیدہ، کلام بے اعتبار ہوگا ---------- ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی------------ ۷۹
تخیل کو گل افشاں کر دیا ہے ----------------------- ریاض حسین زیدی -------------- ۸۰
برستی رحمتوں کے ہالہء انوار میں رہنا---------------- ڈاکٹر ریاض مجید ----------------۸۱

......ز......

نظارہء بام و در و دیوار بہت ہے ------------------- زبیدہ حئی --------------------- ۸۲

......ذ......

کہئے تو ذرا مدحتِ سلطانِ مدینہ ------------------- ڈاکٹر ذوالفقار دانش ----------- ۸۳

......س......

جمالِ نورِ خدا سے مجھے نوازتے ہیں ----------------- سائل نظامی------------------ ۸۴
جب رحمت عالم کا سراپا نظر آیا -------------------- سحر فارانی ------------------- ۸۵
حدِ امکان تک روشنی کا سفر، تیری نسبت سے ہے ------ سرور جاوید ------------------ ۸۶
تیرگی یوں مٹا کے دیکھتے ہیں---------------------- سرور حسین نقشبندی --------------۸۷
آپ تو جانتے ہیں مرے کرب کو.... ---------------- سعود عثمانی --------------------۸۸
روشن رُخِ رسول سے تیرہ نگاہ ہے ------------------ محمد سلیم طاہر ------------------ ۸۹
مدینے کو جو رستہ جا رہا ہے ----------------------- سلیم کوثر------------------------۹۰
ملتی رہی قلم کو سعادت کی روشنی ------------------ سمیعہ ناز ---------------------- ۹۱

......ش......

تاج لولاک لما کا ترے سر پر رکھا------------------ سیّد شاکر القادری -------------- ۹۲
بچشم پُر نور سلام آقا ------------------------------ شکیل جاذب ----------------- ۹۳
شدتِ غم کا علاج ایک اشارہ تیرا-------------------- شہاب صفدر ------------------ ۹۴
رہِ نبی میں سرِ انتظار ہیں نعتیں--------------------- شہزاد بیگ--------------------- ۹۵
دن رات ہیں کرم کی فراوانیوں میں ہم -------------- محمد شہزاد مجددی -----------------۹۶
بے چین دل میں اور بھی ہلچل مچا گیا --------------- شیراز اختر مغل ---------------- ۹۷

......ص......

اے دل نبی کے عشق میں تو کیا شریک ہے ---------- صفدر صدیق رضی --------------- ۹۸

......ط......

شہ مدینہ کبھی لامکاں سے دور نہیں---------------------- پروفیسر محمد طاہر صدیقی---------------۹۹

طیبہ کی سہانی گلیوں میں جب بھی ہو گزر رائے بادِ سحر ---- طلعت سلیم -------------------- ۱۰۰

......ع......

محمدؐ کی ثناء میری زباں پر ------------------------- خواجہ محمد عارف ------------------۱۰۱

شب میں یوں ہی نہ اختر شماری کریں --------------- محمد عارف قادری --------------- ۱۰۲

کھول کر تم دیکھ لو لوگو کتابِ حسنِ دوست ------------- ابن امام عاصم ---------------- ۱۰۳

یہ آج سوچ رہا ہوں کہ کل چلا جاؤں ---------------- سیّد عقیل شاہ ------------------ ۱۰۴

صدقے میں آپ ہی کے بنی کائنات ہے ----------- علی اکبر عباس ------------------۱۰۵

نورِ رحمت میں رہوں اور نمایاں ہو جاؤں ------------ علی یاسر -----------------------۱۰۶

زہے نصیب کہ میں ہوں ثناء کے رستے پر ----------- عمران نقوی-------------------۱۰۷

......غ......

ہر شجر خامہ، سیاہی جو سمندر ہوتا -------------------- غضنفر جادو چشتی ----------------- ۱۰۸

حبیب کبریا صلی علی کا ہر پہلو----------------------- ڈاکٹر غنی عاصم ---------------- ۱۰۹

......ف......

متاعِ کون و مکاں فیضِ عام اُس کا ہے -------------- فیض رسول فیضان ---------------۱۱۰

......ق......

یہ دہقاں در پہ دستک دے رہے ہیں چشمِ پرنم سے ----- علامہ قمر الزمان خان اعظمی --------- ۱۱۱

......ک......

حروف و فن کو یقیناً شعور نعت کا ہے ------------------ کومل جوئیہ ------------------- ۱۱۲

......م......

برسائیں جو سرکار کرم کا بادل -------------------- محبوب الٰہی عطا --------------- ۱۱۳

نعت کہنا مری قسمت کرنا------------------------- محمد مسعود اختر ------------------ ۱۱۴

زمین سوچ پر جب نعت کی بارش اُترتی ہے ---------- ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم --------- ۱۱۵

پیوست دل میں یاد ہے ہونٹوں پہ نام ہے ----------- سیّد غلام معین الحق گیلانی---------- ۱۱۶

یقین کیجیے کسی کام کی نہیں آنکھیں----------------- منظر عارفی------------------- ۱۱۷

......ن......

ذکر احمدؐ سے مصیبت میرے غم کی جائے گی ---------- نجمہ یاسمین یوسف--------------- ۱۱۸

خدا کا در ہے درِ مصطفیٰ، درود پڑھو! ----------------- نعیم رضا بھٹی------------------۱۱۹

بلیغ و برحق و بالا ہے؛ جو نبی نے کہا------------------ نعیم گیلانی ------------------- ۱۲۰

توصیفِ مصطفیٰ میں جو کام آئے حرف حرف ---------- نورین طلعت عروبہ -------------۱۲۱

......و......

عجب دارالخلافہ ہے مدینہ اس ریاست کا ------------ واجد امیر-------------------- ۱۲۲

غارحرا کی دیواروں کو (نظم)--------------------- وصی شاہ-------------------- ۱۲۳

سمٹ کر سنگریزوں کا حسیں اک کہکشاں ہونا----------- وقاص عاجز ------------------ ۱۲۴

......ی......

آپ تو جانتے ہیں سب ارض وسما کے نکتہ داں --------- یاسمین حمید ------------------- ۱۲۵

مولانا حسن رضا خاں کی نعت- خصوصی مطالعہ

ذوق نعت پر ناقدانہ نظر ------------------------- شمس بریلوی----------------- ۱۲۹

حضرت حسن بریلوی رحمہ اللہ کا خزینہ شعروادب -------- اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی -----۱۵۰

حضرت حسن رضا خاں بریلوی ------------------- ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر (بھارت) ----- ۱۷۱

اُستاذِ زمن علامہ حسؔن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری ----- ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی ------ ۱۸۰

مولانا حسن رضا خاں کی نعت ---------------------- شبیر احمد قادری --------------- ۱۹۲

مولانا حسن رضا کا رنگِ تغزل--------------------- علامہ شہزاد مجددی---------------- ۲۰۳
مولٰنا حسن رضا خاں بریلویؒ کی منقبت نگاری کا... ------ محمد قاسم کیلانی ------------------ ۲۱۷
انتخاب کلام مولانا حسن رضا ------------------------ ------------------------------- ۲۴۰

فکر و فن [تحقیق، تنقید، تبصرے و آراء]

فارسی نعت عہد بہ عہد [دو نعت نگار]----------------- جمشید چشتی------------------- ۲۶۹
Analytical Analysis of Poem ----------- آمنہ محمود --------------------- ۲۷۶
ایک حمدیہ نظم کا تجزیاتی مطالعہ ----------------------- ڈاکٹر عزیز احسن ---------------- ۲۹۴
محمد حنیف نازش کے نعتیہ مقطعے --------------------- محمد قاسم کیلانی ----------------- ۲۹۹
تابش حسن ازل، حسن ابد ---------------------------- محمد نواز میرانی ------------------ ۳۱۹
محمد مرغوب اختر الحامدی کا نعتیہ دیوان ''نعت محل'' ------- محمد یوسف ورک قادری----------- ۳۲۲
اُفق نعت کا نیر تاباں - سیّد منظور الکونین-------------- محمد عارف قادری --------------- ۳۲۶
متاع عجز کی تقریب رونمائی -------------------------- فیصل طور----------------------- ۳۳۵
سالک سلوک معرفت، عارف جادۂ نعت---------------- پروفیسر ارجمند احمد قریشی -------- ۳۳۹
مولانا حسنؒ کی نعت گوئی... فکری و فنی جائزہ ------------ ڈاکٹر افضال احمد انور ------------ ۳۴۲

نعت نگار سے مکالمہ

راجہ رشید محمود صاحب سے ملاقات [حصہ اوّل]--------- ------------------------------ ۳۷۹

مدحت نامے

(ریاض حسین چودھری۔ جمشید چشتی۔ ڈاکٹر مختار ظفر۔ نعیم الحق۔ محمد مشرف انجم۔ یوسف ورک)

مدحت نامے ---------------------------------- ------------------------------ ۳۹۱
نعت فورم لائبریری ------------------------------- محمد احمد پراچہ ------------------ ۴۰۰

اظهاريه

عقیدہء ختم نبوت اور ہماری سیاسی قیادت

کچھ لمحے تاریخ کے سینے پر ہمیشہ کے لیے رقم ہو جاتے ہیں، کچھ منظر چشم فلک کے دائرے میں نقش ہو جایا کرتے ہیں اور کچھ ساعتیں جبین وقت کے حسن کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔فیض آباد دھرنے کی قیادت کے کچھ پہلوؤں پر اختلاف کی گنجائش ہونے کے باوجود ان کے مقصد کی سچائی،عزم و ہمت،ثابت قدمی اورختم نبوت جیسے اہم دینی معاملے پر نئے سرے سے عوامی شعور کی بیداری جیسے عوامل پر کوئی ذی شعور انگلی نہیں اٹھا سکتا۔یہاں کسی نے کفن لہرا کر تو نہیں دکھایا لیکن دنیا نے دیکھا کہ قیادت سمیت سب اس معاملے پر اپنی جان ہتھیلی پہ رکھ کر لائے ہوئے تھے۔دوسرے سیاسی دھرنوں کی طرح یہاں کسی نے نہ توسول نافرمانی کی چنگاری جلائی اور نہ ہی قومی اداروں میں گھس کر سرکاری املاک کونقصان پہنچانے کی بات کی۔اندھا دھند شیلنگ ،بدترین تشدد اور برستی گولیوں میں صرف محبت رسول ﷺ کے جذبے سے ہی کھڑا ہوا جا سکتا ہے۔فائیو سٹار ہوٹلوں کے پر تعیش کھانوں کا لطف اٹھانے والوں کو چٹائیوں پہ بیٹھ کر روکھی سوکھی کھا کرشکر ادا کرنے والوں کے جذبہء ایمانی کا کیسے احساس ہوسکتا ہے۔لوگ پوچھتے رہے کہ ان کو کھانا کہاں سے مل رہا ہے تو انہیں کون سمجھائے کہ جب خاک نشیں توکل کی چادر پہن کر نکلتے ہیں تو رزق کے دروازے ان پر کھول دیئے جاتے ہیں۔کسی بھی زمانے میں جب فرش نشیں اپنے نبی کی محبت کا علم لے کر نکلتے ہیں تو ساکنان عرش بھی ان کے ہم نوا ہو جاتے ہیں۔کسی کو بے سروسامانی کا طعنہ دینے والوں کو کبھی اپنے سروسامان کے لالے بھی پڑ جایا کرتے ہیں۔دنیا نے دیکھا کہ آج بھی'' کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں'' کوحرز جاں بنانے والے بوریا نشین کس طرح تخت نشینوں کی طاقت و اقتدار کے لیے وبال جان بن گئے۔رقص و سرور اور موسیقی کو سیاسی دھرنوں کی کامیابی کا زینہ سمجھنے والوں کو'' تاجدار ختم

نبوت'' اور''لبیک یا رسول اللہ'' کی فلک شگاف صداؤں اورخون کو گرما دینے والے پرجوش نعروں کی قوت کا بھی اندازہ ہو گیا ہو گا۔

معاملہ اتنا سادہ نہیں تھا جتنا اسے مرکز میں پہلے دن سے اور صوبے میں ابھی تک سمجھا جا رہا ہے۔معاملے کی نزاکت اور موضوع کی حساسیت کو سیاسی قیادت نے نہ ہی پہلے زیادہ سنجیدگی سے لیا اور نہ ہی اب تک لیا جا رہا ہے۔یہ ایک سوچی سمجھی اور ترتیب دی گئی بین الاقوامی سازش ہے جو کوئی نئی واردات نہیں ہے۔اگر آپ اس تازہ ترین صورتحال کے تناظر میں اس کا مرحلہ وار جائزہ لیں تو آپ کو اس کی سنگینی اور تہہ در تہہ تیار کی گئی زہرناکی کا اندازہ ہو جائے گا جسے پہلے مرحلے میں تو غلطی ماننے سے ہی انکار کر دیا گیا۔جب ذرا آواز بلند ہوئی تو اسے کلیریکل مسٹیک کا نام دے کر بات ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور جب احتجاج اور بلند ہوا تو اسے باقاعدہ اجتماعی گناہ کا کہہ کر کمیٹی بنانے کی بات کر دی گئی۔اگر آپ اس کی کڑیاں ملانے کی کوشش کریں تو موجودہ حکومت کے سابق وزیر اعظم کا بیان آپ کو یاد ہو گا جس میں انہوں نے قادیانیوں کو بھی اپنا بھائی قرار دیتے ہوئے ان کے حقوق کے تحفظ کا عندیہ دیا تھا۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں رہنے والا ہر پاکستانی اپنے حقوق رکھتا ہے اور ان کا تحفظ حکومت وقت کی ذمہ داری بھی ہے اور اس اقلیت کا حق بھی لیکن بشرطیکہ وہ اقلیت بھی خود کو اقلیت ہی سمجھے۔''حلف'' کے قانونی طور پہ مضبوط لفظ کی جگہ'' اقرار'' کے قانون کی گرفت سے بالا تر اور کمزور لفظ کی تبدیلی کی ضرورت آخر کار کیوں پیش آئی پوری قوم اس سوال کے جواب کی خواہاں اور اس میں شامل عناصر کی نشاندہی چاہتی ہے۔

جناب شیخ رشید صاحب نے پارلیمنٹ میں سب سے پہلے آواز اٹھانے کا کریڈٹ لیا۔لیکن آخر وہ اس وقت کہاں تھے جب یہ سارا مسودہ تیار کیا جا رہا تھا۔اس کے بعد صورت حال کے خراب ہونے پر ایک دو ٹی وی ٹاک شوز کے علاوہ کہیں نظر نہیں آئے۔اگر ان کے جذبات واقعی برانگیختہ تھے اور وہ حرمت رسول ﷺ پر جان قربان کرنے کی بات کرتے ہیں تو آخر اپنے پہلو میں جمع ہونے والے عشاقان رسول ﷺ کی ہم نوائی کیلئے وہاں کیوں نہیں پہنچے۔اس کا مطلب ہے کہ سیاست اور مفادات کی طرح یہ معاملہ بھی اسی کا حصہ تھا جسے کامیابی سے استعمال کرنے کے بعد پیچھے ہٹ گئے۔

پارلیمنٹ میں موجود مذہبی جماعتوں کا کردار سب سے زیادہ تشویشناک ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جن کو مذہب کے نام پہ ووٹ ملتے ہیں اور انہیں پارلیمنٹ کے اندر اور باہر دین کی نقب زنی کرنے

والوں پر کڑی نظر رکھنے کا مینڈیٹ ملتا ہے۔لیکن بحثیت مجموعی دیکھیں تو پارلیمنٹ کے اندر موجود مذہبی قیادت زیادہ تر مفادات کے حصول اوراس کے عوض سیاسی قوتوں کے آلہء کار بن جانے کے طور پر،ہی جانی جاتی ہیں۔دینی جماعتوں کے پلیٹ فارم پر اسمبلی میں سب سے موثر سیاسی آواز رکھنے والے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا بیان حیرتوں کا دبستان ہے جوحالات کے کشیدہ ہوجانے کے بعد منظر پہ آیا کہ پارلیمنٹ سے اجتماعی گناہ سرزد ہوگیا ہے اوراس کے بعد وہ کہیں نظر نہیں آئے۔ورنہ ہرسیاسی ایشو پران کی پھرتیاں اور سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں سے ملاقاتیں میڈیا پرسب سے زیادہ پیش پیش ہوتی ہیں۔لیکن افسوس کہ اس معاملے پر انہوں نے یا تو پراسرار خاموشی اختیار کئے رکھی یااس دوران اپنا زیادہ وقت ملک سے باہر رہنے پر اکتفا کیا۔

سابق وزیراعظم ظفراللہ جمالی صاحب کے لہجے اورتاثرات میں پشیمانی کی جھلک نظر آئی جس میں انہوں نے پارلیمنٹ کے مرجانے کی بددعا کی۔لیکن عمر کے اس حصے میں پہنچ کر اور پارلیمنٹ کے سب سے بڑے عہدے کوانجوائے کرنے کے باوجود اس جرم میں ملوث اسمبلی سے استعفیٰ دینے کی نیکی پوری پارلیمنٹ سمیت ان کے حصے میں بھی نہیں آئی۔

رینجرز کے ہاتھوں پامال ہوکر استعفے کی دھمکی لگانے والے وزیرداخلہ کی گفتگو بھی بے معنی منطق وفلسفے کی ایک پٹاری ہے۔وہ کتنی سادگی سے کہہ رہے تھے کہ یہ ایک معمولی سا ردوبدل تھا جس کے کوئی بھی اثرات نہیں تھےلیکن اس کے باوجوداس کو اگلے ہی دن درست کردیا گیا کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ان کا کہنا کہ ان کے والد جنت البقیع میں دفن ہیں ان کی والدہ مذہبی رجحان کی حامل خاتون ہیں بالکل ایسا ہی ہے جیسے سابق ڈکٹیٹر کا کہنا تھا کہ وہ بارہا خانہ کعبہ کے اندر جا چکے ہیں اور یہی ان کی پاکبازی کی دلیل ہے۔اس قافلہء عشق ومحبت کوکسی قوت کے اشارے پرجمع ہونے والا الزام بہت تکلیف دہ اوردل چیر دینے والا ہے۔تحریک کے انتہائی مختصرسیاسی پس منظر کو بھی اس دھرنے کی وجہ قرار دینا اور اسے محض سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کا کہنا بھی اپنی ناکامی کو چھپانے والی بات ہے۔حکومت وقت کاختم نبوت کیلئے ہونے والے اس احتجاج کواپنے سیاسی مخالفین کی سازش قرار دینا اور ووٹ بینک خراب کرنے کی ایک مہم قرار دینا بھی انتہائی دلخراش ہے۔

اس منظر نامے میں نئے پاکستان کے دعوے داران کی حیرت انگیز خاموشی نے بھی بہت سے

سوالات پیدا کر دئے ہیں۔حکمران جماعت کی کرپشن کی دن رات گردانیں پڑھنے والے اور نوجوانوں کی قیادت کا دم بھرنے والوں نے بھی اس ایشو کو کوئی قابل گرفت نہیں سمجھا اور چند ایک جگہ موہوم سے بیان جاری کرنے پر ہی اکتفا کیا۔کاش ان لوگوں کو سمجھ آ سکے کہ مذہب کی بنیاد پر وجود میں آنے والے اس ملک میں مذہب کو پیچھے رکھ کر نہیں بلکہ آگے رکھ کر ہی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔اپنے دھرنے میں نعت شامل نہ کرنے کے سوال پر ان کا جواب آج بھی نعت سے وابستہ سنجیدہ فکر لوگ بھولے نہیں کہ اس سے نوجوان بور ہو جائینگے۔ناچ گانے اور اخلاق باختگی پر مشتمل اپنے طویل دھرنے کا موازنہ اگر وہ خالصتا مذہبی قیادت کے اس مختصر دھرنے اور اس کے اہداف کی کامیابی سے کریں تو شاید ان پر حقائق کے کچھ عقدے کشا ہو سکیں۔افسوس کہ جلسوں کا روز بازار سجانے والوں کو اس اہم موضوع کی حساسیت اور اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے اپنے طور پہ کوئی اجتماع کرنے کی توفیق نہیں ہوئی جس کی روشنی میں نئے پاکستان کے خدوخال دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس سارے منظر نامے میں میڈیا کا کردار بہت معنی خیز ہے۔پہلے مرحلے میں تو اس اہم معاملے میں ہونے والے اجتماع کو سرے سے قابل خبر ہی نہیں سمجھا گیا اور جب ہر طرف سے تنقید ہونے لگی تو آہستہ آہستہ کچھ خبریں آنے لگیں۔لیکن زیادہ تر اسی خبر کو سامنے لایا گیا کہ لوگوں کو اس کی وجہ سے آمد ورفت میں بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔اس حوالے سے کچھ لوگوں کی رائے بھی خبروں کی زینت بنائی گئی۔میں چونکہ براہ راست خود میڈیا سے وابستہ ہوں اس لئے ایک عام آدمی کی نسبت زیادہ جانتا ہوں کہ یہ آراء کیسے اکٹھی کی جاتی ہیں۔اوریا مقبول صاحب نے اپنے پروگرام میں پہلے جرات کی اور اسی طرح جناب ارشاد عارف صاحب کی تحریر نے بھی بارش کے قطرے کا کام کیا۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام میڈیا اینکرز اس جرم میں شریک ہیں جنہوں نے اس اہم اور حساس معاملے میں اپنا کردار ادا نہیں کیا۔شام ہوتے ہی رات گئے تک تعفن زدہ اور مکروہ سیاست کا چہرہ دکھا دکھا کر ان لوگوں نے عام آدمی کو ذہنی مریض بنا کر رکھ دیا ہے۔وہ تمام قلم کار بھی اپنے رویئے پر غور کریں جنہوں نے اس موضوع کو اپنے کالم کیلئے قابل تحریر نہیں سمجھا۔

صوبائی وزیر قانون کی پیش کی جانے والی منطق سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک کہا جا سکتا ہے۔ان کا نجی چینل پر پیش کئے گئے خیالات پوری قوم کیلئے لمحہء فکریہ ہیں کہ ہماری قیادت اور حکومت کیسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اپنے ایمان کی بنیادی جہتوں کے ساتھ ساتھ آئین

پاکستان کی اہم شقوں سے بھی نابلد اور نا آشنا ہیں۔معاملہ مرکز کی طرح ان کیلئے بھی بہت سادہ تھا کہ ایک تو وہ اپنے بیان کی ایک دینی لحاظ سے قابل احترام شخصیت کے سامنے جا کر وضاحت کر دیتے اور اگر انہیں غلطی کا احساس ہو جاتا تو وہ اس پر معذرت کر لیتے۔لیکن یہاں بھی روایتی ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے اسے اپنا اور اللہ کا معاملہ قرار دے دیا گیا۔حالانکہ یہ بیان میڈیا پر پوری قوم کے سامنے دیا گیا اور اس کی وضاحت اور تردید تک کرنا گوارا نہ کی گئی۔کاش کوئی ان کو یہ باور کرا سکے کے تنہائی میں صرف تنہائی میں کئے گئے گناہوں کی معافی ہوتی ہے اور یہاں تو پوری قوم نے آپ کے'' اظہارخیال'' پر گواہ ہے۔ تاحال اسے بھی وفاقی حکومت کی طرح ہی ڈیل کیا جا رہا ہے۔اللہ نہ کرے کہ پھر کوئی اور حادثہ رونما ہو جس میں قیمتی جانیں ضائع ہوں اور بعد میں ایک بے وقعت اور بے قیمت استعفیٰ سامنے آ جائے۔

ایسا سوچنا اور کہنا بہت کج فہمی کی علامت اور حالات کی سنگینی اور معاملے کی نزاکت سے بے بہرہ ہونے کی دلیل ہے کہ اس طرح تو یہ روایت پڑ جائے گی کہ کوئی بھی اٹھ کر کسی سے بھی استعفیٰ مانگنے کا مطالبہ کرنا شروع کر دے گا۔اس سلسلے میں انہیں سابقہ دور حکومت میں آصف زرداری کے طرز سیاست کو ضرور دیکھنا چاہئے۔جس نے اپنے وزیراعظم کی قربانی میں بھی انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور سب سے بڑھ کر ججز کی بحالی کے معاملے کو بھی ایک قدم پیچھے جا کر حل کر لیا اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح اس نے اپنا اقتدار بھی بچایا اور معاملات بھی سمیٹے۔نہ تو اس کے وزیراعظم کے جانے سے اسے کوئی فرق پڑا اور نہ ہی ججز نے بحال ہو کر اس تختہ ء دار پر لٹکا دیا۔لیکن بدقسمتی سے موجودہ قیادت کو مشیروں نے پہلے بھی کہیں کا نہیں چھوڑا اور اب بھی صورت حال اسی طرف جاتی دکھائی دے رہی ہے۔

نعتیہ ادبی جریدے کے اداریئے میں سیاسی نقطہء نظر اور حالات کی تصویر پیش کئے جانے پر اگر آپ کو حیرت ہو تو اس کے لیے یہی عرض ہے کہ ہر وہ معاملہ جس کا تعلق ذات صاحب نعت سے ہے اسے وابستگان نعت اپنا مسئلہ سمجھتے ہیں اور اس پہ آواز اٹھانے کی ذمہ داری کو کسی بھی اور طبقے سے کم نہیں سمجھتے۔اس کا مقصد اہل علم وادب کو یہ باور کرانا بھی ہے کہ اہل نعت بہر طور اپنی قومی، ملی اور دینی ذمہ داریوں سے بخوبی آگاہ ہیں اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح وہ کسی بھی طرح خود کو ان مسائل سے الگ نہیں سمجھتے۔

آخر میں میں تمام شعرائے اکرام کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ختم نبوت کے عنوان سے قلم اٹھایئے اور اسے ایمان وعقیدے کی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنا ہدیہء نیاز بصورت شعر پیش کرنے کی کوشش کیجئے۔انشاء اللہ العزیز آئندہ مدحت میں ہم ختم نبوت کے حوالے سے خصوصی گوشہ شامل کرنے ارادہ رکھتے ہیں جو آپ کے تعاون سے ہی پایہء تکمیل تک پہنچ سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس حوالے سے ضرور اپنی کاوشیں ہم تک پہنچائیں گے۔''صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیئے'' کے مصداق مدحت کے صفحات حاضر ہیں اور ہر صاحب فکر کی یہ ایمانی اور مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ اس موضوع پر قلم اٹھائے۔ثناء خوان حضرات سے بھی گزارش ہے کہ آپ بھی اپنے کلاموں میں ختم نبوت کے حوالے سے کلام بھی شامل کر کے محافل کی زینت بنائیں اور اس فکر کو زیادہ سے زیادہ عام کریں۔تمام نقیبان محافل نعت سے بھی ملتجی ہوں کہ آپ بھی اپنے موضوعات میں مستقل طور پہ ختم نبوت کے ذکر کو بھی شامل کریں۔ مجھے امید ہے کہ آپ سب مل کر اگر اس موضوع کے حوالے سے رائے عامہ کو بیدار رکھیں گے تو مستقبل میں کبھی بھی کسی کو اس میں نقب زنی کرنے کی جرات نہیں ہو گی۔آپ سب کو دعوت دیتے ہوئے میں اپنی حاضری بطور نمونہ اور عقیدت اظہارئے میں شامل کر رہا ہوں تا کہ آپ سب کو اس موضوع پر قلم اٹھانے میں آسانی ہو۔

آنکھوں کی چمک، دل کی ضیاء، ختم نبوت　　　صد شکر ہے ایمان مرا ، ختم نبوت
صدیق نے تلوار اٹھا کر یہ بتایا　　　ہے دین کی دراصل بقا، ختم نبوت
اک کھیل نہ جانیں اسے ارباب سیاست　　　ہے قبلہ گہ اہل وفا، ختم نبوت
سرکار کی عظمت کے کئی اور ہیں پہلو　　　لیکن ہے تری شان جدا، ختم نبوت
دنیامیں بھی عشاق پہ جو سایہ فگن ہے　　　بن جائے گی محشر میں ردا ، ختم نبوت
وہ کافر و زندیق ہے جو اس کو نہ مانے　　　دراصل ہے مولا ہے رضا ، ختم نبوت
تعمیر ہوا ہے جو عقید ت کی زمیں پر　　　اس قصر محبت کی بناء،ختم نبوت
تفہیم کھلی اس پہ ہی احکام خدا کی　　　جس جس پہ ترا راز کھلا، ختم نبوت
ایمان کی بنیاد ہے سرور یہ عقیدہ　　　تجھ پر ہو مری جان فدا ، ختم نبوت

مولانا حسن رضا کی نعت۔خصوصی مطالعہ

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے چھوٹے بھائی مولانا حسن اپنی شعری کائنات کے حوالے سے اردو نعت کے ایک اہم نعت نگار کے طور پر جانے جاتے ہیں بلکہ اردو شاعری کے بعض محققین نے انہیں شاعرانہ اسلوب کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت سے مقدم رکھا ہے۔ان کی نعتیں زبان زد عام تو ہیں لیکن ان کے کام کے حوالے سے تحقیقی اور تنقیدی کام بہت کم ہے۔داغ دہلوی کے ساتھ براہ راست تلمذ کے سبب ان کے ہاں جمالیات شعر، زبان و بیان کی خوبیاں اور فکری وفنی تجربات کی ایک کہکشاں آباد ہے۔محترم شہزاد مجددی صاحب کے مشکور ہیں جنہوں نے اس طرف توجہ دلائی اور مدحت نے ان کی نعت کے حوالے سے خصوصی مطالعہ اس شمارے کی زینت بنایا ہے۔ڈاکٹر شہزاد احمد صاحب کے بھی مشکور ہیں جنہوں نے اس موضوع کے حوالے سے بہت اہم مضامین ارسال کئے اور اسی طرح ڈاکٹر افضال انور، ڈاکٹر شبیر احمد قادری، جناب شہزاد مجددی، جناب قاسم کیلانی اور دیگر قلمکاروں کے شکر گزار ہیں جنہوں نے مولانا کی نعت گوئی کے مختلف پہلوؤں کا نئے سرے سے جائزہ لے کر تحقیقی مضامین ارسال کئے۔مولانا حسن کی نعت کے حوالے سے یہ شمارہ انشاء اللہ نہ صرف ان پر آئندہ ہونے والے کام میں ممد ومعاون ثابت ہوگا بلکہ تحقیق وتنقید کے نئے راستے دکھائے گا جس کی بدولت ان کے کلام کو نئے سرے سے جانچنے ، پرکھنے اور سمجھنے کا موقع ملے گا۔تحقیقی مضامین کے ساتھ ساتھ ان کے مجموعہء کلام ’’ذوق نعت‘‘ کا انتخاب بھی آپ کے حسن مطالعہ کو جلا بخشے گا۔

وفیات

ریاض حسین چوہدری

نعت سے وابستہ حلقوں کے لیے جناب ریاض حسین چوہدری صاحب کا نام ایک معتبر حوالے کے طور پہ ہمیشہ جانا جاتا رہے گا۔انہوں نے بجا طور پر اپنی تمام تر تخلیقی صلاحیتوں کو نعت کے لئے وقف کئے رکھا۔پیرانہ سالی کے باوجود ان کی فکر کی جولانی اور تخلیقی روانی میں کمی نہیں آئی۔ان کا شمار تیز رو قلمکاروں میں ہوتا تھا۔موجودہ عہد میں ان کو نعت کی زبان کے اعتبار سے جدید لب و لہجے کا حامل شاعر سمجھا جاتا تھا۔نعت میں اصناف سخن کے تجربات کرتے رہنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔بلا شبہ

انہوں نے اپنی نعتیہ تخلیقات سے اس صنف کو نئے آفاق دکھائے۔الفاظ کے خوبصورت چناؤ اور جدت افروز لہجے سے مزین ان کی نعت آج بھی الگ پہچانی جاتی ہے۔مدحت نے ان کا ایک تفصیلی انٹرویو بھی شائع کیا جو غالباان کا کسی بھی ادبی جریدے کو دیا گیا آخری انٹرویو تھا۔ذیل میں ان کی نعتیہ تخلیقات کے نام درج دیکھ کر آپ کو ان کی کشت فکر پر باران مدحت رسول کا ایک کرم پرور تسلسل نظر آئے گا۔

زرمعتبر (1995)، رزق ثناء(1999)،تمنائے حضوری (2000)، متاع قلم (2001)، کشکول آرزو (2002)، سلام علیک (2004)، خلدسخن (2009)، غزل کاسہ بکف (2013)، طلوع فجر (2014)،آبروئے ما(2014)،زم زم عشق (2015)

تحدیث نعمت (2015)، دبستان نو(2016)

ان کی بیشتر کتابوں کوصدارتی انعام سے بھی نوازا گیا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے کام کو اب تحقیقی سطح پر جانچنے کا اہتمام کیا جائے تا کہ ہماری آنے والی نسلیں نعت کے اس عظیم شاعر کے فکری زاویوں سے آگاہ ہو سکے۔اللہ کریم ان کے درجات کو بلند فرمائے اوراپنی خصوصی رحمتوں سے ان کی روح کو ہمیشہ آسودہ رکھے۔آمین

عکاس حرمین عظمت شیخ

جناب عظمت شیخ سے ملاقات مرحوم صحافی دوست حسنین جاوید کے ذریعے ہوئی تھی جو بعد ازاں محبت اور پھر عقیدت میں بدل گئی۔ مجھے علم نہیں ہو سکا کہ مجھے ان سے زیادہ عقیدت ہے یا وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔رومیء کشمیر میاں محمد بخش صاحب کا کلام سن کر ان کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔کچھ عرصہ ان کے ہاں چند مخصوص دوستوں کے ساتھ محفلیں بھی سجتی رہیں جن میں ممتاز قلم کار اور میڈیا کے لوگ موجود ہوتے۔اس میں مختصر سی محفل ہوتی لیکن اس کی تاثیر طویل عرصے تک اپنے حصار میں رکھتی۔ بہت نفیس الطبع تھے۔کھانے پینے اور پہننے کا شوق بہت باکمال تھا۔پہلی بار جس پاکستانی کو حرمین شریفین کی سرکاری طور پہ فوٹو گرافی کرنے کا شرف حاصل ہوا اس کا نام عظمت شیخ ہی ہے۔جلال پور جٹاں میں اپنی دوکان پہ ہو جانے والی چوری کے سبب ملک سے باہر جانے کا پروگرام بنایا اور کویت چلے گئے۔وہاں محنت مزدوری کی اور جو وقت باقی بچتا اس میں ایک کیمرہ لے کر لوگوں

کی تصویریں بنانی شروع کر دیں جو اگلے دن انہیں پرنٹ کروا کر دیتے۔اور یوں ہوتے ہوتے کویت کے سرکاری فوٹو گرافر کی حیثیت سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور پھر اسی راستے کویت کے ایک وزیر کی سفارش پر حرم پاک کی ایک تصویر اتارنے کی اجازت ملی۔تصویر اتارنے سے قبل دو نوافل شکرانے کے ادا کئے اور دعا مانگی۔رحمت حق کے نوازنے کے بھی اپنے طریقے ہوتے ہیں۔قبولیت کے لمحوں میں مانگی گئی دعا ایسی مقبول ہوئی کہ وہ تصویر آج بھی دنیا بھر میں اہل ایمان کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔پھر اس کے بعد تو عنایات خداوندی کا بحر کھل گیا۔سعودی حکومت کی طرف سے باقاعدہ تصاویر اتارنے کی ذمہ داری ملی، سرکاری ہیلی کاپٹر دیا گیا اور پھر رحمتوں اور برکتوں کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔دو ستونوں کے درمیان سے اتاری گئی سبز گنبد کی تصویر جو آج بھی اپنی دلکشی کے اعتبار سے جدید آلات فوٹو گرافی آ جانے کے باوجود اپنی الگ انفرادیت رکھتی ہے۔میں اکثر اس تصویر کو دیکھ کر کہا کرتا تھا کہ آپ نے کیمرے کی آنکھ سے نعت پڑھی ہے اور وہ اس قدر مقبول ہوئی ہے کہ ہر گھر میں اس کے نقش اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں۔اپنے کام کے حوالے سے اس قدر محتاط تھے کہ تصاویر اتار کر ان کے بہترین پرنٹ حاصل کرنے کے لیے سعودیہ سے اٹلی اور جرمنی کا سفر کرتے تھے۔ان کی تصاویر کی کاپیاں کروڑوں کی تعداد میں پرنٹ ہو چکی ہیں اور ابھی بھی یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔بے شمار ملکوں میں ان کی تصاویر کی نمائش ہو چکی ہے۔افسوس کہ پاکستانی حکومت نے ان کی ان خدمات کا اعتراف نہیں کیا۔وہ ہمارے قومی اعزاز کے مستحق تھے۔ اللہ کریم ان کے برزخی درجات کو بلند فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔آمین

ع۔س۔مسلم

علمی و ادبی حلقوں میں ع۔س۔مسلم صاحب کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ان کی شعری، تحقیقی اور علمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔عرصہ دراز سے دبئی میں مقیم تھے۔ مجھے ان سے اپنے دبئی کے سفر کے دوران ملاقات کا بھی بارہا موقع ملا اور ہمیشہ بہت سے علمی موضوعات پر سیر حاصل گفتگو ہوتی رہی۔حال ہی میں ان کے تخلیقی کام پر ہمسایہ ملک کی یونیورسٹی میں ایم۔فل کا تحقیقی مقالہ بھی تحریر کیا گیا۔مدحت کے آغاز سے ہی وہ اس کے ساتھ قلمی تعاون کے ساتھ منسلک رہے اور

اپنی تخلیقات بھجوانے کے ساتھ ساتھ خطوط کی صورت میں مسلسل ہماری رہنمائی بھی کرتے رہے۔ان کی نعتیہ کتاب ''زبورِنعت'' پر انہیں صدارتی انعام سے بھی نوازا گیا۔''مدحت'' نے ان کے ساتھ ایک نشست کا بھی اہتمام کیا جس میں ان سے نعت کے جدید رجحانات پر گفتگو ہوئی جو بعد ازاں انٹرویو کی صورت میں ان صفحات پر شائع بھی کی گئی۔اللہ کریم ان کی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے اجرِعظیم سے نوازے اور اپنے جوارِرحمت میں جگہ عطا فرمائے۔آمین۔

☆☆☆

نوٹ:...... جناب ریاض حسین چوہدری صاحب کی مدحت کے لئے اپنے ہاتھ سے تحریر کی گئی نعت اسی طرح اظہاریئے سے متصل کی جارہی ہے اور ان کا تحریر کیا گیا خط ''مدحت نامے'' میں ان کی اصل تحریر کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے۔

یا حی یا قیوم

حمدیں

حمد باری تعالیٰ

کیسے کہہ دوں کہ جہاں کا نگراں کوئی نہیں
ایک موجود ہے، ہاں اور یہاں کوئی نہیں
میرے اللہ کی عظمت کے نشانات بہت
سرکشوں کا تو جہاں بھر میں نشاں کوئی نہیں
للہ الحمد! کہ ہے عظمت رب دل میں مرے
لیکن اوروں کی بڑائی کا گماں کوئی نہیں
دل سے العظمت للہ! کی آتی ہے صدا
یہ الگ بات کہ اس دل کی زباں کوئی نہیں
میرے اللہ مجھے عہد یقیں دکھلا دے
اب ندیموں میں مرے عزم جواں کوئی نہیں
کاش ہر ایک بشر دل میں بسا لے توحید
سب کہیں اب تو صنم دل میں نہاں کوئی نہیں
اب تو توحید پرستوں کی دعائیں سن لے
میرے رب ان کے لئے جائے اماں کوئی نہیں
بس گیا رب محمدؐ مرے دل میں تو عزیز
دل یہ کہتا ہے سوا اسکے یہاں کوئی نہیں

ڈاکٹر احسن عزیز
کراچی

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

تو فصل گل ہمیں دے موسم خزاں باندھے
نصیب حضرت انساں کہاں کہاں باندھے
کوئی بھی کر نہیں سکتا یہ جرات و ہمت
بغیر اذن ترے، لفظ اور بیاں باندھے
عطا ہو حرف کی حرمت کا مجھ کو بھی ادراک
مرا بھی لفظ زمانے میں اک سماں باندھے
تو میرا قادر و عادل خدا ہے رب کریم
یقیں ہے تیرا تو کیسے کوئی گماں باندھے
چہار سمت تری عظمتوں کے جلوے ہیں
لطافتوں کے عجب تو نے ہیں جہاں باندھے
ہر ایک شے کو فنا ہے مگر زمانے میں
نشان اپنے سبھی تو نے جاوداں باندھے

محمد افضال انجم
لاہور

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

قرار قلب و جاں ہے ذکر تیرا
بڑا دلکش بیاں ہے ذکر تیرا
وہاں پر رحمتیں ہی رحمتیں ہیں
مرے مولا جہاں ہے ذکر تیرا
ابد کی زندگی پائے وہ جس کے
رگ و پے میں رواں ہے ذکر تیرا
ترے زیر نگیں ہیں سارے عالم
فضائے بے کراں ہے ذکر تیرا
تری حمد و ثنا کرتے ہیں سب ہی
مکان و لامکاں ہے ذکر تیرا
تجھے توصیف کی حاجت نہیں ہے
فقط اس کا نشاں ہے ذکر تیرا
یہ چشموں کا بہاؤ یاد تیری
یہ چاہت کی اذاں ہے ذکر تیرا
تری تخلیق کا اے میرے مالک
سراپا نگہباں ہے ذکر تیرا

محمد اقبال نجمی
گوجرانوالہ

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

مرے مالک مجھے بھی کر عطا اب آگہی ایسی
کہ تو راضی رہے مجھ سے، بسر ہو زندگی ایسی
تجھے پہچان کر تیری عبادت کا صلہ پاؤں
مرے دل میں خداوندا تو بھر دے روشنی ایسی
کروں میں شکر کا سجدہ کہ سر اٹھے نہ سجدے سے
کہ پیدا ہو مرے اللہ دل میں عاجزی ایسی
کروں میں حمد رب دوجہاں جب پردہء شب میں
سحر تک جاگتی آنکھوں میں گزرے ہر گھڑی ایسی
مجھے بھی چشمہء زمزم سے کر سیراب اے ساقی
کبھی دیکھی نہ تھی پہلے تو میں نے تشنگی ایسی
دلوں میں بھر گئی گرد کدورت خالق اکبر
کہ چہروں پر کہاں تحریر پائی بے رخی ایسی

حسن عسکری کاظمی
لاہور

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

اے خداوند جہاں ، مالک و حی و قیوم
بخش توفیق، کروں تیری ثنائے منظوم
لفظ محدود، تری شان مگر لامحدود
حمد کیسے ہو تری، نطق کو کیا ہے معلوم
کائناتوں پہ ترا حکم ہے جاری ساری
چارسو تیرے کرم کی ترے الطاف کی دھوم
حوصلہ بخش ہے ہم جیسے نکموں کے لئے
تیرے اکرام کی وسعت، تری بخشش کا عموم
تیری قدرت کے مظاہر ہیں یہ سارے مولا
بحر وبر، ارض و سماوات، مہ و مہر و نجوم
علم کو تیرے اگر لاکھ سمندر مانیں
لاکھواں حصہ نہیں قطرے کا دنیا کے علوم
جس پہ ہو تیرا کرم اس کو نہیں غم کوئی
دھوپ ہو خوف کی یا حزن کی ہو باد سموم
خواہشیں نازش لاچار کی پوری کر دے
ایک بار اور در کعبہ کو لے جا کے یہ چوم

محمد حنیف نازش قادری

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

اس نے صد شکر کہ اثبات میں رکھا ہوا ہے
مجھ کو مصروف مناجات میں رکھا ہوا ہے

وہی دیتا ہے اندھیروں میں اجالوں کی نوید
جس نے خورشید کو ظلمات میں رکھا ہوا ہے

جس قدر ظرف ہے اتنا ہی دیا ہے اس کو
اس نے ہر شخص کو اوقات میں رکھا ہوا ہے

ظلمت و نور میں رکھا ہے تفاوت جس نے
اس نے اک ربط بھی دن رات میں رکھا ہوا ہے

وہی بے حوصلہ ہونے سے بچاتا ہے مجھے
جس نے انسان کو خطرات میں رکھا ہوا ہے

تہی داماں ہوں، تہی دست نہیں ہوں خورشید
اس نے اک وصف مرے ہات میں رکھا ہوا ہے

خورشید بیگ میلسوی
میلسی

☆......☆......☆

حمدیہ نظم

کبریائی کی ردا عرش بریں پر رکھ کر
بے نیازی کی ردا صرف کرم کرتے ہوئے
زینہ زینہ کبھی لاہوت کی رفعت سے اتر
وسعت عرصہء کونین سے کتراتے ہوئے
یوں مرے دل کی جراحت میں سمٹ آ، جیسے
جیسے خوشبو کسی غنچے میں سمٹ آتی ہے
ہے مرے ظرف سے باہر تری عظمت کا تضاد
چھوڑ دے میرے لئے اپنے تنوع کا جلال
ایک ہی رنگ میں کچھ دیر مرے پاس ٹھہر
بے زبانوں کے لئے دل میں بھرے پیار کا رنگ
سنگ میں محو نمو سبزہء کہسار کا رنگ
دل پہ مرہم کی طرح پرسش غم خوار کا رنگ
یوں تو تُو کون سے منظر میں نہیں ہے لیکن
میری درماندہ سی، محدود سی، محجوب سی آنکھ
بس اسی ایک دریچے میں تجھے مانگتی ہے

ڈاکٹر خورشید رضوی
لاہور

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

آب و گل کی سلطنت اپنی زبانی حمد ہے
پاک مٹی حمد ہے اور صاف پانی حمد ہے

فاختہ بن کر جو اڑتی پھر رہی ہے شہر میں
یہ حقیقت میں کوئی صدیوں پرانی حمد ہے

یہ جو مٹی کے پیالے دفن ہیں زیرِ زمیں
یہ دفینہ ہے خزینہ، یہ نشانی حمد ہے

کائناتی پانیوں پر جو ازل سے ہے وہاں
یہ ہوا اور اس کی موجوں کی روانی حمد ہے

پیڑ پر اک گھونسلا اور گھونسلے میں مامتا
یہ زباں کی قید میں اک لا مکانی حمد ہے

ہاتھ کی محنت، محبت ہے خدا کی ذات سے
آبیاری حمد ہے اور باغبانی حمد ہے

دیکھتا ہوں راستے میں مڑ کے جب اپنی طرف
سوچتا ہوں سر بہ سر میری کہانی حمد ہے

دانیال عزیز

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

ثناء تیری ہی کرتے ہیں زباں میری دہن میرا
تری ہی ذات سے منسوب ہے یا رب! سخن میرا
تری تحمید کا حق کس طرح مجھ سے ادا ہوگا
مرے علم و ہنر ہیں خام، ناپختہ ہے فن میرا
عطا و لطف کا یارب! تڑیڑا میری جانب بھی
سموم وقت کی شدت سے جلتا ہے بدن میرا
فضائیں راہ تکتی ہیں بہار لالہ و گل کی
خزاں دیدہ ہے یارب! ایک مدت سے چمن میرا
مری کوتاہیوں سے اے خدا! صرف نظر فرما
میں عصیاں کوش و کج رو ہوں، نہیں اچھا چلن میرا
کچھ ایسا ہو تیرے گھر میں لوں میں آخری ہچکی
مرا احرام ہی اس طرح بن جائے کفن میرا
ابھرتی ہے ذکی کے دل سے پیہم یہ دعا یا رب
رہے محو ثناء شام و سحر ہر موئے تن میرا

رفیع الدین ذکی قریشی
لاہور

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

کلید راز جہاں، لاالہ الا اللہ
متاع دیدہ وراں، لا الہ الا اللہ
دلیل علم و یقیں، اعتبار فکر و نظر
شکست وہم وگماں، لا الہ الا اللہ
ثباتِ شوق، نشاطِ شعور، نورِ خیال
چراغِ منزلِ جاں، لاالہ الا اللہ
وقارِ حرف و حکایت، جمالِ صوت و صدا
عیارِ لفظ و بیاں، لا الہ الا اللہ
دلِ رئیس حریمِ تجلیاتِ جمال
جمالِ بزمِ جہاں، لا الہ الااللہ

ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی
علی گڑھ (بھارت)

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

عبادت دوستوں، ذکر آشناؤں میں ستارے
وہ ہستی بانٹتی ہے حب اداؤں میں ستارے
کھلائے ہیں زمین شور میں گلزار جس نے
وہی ہے ٹانکنے والا خلاؤں میں ستارے
ترے لطف فراواں سے ہے جاں غرق تشکر
ہیں روشن دیدہ و دل کی فضاؤں میں ستارے
چراغ آباد ہے گریہ سے ماحول تہجد
ولا نے کر دیئے روشن ہواؤں میں ستارے
مطاف کعبہ میں پھرتے ہیں ہر لحہ فرشتے
سجا کر اپنی نورانی قباؤں میں ستارے
مرا کاسہ، ریاض اس کے کرم سے کہکشاں ہے
وہی ہے، بانٹتا ہے جو گداؤں میں ستارے

ڈاکٹر ریاض مجید
فیصل آباد

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

بہتے ہوئے پانی کی روانی میں خدا ہے
کھلتے ہوئے پھولوں کی جوانی میں خدا ہے
ہے نام خدا مصرعہء اول کی بھی زینت
صد شکر کہ پھر مصرعہء ثانی میں خدا ہے
کس جا نظر آتے نہیں اس ذات کے جلوے
اطراف کی اک ایک نشانی میں خدا ہے
لہراتا ہوا جھیل میں مہتاب کی صورت
ہر عکس بتاتا ہے کہ پانی میں خدا ہے
آفاق کے کانوں میں جو رس گھول رہی ہے
آواز کی اس زمزمہ خوانی میں خدا ہے
تاثیر سے بھر جاتی ہیں بے جان لکیریں
ثابت یہ ہوا حرف و معانی میں خدا ہے
سنتے ہیں جو احباب تو کہتے ہیں یہ اکثر
سرور یہ تری سحر بیانی میں خدا ہے

سرور حسین نقشبندی

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

رحمت ہے جو کچھ اور سِوا ہونے لگی ہے
روزے سے ہوں اور نعت عطا ہونے لگی ہے

توفیق ملی ہے جو کھلی سانس کی مجھ کو
جتنی بھی گھٹن تھی وہ ہوا ہونے لگی ہے

اے عجزِ بیاں دیکھ ' ذرا حرفِ رواں دیکھ
یہ نعت جو آنکھوں سے ادا ہونے لگی ہے

اے شافعِ محشرمری دھرتی پہ نظر کر
مٹی پہ قیامت سی بپا ہونے لگی ہے

سجدوں کو بھلا کیسے بچائیں کہ یہاں تو
ہر قسم کی مخلوق خدا ہونے لگی ہے

سعود عثمانی
لاہور

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

حاضر ہوں اور لبوں پہ ہے تالا قبول کر
لکھا ہے آنسوؤں سے مقالہ قبول کر
میں جس کی روشنی میں نہایا ہوں عمر بھر
اپنا دیا ہوا وہ اجالا قبول کر
تیرے کرم سے تیری طرف آ گیا ہوں میں
جیسا بھی ہوں میں چاہنے والا قبول کر
سب اعتراف و عجز کے موتی پرو کے میں
لایا ہوں اک دعاؤں کی مالا قبول کر
سرکار دوجہاں کے سوا کون ہے مرا
میں انؐ کا ہوں، انہی کا حوالہ قبول کر

سلیم کوثر
کراچی

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

میری جرات کیا کروں انکار رب مصطفیٰ
ہے دل و جاں سے مجھے اقرار رب مصطفیٰ
عام سا اک شخص ہوں اور عام سا میرا مقام
ہوں مگر شہ رگ سے قربت دار رب مصطفیٰ
مصطفیٰ سے پیار جس کو اس سے رب کو پیار ہے
مصطفیٰ کا پیار ہے معیار رب مصطفیٰ
نفس حیوانی کے تابع کل بھی تھے اور آج بھی
دشمن انسانیت، کفار رب مصطفیٰ
مصطفیٰ کا امتی جس نے بنایا ہے شہاب
سر بہ سجدہ ہوں سر دربار ِ ربِ مصطفیٰ

شہاب صفدر

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

ہے یاد تری روحوں کی غذااے صاحب اسماء الحسنٰی
تذکار ترے ہیں دل کی جلااے صاحب اسماء الحسنٰی
رحمٰن،رحیم، کریم، غنی، رزّاق، علیم، حکیم، ولی
ہے نور فشاں ہر اسم ترا اے صاحب اسماء الحسنٰی
مسجود ہے تو سب نبیوں کا معبود ہے تو سب ولیوں کا
درکار ہے سب کو تیری رضا اے صاحب اسماء الحسنٰی
جو اپنے لئے ہے آپ ہی کی جو شان میں اپنی آپ لکھی
دراصل وہی ہے تیری ثنا اے صاحب اسماء الحسنٰی
ہے واحد و یکتا ذات تری ہر بات سے اعلیٰ بات تری
ہر شان عجب ہر رنگ جدا اے صاحب اسماء الحسنٰی
ہر چیز تری تسبیح میں ہے ہر پل تیری توضیح میں ہے
ہر سُو ہے ھو کا راگ چھڑا اے صاحب اسماء الحسنٰی
ہیں محو ِ تذکُرارض و سما ،اوروقفِ تفکُر صبح و مسا
ہے یاد میں تیری مست صبا اے صاحب اسماء الحسنٰی
تعریف تری توصیف تری شہزادؔ کے لب اللہُ غنی
صد شکر ہوں میں بھی حمد سرا اے صاحب اسماء الحسنٰی

علامہ محمد شہزاد مجددّی
لاہور

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

جس کو ہو اس کو دوستی میں نجات
اس کی لکھی ہے خامشی میں نجات
دن سے کچھ پہلے اپنی یاد کے ساتھ
ڈھلتے تاروں کی روشنی میں نجات
اس نے جاہل کے واسطے رکھی
نیند میں اور تیرگی میں نجات
آگے پاتے ہیں اب بھی اہلِ نظر
صبحِ صادق کی تازگی میں نجات
درد پہلو بدلتے رہتے ہیں
عشق پاتا ہے تشنگی میں نجات
قرب پاتے ہی خاص بندوں کا
آنکھیں پاتی ہیں پھر نمی میں نجات
جس کو انتخاب میں رکھے
اس کو ملتی ہے زندگی میں نجات
ملتی رہتی ہے ہر زمانے میں
اس کی یادوں کی بے خودی میں نجات
اس کی یادیں ہوں جب تپش آثار
تب اترتی ہے آگہی میں نجات
اپنے کچھ خاص اہلِ دل کے لئے
اس کے رکھی ہے بے گھری میں نجات
جاں کا سودا ہو جس کا اس کیلئے
مال و اسباب کی کمی میں نجا ت

حمد کہتے رہو صدف ہر دم
دل کی ہے بس اسی خوشی میں نجات

پروفیسر صدف چنگیزی
کوئٹہ

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

جو بھی شہکار ہے مرے مولا
تیرا اظہار ہے مرے مولا
تیری دہلیز پر کھڑا ہوں میں
رحم درکار ہے مرے مولا
المدد المدد کہ عصیاں کا
بے پنہ بار ہے مرے مولا
کوئی رت ہو کوئی موسم ہو
تجھ سے ہی برگ و بار ہے مرے مولا
اپنے طاہر پہ بھی کرم کر دے
یہ بھی حقدار ہے مرے مولا

پروفیسر محمد طاہر صدیقی
فیصل آباد

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

تری ہر ذرے میں جلوہ نمائی
ہر اک شے پر تری فرماں روائی
سکھاتی ہے مجھے نغمہ سرائی
پرندوں کی سحر دم خوش نوائی
ترے ہی حسن کا اظہار ہے وہ
کلی جو گلستاں میں مسکرائی
بدل دیتا ہے پل میں تو جو چاہے
وہ تاج سر، یہ کشکول گدائی
پڑے چھینٹے جو تیری رحمتوں کے
مری کشتِ سخن بھی لہلہائی
کہ ہو جائے ترا عرفان اس کو
عطا عارف کو کر خود آشنائی

خواجہ محمد عارف
برمنگھم برطانیہ

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

کون سی نعمت ہمیں کی تُو نے ارزانی نہیں
آہ! پھر بھی ہم نے تیری قدر پہچانی نہیں
تیری یادوں سے جو منہ موڑا ، نحوست چھا گئی
غیرتِ دینی نہیں وہ جوشِ ایمانی نہیں
تیرے محبوبِ مکرم ﷺ کی غلامی چاہئے
بے نوا کا مدّعا میری و سلطانی نہیں
تیری ہستی کے تو کیا کہنے ہیں ، کیا ہی بات ہے
تیرے پیارے مصطفیٰ کا بھی کوئی ثانی نہیں
اک عطائے خاص ہے تیری ، مرا عجز و نیاز
تیری رحمت ہے ، مجھے زعمِ ہمہ دانی نہیں
ہے ترا امرِ مشیّت حاوی و غالب سدا
کوئی بھی فانی نہیں ، کوئی بھی لافانی نہیں
اے مصور! تیری ہر تصویر ہے شہکارِ کُن
دل میں ویرانی نہیں ، آنکھوں میں حیرانی نہیں
اے احد ، واحد! تری توحید میں کیسی دُوئی
جسم جسمانی نہیں ہے ، روح روحانی نہیں
ہو نہ ہو تُو نے نگاہِ فضل ہے پھیری ہوئی
کچھ دنوں سے جذبہء فیضاؔن عرفانی نہیں

فیض رسول فیضاؔن
گوجرانوالا

حمد باری تعالیٰ

ہو اتنا کرم مجھ پہ بھی اے رب کرم
روشن ترے جلوؤں سے رہے دل کا حرم
عصیاں کو محاسن میں بدل دے یا رب
رکھ لے مرا محبوب کے صدقے میں بھرم
ہر برگ گل تر پہ تری حمد و ثناء
کرنی ہے مجھے خامہء خوشبو سے رقم
سب کچھ ہے تصرف میں تری ہستی کے
اے وارث کل، مالک موجود و عدم
اللہ سے بڑھ کر ہے بھلا کون کریم
احسان کئے جاتا ہے ہم پر پیہم
جو دشتِ غمِ عشقِ خدا کے ہیں مکیں
رکھتے ہیں نہاں خود میں وہ فردوس و ارم
گلکاری الہام کئے جاتا ہے
نقاش ازل کا ہے عطا مجھ پہ کرم

محبوب الٰہی عطا
فیصل آباد

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

مجھ پہ ہو جائے کرم خالق دوراں ! یا ہو!
رات دن رہتا ہے دل میرا پریشاں ، ! یا ہو!
کون مالک ہے مرا؟ کون ہے رازق میرا؟
کون ہے تیرے سوا میرا نگہباں ؟! یا ہو!
اپنی چاہت سے مرا دل مرا درماں بھر دے
آرزو دل میں رہے کوئی نہ ارماں ، ! یا ہو!
ہو ترا ذکر مرے لب پہ رواں شام و سحر
ہو تری یاد سے دل روشن و تاباں، ! یا ہو!
کر عنایات مرے لب پہ رواں شام و سحر
بے دلی دل کو مرے کر گئی ویراں، ! یا ہو!
کاش دیدار کا نکلے کبھی ارمان معین
منتظر کب سے ہے یہ دیدہء گریاں ، ! یا ہو!

سید غلام معین الحق گیلانی
گولڑہ شریف

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

نہاں کب ہے بہارِ آشنائی تیری رحمت کی
جہاں میں ہر طرف ہے خوشنمائی تیری رحمت کی
عیاں ہے چار سو تیرے کرم کا دلنشیں منظر
حسیں ہے کو بکو جلوہ نمائی تیری رحمت کی
ترے رنگِ عنایت سے بھری ہیں دھڑکنیں دل کی
نگاہوں کو ادا دل نے دکھائی تیری رحمت کی
اَزل سے آج تک ہم نے مرے مولا مرے خالق!
مہک، جیون کی وادی میں بسائی تیری رحمت کی
تری حمد و ثنا سے روشنی ملتی ہے سوچوں کو
تخیل میں چمک ہر روز آئی تیری رحمت کی
مہک دنیا میں ہر جانب بسی ہے تیری یادوں کی
مہک دنیا میں ہر سو مسکرائی تیری رحمت کی
کوئی خالی نہیں انجم ترے نور عنایت سے!
بہارِ حسن ہر پیکر نے پائی تیری رحمت کی

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم
سرگودھا

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

فلک تیرے ہیں تیری ہی زمیں ہے
تو ہی پروردگار عالمیں ہے
موثر بھی ہے اتنا ہی خدایا
ترا ہر نام جتنا دلنشیں ہے
بیاں کرتا نہیں ہے کون تیرا
دلوں میں تیری عظمت کا یقیں ہے
ترے محکوم سارے آسماں ہیں
تری طاعت گزاری میں زمیں ہے
تو ہی رازق، تو ہی ناصر ہے مولا
تو ہی بندوں کی شہ رگ سے قریں ہے
صفت رب کی ہے منظر ! بے نیازی
مگر غافل کسی سے بھی نہیں ہے

منظر عارفی
کراچی

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

تو ہے فخر ناز یا رب میں سراپا ہوں نیاز
تیری بندی خوش تکلم ہے نہ ہے یہ خوش طراز
ہاتھ ہیں پھیلے ہوئے سر ہے ندامت سے جھکا
اپنی رحمت سے الٰہی کر دے ان کو سرفراز
صالح بے مثل وہ کردار ہم کو ہو عطا
اک نگاہ خیر ڈالیں پھیر دیں باد تماز
معرفت کے علم سے سینوں کو تو پر نور کر
آپ مومن کو عطا کر درد دل سوز و گداز
غربت و درماندگی بیماری غصہ اور طیش
کر نہ پائیں امت مسلم پہ یہ گیسو دراز
سجدہ حق سر سے لے کر پیر تک ہر عضو کا
ہو ادا ایسا کہ دامن پر پڑھی جائے نماز
یاسمیں صبح و مسا مہکے بہ نام مصطفیٰ
شبنمیں تسبیح لئے تجھ سے کرے راز و نیاز

نجمہ یاسمین یوسف
لاہور

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

نقش بر آبِ رواں، ربِ جہاں
کچھ تو ہو میرا نشاں، ربِ جہاں
زلزلے روز ہی آجاتے ہیں
کیا کرے خستہ مکاں، ربِ جہاں
عرض یہ ہے کہ جہاں والوں پر
ہو کرم، ربِ جہاں، ربِ جہاں
جس جگہ پر ہو خموشی کا مکاں
بولتا ہوں میں وہاں، ربِ جہاں
ایک بھی شخص کی تذلیل نہ ہو
سب کی عزت ہو یہاں، ربِ جہاں
دور کرتا ہے کمی تُو ورنہ
پوری پڑتی ہے کہاں، ربِ جہاں
اب دکھائی نہیں دیتا کچھ بھی
اُٹھ رہا ہے وہ دھواں، ربِ جہاں
بولتا ہوں دمِ پرواز نجیب
ان پرندوں کی زباں، ربِ جہاں

نجیب احمد
لاہور

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

حجاز جاتی ہوئی جس گھڑی سے راہ ملی
سر نیاز کو سجدوں کی بارگاہ ملی
دعائیں ایسے ملی ہیں قبولیت سے گلے
کہ جیسے خانہء کعبہ سے یہ نگاہ ملی
ترے کرم کی توقع سے یہ ہوا ممکن
بھٹکنے والوں کو آخر تری پناہ ملی
مجھے طلسم زمانہ سے دور تو نے کیا
ہوں خوش نصیب کہ اس دل کو تیری چاہ ملی
بیان کیسے کروں کس قدر کرم ہے ترا
یہ تیرے گھر کی زیارت جو گاہ گاہ ملی
مرے خدا نے دعاؤں میں بھر دیا ہے اثر
تجھے یہ کیسی مسرت دل تباہ ملی

نورین طلعت عروبہ
راولپنڈی

☆......☆......☆

حمد باری تعالیٰ

زندگی بھر کی ریاضت کا ثمر بخشا ہے
دست قدرت نے مجھے دست ہنر بخشا ہے
جس کی چھاؤں میں رہوں، رزق مسلسل اترے
تیری رحمت نے وہ سر سبز شجر بخشا ہے
سیپ میں تو نے رکھا میری طلب کی خاطر
کیوں یہ سمجھوں کہ سمندر نے گہر بخشا ہے
اے جمیل اور حسیں ! حسن عطا ہے تیری
کور چشموں کو اگر حسن نظر بخشا ہے
علم کی بھیک بھی مانگیں تو تجھی سے مانگیں
اس لئے تو نے ہمیں کاسہء سر بخشا ہے
کائنات اس کے کسی کونے میں رکھ چھوڑی ہے
بے کراں ایسا مجھے دل کا نگر بخشا ہے
خوشبوئیں، ذائقے رکھے ہیں کئی رنگوں میں
اور مٹی کو عجب تو نے اثر بخشا ہے
کشت دل رنج سے بنجر نہ کہیں ہو جائے
آبیاری کے لئے دیدہء تر بخشا ہے
تیری صناعی ہویدا تری تخلیق سے ہے
تو نے ہر چیز کو انداز دگر بخشا ہے

واجد امیر
لاہور

حمد باری تعالیٰ

جب خالق لحن داودی موسیٰ سے باتیں کرتا ہے
اس قدر کشش آواز میں ہے دیدار کا دل دم بھرتا ہے
جو خوف خدا میں روتا ہے جس دل میں تقوی ہوتا ہے
کونین کا ہر اک غم اس کے نزدیک آنے سے ڈرتا ہے
پت جھڑ میں بھی کلیاں کھلتی ہیں اور رقص بہاریں کرتی ہیں
جب اس کی رحمت کا بادل صحرائے دل سے گزرتا ہے
آغاز کارِ خیر کرو تو بسم اللہ کو پہلے پڑھو
اس ورد مبارک کے صدقے لوگو ہر کام سنورتا ہے
خود کو پہچان تو اے انساں ہے جس کی طلب میں سرگرداں
دل میں تو جھانک کے دیکھ ذرا کیوں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے
جب ذکر خدا میں کرتا ہوں مت پوچھو کتنا نکھرتا ہوں
بے چین مرا دل اے عاجز پھر بحر سکوں میں اترتا ہے

وقاص عاجز
گوجرانوالہ

☆......☆......☆

سلسلہ حضوری کا

نعتیں

خوشبو نے تن بدن میں یوں جیسے قیام کرلیا
آپ کا نام کیا لیا، ہم تو گلاب ہوگئے

(اعجاز کنور راجہ)

نعت شریف

چھائی تھی زمانے پہ گھٹا آپ سے پہلے
کب تھی مہ و انجم میں ضیاء آپ سے پہلے
تقدیر بشر آپ کی آمد ہی سے بدلی
دنیامیں تھا اک حشر بپا آپ سے پہلے
دنیا کو دیا آپ نے دستور محبت
تھا ظلم کا دستور روا آپ سے پہلے
ہر سمت تھیں آلام کے سورج کی شعاعیں
مغموم تھی دنیا کی ہوا آپ سے پہلے
آنکھوں سے نہ بہتے تھے کبھی اشک ندامت
تاثیر سے خالی تھی دعا آپ سے پہلے
کعبے میں ہوا کرتی تھی اصنام کی پوجا
کب یاد تھا لوگوں کو خدا آپ سے پہلے
الفاظ کی حرمت نہ تقدس تھا سخن کا
کب علم کا جلتا تھا دیا آپ سے پہلے

ابراہیم حسان
حاصل پور

☆......☆......☆

نعت شریف

جذبات ڈھل رہے ہیں یوں شاعری کے فن میں
میں نعت لکھ رہا ہوں یادوں کی انجمن میں
آقا مری طرف بھی للہ چشمِ الفت
میں خود ہی اجنبی ہوں اب تک مرے وطن میں
اے تاجدار بطحا! اے رہنمائے عالم
جگنو بھی اب نہیں ہے اس تیرہ انجمن میں
اک نام آپ کا ہے تسکین دینے والا
اک یاد آپ کی ہے تارِ نفس بدن میں
للہ اپنے رب سے امت کی ہو سفارش
ایماں کی سانس لینا آساں ہو اس گھٹن میں
دیں روح بن کے دوڑے بے روح اس جسد میں
اعمال جگمگائیں اس ڈوبتی کرن میں
آساں بہر زماں ہو پھر پیروی نبی کی
پھر بے مثال ٹھہرے امت یہ بانکپن میں
احسن کے دل کی دھڑکن مایوسیوں میں گم ہے
بن کر لہو رواں ہو امید اس کے تن میں

ڈاکٹر احسن عزیز
کراچی

☆......☆......☆

نعت شریف

دل ان کی ضیاء سے چمکتا رہے گا
ولاؤں کا غنچہ چٹکتا رہے گا
زمیں و زماں میں، مکاں لامکاں میں
گل نعت حضرت مہکتا رہے گا
بہ فضل خدا ان کی الفت کا موتی
مری درج جاں میں دمکتا رہے گا
جہاں میں ابد تک دلوں میں ہمارے
مودت کا کاسہ چھلکتا رہے گا
بہ آواز تہلیل و تحمید مولا
مرے دل کا کوزہ کھنکتا رہے گا
جو چھوڑے گا دامان احمد کو ہمدم
وہ دنیا میں ہر سو بھٹکتا رہے گا

احمد محمود الزماں
راولپنڈی

☆......☆......☆

نعت شریف

کیسے پھر اس کو دوریِ منزل کا غم رہے
جس کی نظر میں آپ ﷺ کا نقشِ قدم رہے
جب تک بدن کا سانس سے رشتہ بحال ہے
لب پر درودِ پاک رہے ، آنکھ نم رہے
عشقِ رسولِ پاک ﷺ کی دولت ملے جسے
کیوں کر وہ جگ میں طالبِ جاہ و حشم رہے
یا رب دعا ہے عمر کٹے اُن ﷺ کے عشق میں
مجھ پر مرے نبی ﷺ کی نگاہِ کرم رہے
لکھتا رہوں میں نعت ہی ارشد تمام عمر
توصیفِ مصطفیٰ ﷺ میں رواں یہ قلم رہے

ارشد شاہین
ناروے

☆......☆......☆

نعت شریف

پاک نبی سب کا رکھوالا کل بھی تھا اور آج بھی ہے
سارے جہاں میں سب سے اعلیٰ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
ظلم کے بادل میرے سر پر لاکھ اندھیرے بر سائیں
اسم نبی سے دل میں اجالا کل بھی تھا اور آج بھی ہے
کوئی نہیں ہے اس سے بڑھ کر جو خود ہو محبوب خدا
کون و مکاں میں بول یہ بالا کل بھی تھا اور آج بھی ہے
کہنے کو وہ ایک بشر تھا اب اس جیسا ہے کوئی بشر
سب سے الگ وہ سب سے نرالا کل بھی تھا اور آج بھی ہے
میر ہمارا قبلہ کعبہ اس کی چوکھٹ اس کا در
عشق نبی میں دل متوالہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اشتیاق میر
لیڈز، برطانیہ

☆......☆......☆

نعت شریف

تیرے کرم سے بھرم رہ گیا ہمارا بھی
وگرنہ ٹوٹ گرا تھا یہ اک ستارا بھی

بہت جھکا ہوں مگر خاک پر گرا تو نہیں
کہ اپنا ہوتے ہوئے بھی ہوں کچھ تمہارا بھی

میں چاہتا ہوں لکھوں نعت ایسے لفظوں سے
کہ شعر شعر سے ہوجائے استخارہ بھی

یہ خاک دان کسی روز آگ پکڑے گا
لہو میں دیکھا ہے اک مدحتی شراوا بھی

میں اُن کو مانتا ہوں اور ہی طریقے سے
کہ وہ سہارا بھی ہیں راہنما ستارا بھی

بپھرتی موج مجھے کیا ڈرائے گی لوگو
مرے سفینے کے ہمراہ ہے کنارا بھی

لکھی جو نعت تو اعجاز دل پکار اٹھا
کہ میں نے توڑ دیا نظم کا اجارہ بھی

اعجاز رضوی
لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

اے! امام الانبیاء ' فریاد ہے
در پہ حاضِر ہے گدا ' فریاد ہے
یارسول اللہؐ ! کرم فرمایئے
اِستغاثہ ' التجا ' فریاد ہے
ٹھوکریں کھا کر زمانے بھر کی میں
آپؐ کے ہاں آ پڑا فریاد ہے
نفس موذی کی جفا ہے ' پے بہ پے
میں گیا مارا شہا ! فریاد ہے
آپؐ ہی میرا سہارا ہیں فقط
آپؐ ہی دیں آسرا ، فریاد ہے
اے شفیع المذنبیںؐ ! رب کے حبیبؐ !
لیجیے مجھ کو بچا ' فریاد ہے
آپؐ کو حق نے بنایا ہے سخی
کیجئے مجھ کو عطا فریاد ہے
انوؔرِ عاصی کی ہر مشکل کا حل
اک اشارہ آپؐ کا، فریاد ہے

پروفیسر ڈاکٹر اِفضال احمد انور
فیصل آباد

☆......☆......☆

نعت شریف

جہاں ہر گام رحمت ہے　　وہ رستہ ان کی سنت ہے
وہ ان کا آخری خطبہ　　ابد تک جس کی وسعت ہے
نبی کے شہر کی صورت　　زمیں پر ایک جنت ہے
ہم ان کے بھی ہیں دیوانے　　نبی سے جن کو الفت ہے
ہے شیوہ درگزر ان کا　　معافی ان کی عادت ہے
مرے آقا کی دنیا میں　　محبت ہی محبت ہے
الگ ہے مرتبہ ان کا　　جدا شانِ رسالت ہے
لپٹ سکتا ہے دشمن بھی　　کھلا دامانِ رحمت ہے
ہر اک شے بانٹ کر اٹھنا　　عجب طرزِ سخاوت ہے
وہی دربار ہے ایسا　　جہاں سب کو اجازت ہے
گزر جائے جو طیبہ میں　　وہی لمحہ غنیمت ہے
جو ان کی یاد میں دھڑکے　　وہ دل تمثالِ جنت ہے
نہ دل میں اور کچھ رکھئے　　اگر ان سے محبت ہے
مرے آقا کرم کیجئے　　بہت مشکل میں امت ہے

امجد اسلام امجد
لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

جو میں سوئے طیبہ چلوں کبھی تو سفر میں ایسا کمال ہو
نہ ستائیں راہ کے پیچ و خم نہ بدن تھکن سے نڈھال ہو

مری خاک خشت میں ڈھال کر اِسے چن دو روضۂ پاک میں
نہ ہی فاصلوں کا گلہ رہے نہ جدائیوں کا ملال ہو

ترا عشق میرا خزانہ ہے ترا ذکر میری کمائی ہے
میں وہ دن نہ دیکھوں خدا کرے کہ مری طلب زر و مال ہو

سرِ خواب مجھ سے کہا گیا کہ یہ راز سب پہ عیاں کروں
جو نماز ہو تو حسین رضی اللہ عنہ سی ہو اذاں تو مثل بلال رضی اللہ عنہ ہو

سرِ عرش پل میں پہنچ گیا تری رفعتوں کی نظیر کیا
کوئی لائے تیرے جواب میں جو کسی کے پاس مثال ہو

جو دوامِ حرف کی بات کی تو ندائے غیب سنائی دے
تجھے وہ عروج عطا ہوا جسے حشر تک نہ زوال ہو

سیّد انصر

☆......☆......☆

نعت شریف

ہے ثبت تری ذات سے تاریخ بشر میں
وہ عزم جو تھکتا نہیں طائف کے سفر میں
تو نورِ ازل تاب سرِ مطلعِ تخلیق
فیضان ِضیا تجھ سے ہے دامان سحر میں
تو سارے جہانوں کے لئے مژدہء رحمت
احوال زمانوں کے سبھی تیری نظر میں
درپیش ہے بے سمت مسافت کی اذیت
اس دور کا انسان ہے دانش کے بھنور میں
شاداب سدا تیرا چمن زار تکلم
ہر فلسفہء غیر ہے آشوب خطر میں
حیراں ہے تری شان توکل پہ زمانہ
چولھا بھی نہ جلتا تھا مہینوں ترے گھر میں
اشکوں کو زمیں پر بھی میں گرنے نہیں دیتا
سرمایہ تری یاد کا ہے دیدہء تر میں
انور مرے دیوان میں نعتِ پیمبرؐ
کیا توشہء عقبٰی ہے مرے رختِ سفر میں

انور مسعود
اسلام آباد

☆......☆......☆

نعت شریف

صبر کے جاں گداز لمحوں میں لب پہ حرفِ ملال آیا نہیں
بارشِ سنگ بھی اترتی رہی اور شیشے میں بال آیا نہیں
فردا ، موجود اور ماضی کا ہر زمانہ گواہی دیتا ہے
روز اول سے لے کر آج تلک آپ سا خوش خصال آیا نہیں
ہر زباں پر درود ہے اس کا، آسماں پر ورود ہے اس کا
یوں پیمبر تو بے شمار آئے پر محمد مثال آیا نہیں
اس کو کہتے ہیں خلد زارِ نبی ہاں یہی ہے یہی ہے دار نبی
گھر میں فاقوں کا راج ہے لیکن لب پہ حرف سوال آیا نہیں
شہر نے اوڑھ لی ہے چپ کی ردا، اب مدینہ ہے اک فراق کدہ
منتظر ہے اذان کا منبر، مصطفیٰ کا بلا ل آیا نہیں
جب تلک عشق سے کلام رہا، دامن مصطفیٰ سے کام رہا
امت مسلمہ کے حصے میں ایک دن بھی زوال آیا نہیں
شمع جلتی ہے خوا بگینے میں، حسرتِ ناتمام سینے میں
آج کی رات بھی انیسِ جاں وہ مرا شہ جمال آیا نہیں

محمد انیس انصاری

☆......☆......☆

نعت شریف

ہمارا عاشقانہ راہ پر ہے
مدینے کا سفر پیش نظر ہے
ہمیں ڈر بھی نہیں غم بھی نہیں کچھ
ہمارا چارہ گر، جب چارہ گر ہے
اسی سے محترم دونوں جہاں ہیں
محمدؐ نام اعزاز بشر ہے
درود ذکر سے چھت پر ہیں کرنیں
دعاؤں سے منور سارا گھر ہے
بڑی معصوم سی نعتیں کہی ہیں
مرے ہونٹوں پہ بچپن نغمہ گر ہے
سر میلاد نعتیں پڑھ رہا ہوں
کہ میرے ساتھ شامل شہر بھر ہے
خدا سے بات کرتا ہوں نبی کی
مرا عجز بیاں بھی معتبر ہے
عقیدت سے فقیری گھر ہے روشن
ہمارے پاس ثاقب چشم تر ہے

آصف ثاقب

☆......☆......☆

نعت شریف

جبیں جھکتی نہیں میری کسی سلطان کے آگے
جھکایا میں نے سر پیغمبر ذیشان کے آگے
محمد مصطفیٰ قرآن کی تفسیر کامل ہیں
جھکی ہے ساری دنیا آپ کے فیضان کے آگے
غریب ان کو جو کہتے ہیں وہ خود غربت کے مارے ہیں
خزانے ہاتھ باندھے ہیں مرے سلطان کے آگے
کہاں مجھ سا سخن ور اور کہاں ذاتِ محمدؐ ہے
ہوئے الفاظ سجدہ ریز ان کی شان کے آگے
سپاروں سے صدا سبحان اللہ کی لگائی ہے
پڑھی ہے نعت جب سرکار کی قرآن کے آگے
میں اس قابل نہیں آصف کہ لکھوں نعت آقا کی
کھڑا ہوں بھیک لینے حضرت حسان کے آگے

آصف شہزاد آصف

☆......☆......☆

نعت شریف

طیبہ میں کسے جانے کی خواہش نہیں ہو گی
وہ چاہیں تو پھر کیسے نوازش نہیں ہو گی
پڑھتے رہو دن رات درود اپنے نبی پر
ایمان ہے تم پر کوئی بندش نہیں ہو گی
تاکید پیمبر ہے سلام عام کرو تم
آپس میں تمہارے کبھی رنجش نہیں ہو گی
ابرو کا اشارہ مرے سرکار کریں گے
پھر حشر میں اعمال کی پرسش نہیں ہو گی
تعظیم نہیں کرتا ہے جو آل نبی کی
اس شخص کی آصف کبھی بخشش نہیں ہو گی

محمد آصف قادری
واہ کینٹ

☆......☆......☆

نعت شریف

میں روضے کی جالی میں آنسو پرو کر
ابھی آرہا ہوں مدینے سے ہو کر
خدا کیلئے ان کو آنسو نہ سمجھو
میں جنت سے لایا ہوں کوثر بلو کر
سر حشر آئے بڑی شان والے
نگاہوں میں بخشش کے منظر سمو کر
مبادا ہو میلا کہیں عکس روضہ
میں آنکھوں کو رکھتا ہوں اشکوں سے دھو کر
مجھے کیوں نہ پیاری یہ دیوانگی ہو
سبھی کچھ ہے پایا مدینے میں کھو کر
محمد ہی اول محمد ہی آخر
کئی بار دیکھا زمانہ بلو کر
مجھے جان حاجت نہیں ہے وضو کی
درودوں میں رکھتا ہوں تن من بھگو کر

جان کاشمیری

☆......☆......☆

نعت شریف

اس کی نظر سے جب دیکھا ہے
اور ہی ایک جہاں جاگا ہے
جو سیکھا ہے اس سے سیکھا ہے
جو پایا اس سے پایا ہے
دم دم دل آئینے اندر
عکس اسیؐ کا لو دیتا ہے
اس کی محبت روشنیء جاں
اس کی اطاعت دل کی جلا ہے
اس کے فیض بغیر یہ دنیا
بنجر بن تپتا صحرا ہے
سب انساں محبوب ہیں اس کے
اور وہ خود محبوب خدا ہے
وقت مدام گواہی دے گا
ایک بشر سب سے یکتا ہے
ہر تہذیب کا خیر اثاثہ
ایک اسی امی کا دیا ہے
روپ اڑاتی دھوپ میں سر پر
اس کی رحمت کا سایہ ہے

جلیل عالی
راولپنڈی

نعت شریف

جب مدح تریؐ حلقۂ افکار میں آوے
اِک سیل عقیدت مری گفتار میں آوے

ہے صل علی لب پہ دم مدح طرازی
کیونکر نہ حلاوت مرے اشعار میں آوے

ایوانِ رسالت ہے ادب گاہِ دو عالم
جبریلؑ بھی بے اِذن نہ دربار میں آوے

وہ نیند بھی دراصل حضوری کی کڑی ہے
جو نیند تجھے حسرتِ دیدار میں آوے

کس درجہ گراں قدر ہے رحمت کی نظر میں
وہ اشک کہ جو چشمِ گناہگار میں آوے

ہے رحمتِ سلطانِ مدینہ جو محافظ
ممکن نہیں کشتی مری منجدھار میں آوے

کرتا ہے وہی عرض جنیدؔ آج بھی تجھ سے
ہو اِذن اِسے بھی، تریؐ سرکار میں آوے

جنید نسیم سیٹھی
راولپنڈی

☆......☆......☆

نعت شریف

یہی دعا تو ہے پروردگار کے آگے
چمن کھلا رہے مدحت نگار کے آگے
فضا میں تیرتی پھرتی ہے بوئے عشق رسول
خزاں کا زرد ہے چہرہ، بہار کے آگے
دیار وصف نبی کی فضائیں کیا کہنا
ارم بھی کیا ہے بھلا اس دیار کے آگے
ملی مدینے کو توقیر آپ کے دم سے
جچا نہ شہر کوئی شہر پر وقار کے آگے
کیا ہے آپ کے فرمان پر عمل میں نے
جھکایا سر نہ کسی شہر یار کے آگے
سنہری جالیاں نظروں کے سامنے تھیں حسن
سکوں نہ ٹھہرا دل بے قرار کے آگے

حسن عسکری کاظمی
لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

ہمارے دل کے ہر اک ورق پر نبیء رحمت کا نام ہو گا
ہماری آنکھوں کی پتلیوں میں عرب کا جلوہ تمام ہو گا
بدلتی قدروں سے خوف کیسا، سلگتی رت سے کیسا
درود پڑھ کر سنوار لیں گے ہمارا بگڑا جو کام ہوگا
صباء کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر بہار طیبہ کدھر چلی ہے
ہماری سانسیں بھی منتظر ہیں کہ اپنے گھر میں قیام ہو گا
وہ جس کے جلوؤں سے کائنات سخن کے چہرے دمک رہے ہیں
اسی کی یادوں کی نرم کرنوں سے روح پرور کلام ہو گا
درود پڑھتی ہیں میری سانسیں قیام کرتی ہیں میری پلکیں
صفیں بنا کر کھڑے ہیں جذبے کہ عشق احمد امام ہو گا
وہ ایک ساعت کہ جس کے دامن میں ان کے قدموں کی آہٹیں ہیں
وہ ایک لمحہ ہر اک صدی پر مثال نقش دوام ہو گا
حریم الفت میں صبح دم بھی چراغ اشکوں کے جل رہے ہیں
غنیم شب کا ہر ایک قصہ حلیم حاذق تمام ہو گا

حلیم حاذق
مغربی بنگال (بھارت)

☆......☆......☆

نعت شریف

روشنی حد نظر تک روشنی
میرے گھر اور ان کے در تک روشنی
رات کو لکھتی رہی تھی نعت میں
گرد تھی میرے سحر تک روشنی
جب مدینے سے میں واپس آئی تھی
چھوڑنے آئی تھی گھر تک روشنی
میں نے دھیرے سے مرے آقا کہا
اور دیکھی بحر و بر تک روشنی
قافلے والو ملے گی اب تمہیں
میرے آقا کے نگر تک روشنی
نعت لکھنے کا ارادہ جب کیا
آ گئی کارِ ہنر تک روشنی
راحت ان کے عشق کی ہے یہ عطا
ہے مرے دل کے نگر تک روشنی

حمیرا راحت
کراچی

☆......☆......☆

نعت شریف

رونق افروز جو نور ان کا سر عام نہ ہو
سارے عالم میں اجالے کا کہیں نام نہ ہو
کارواں زیست کا راہوں میں بھٹکتا ہی رہے
مشعل عشق محمدؐ جو بہر گام نہ ہو
یاد آقا کی اگر آئے نہ مشفق بن کر
قلب کو چین نہ ہو، روح کو آرام نہ ہو
ایک ذی روح دکھا دیجے زمانے بھر میں
جس پہ سرکار کا احساں نہ ہو، انعام نہ ہو
گو دھڑکتا ہے مگر پھر بھی وہ مردہ دل ہے
جس کی دھڑکن میں بسا آپؐ کا اکرام نہ ہو
مانگو آقا کے وسیلے سے خدا سے نازش
میں نہیں مانتا یوں مانگو تو پھر کام نہ ہو

محمد حنیف نازش قادری

☆......☆......☆

نعت شریف

مجھ پہ ہو چشمِ عنائت آقا
نعت کہنے کی اجازت آقا
میں تو انساں ہوں خطا کا پیکر
آپ ہیں پیکر رحمت آقا
لاکھ عاصی ہوں مگر آپ کا ہوں
مجھ کو کافی ہے یہ نسبت آقا
عمر رفتہ پہ پشیماں ہوں میں
دور ہو کیسے خجالت آقا
آپ کے در کی گدائی کیا ملی
مل گئی جیسے حکومت آقا
جو نہ لے جائے مجھے آپ تلک
کیا کروں ایسی بصیرت آقا
ہم تو معبود محمدؐ کے حضور
جھک گئے بہر عبادت اپنی
آپ کا خاص کرم ہے ورنہ
میں ہوں اور آپ کی مدحت آقا

ڈاکٹر خالد الیاس
لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف (پنجابی)

ککھ وی جھولی وچ آقا دے کرم دے باجھ نہ آوے
آکو ای تھاں ہے جتھوں مینوں منگدیاں لاج نہ آوے

اچیاں شاناں والے نوں میں ناں دے نال پکاراں
سچی تانگھ اچ عقل تمیزاں ریت رواج نہ آوے

آقا دا امت نوں سانبھ کے رکھن دا وعدہ اے
آپ دا کھلا در ہووے تے کیوں محتاج نہ آوے

مہر لگا چھڈّی اے ربّ نے ایہو اوّل آخر
بعد محمد کسے نبی دا جگ تے راج نہ آوے

مرے نبیؐ نے فاطمہؓ ٹوری نیکی ہتھ پھڑا کے
اک چٹائی اک مشکیزہ دھی نل داج نہ آوے

باقی عمر گزاراں آپ دے در تے وانگ فقیراں
ٹلھے پوے زمانہ جا کے ، وچ سماج نہ آوے

کد چاہواں میں مغروری تے مشہوری رخشندہ
آپ دے در دی خاک ملے ،ایس سر تے تاج نہ آوے

رخشندہ نوید
لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

نگاہوں میں مدینہ ہے خیالوں میں مدینہ ہے
متاع دین و ایماں ہے یہی میرا خزینہ ہے
عجب ہے شان دھرتی کی جہاں ہے روضہء اقدس
یہی کون ومکاں کے تاج کا یکتا نگینہ ہے
خدائے لم یزل سے قرب کے طالب ذرا سن لیں
ولائے مصطفیٰ ان کے لئے آسان زینہ ہے
یہ کہہ کر ہو گئے شبیر قرباں دین احمد پر
نہ کوئی ٹھیس لگ جائے یہ نازک آبگینہ ہے
خدا ملت کو دے توفیق اب تو کچھ سنبھلنے کی
چلن پھر سے وہ اپنائے جو مسلم کا قرینہ ہے
دگرگوں عالم اسلام کی حالت ہے دنیا میں
کرم کی اک نظر آقا، بھنور میں اب سفینہ ہے
خدایا! آفریں کو رکھ سدا ایمان پر قائم
نہ ہو ایمان گر قائم تو جینا خاک جینا ہے

رشید آفریں

☆......☆......☆

نعت شریف

ہر ایک نظم و غزل، قصیدہ، کلام بے اعتبار ہو گا
لکھا ہے جو حمد و نعت میں بس اسی کو حاصل وقار ہو گا
کرے گا آقا کی جو اطاعت، وہ پائے گا دوجہاں میں عزت
ہٹے گا جو ان کے نقش پا سے، وہ دونوں عالم میں خوار ہو گا
زمانے بھر میں بھٹکنے والو! دیار طیبہ تو جا کے دیکھو
دماغ کو روشنی ملے گی، دلوں کو حاصل قرار ہو گا
ابھی سے ہے ذہن میں وہ منظر، جب ان کو دیکھوں گا روز محشر
نظر نظر تک بہار ہو گی، نفس نفس مشک بار ہو گا
رئیس میں کیا، مرا عمل کیا، بس اس بھروسے پہ مطمئن ہوں
نبی سے کرتے ہیں جو محبت، مرا بھی ان میں شمار ہو گا

ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی
علی گڑھ (بھارت)

☆......☆......☆

نعت شریف

تخیل کو گل افشاں کر دیا ہے
معطر ایسا ذکر مصطفٰے ہے
گدائے کوچہء خیر البشر کو
مقام پادشاہی مل گیا ہے
رسائی آپ کی رب علی تک
ہمارا آپ ہی سے رابطہ ہے
خدا نے آپ کو سب کچھ سکھایا
وہ چہرا ہو بہو قرآن کا ہے
مجھے راس آگئی ہے نعتِ پیمبر
مرے اندر مدینہ جاگتا ہے
مقدم آپ کا ارشاد ہر جا
یہ جذبہ حاصل ایماں ہوا ہے
عزیز از جاں ہوئی ذاتِ محمدؐ
خدا بھی آپ کے دم سے ملا ہے
ریاض نعت سے سرشار ہوں میں
قرینہ زندگی کا مل گیا ہے

ریاض حسین زیدی
ساہیوال

☆......☆......☆

نعت شریف

برستی رحمتوں کے ہالہء انوار میں رہنا
مبارک ہو تجھے اے روح اس دربار میں رہنا
ہمہ تن گوش بن کر سننا ان کے پاؤں کی آہٹ
سراپا چشم بن کر ان در و دیوار میں رہنا
گزرتے پل قسم ہے ساعتِ معراجِ حضرت کی
یونہی تا عمر میرے طالعء بیدار میں رہنا
خوشا وہ زیست جو ذرہ بنے اور جس کی قسمت ہو
ترے لمس قدم کی خاکِ قدس آثار میں رہنا
درود پاک سے رکھنا زباں کو باوضو ہر پل
دلا! خوشبو کے ہالے، نور کے انوار میں رہنا
مراقب ہو کے منظر دیکھنا ایام رفتہ کے
زہے قسمت! نظر کا حلقہء ابرار میں رہنا
کبھی ان تجربوں کو مل نہ پائے گا لب و لہجہ
ہے اب تاعمر ہم کو حسرت اظہار میں رہنا
پرے ہونا نہ اس ماحول نوری سے کسی لمحے
سدا روح ریاض اب خدمتِ سرکار میں رہنا

ڈاکٹر ریاض مجید
فیصل آباد

☆......☆......☆

نعت شریف

نظارہء بام و در و دیوار بہت ہے
اے شہرِ تمنا ترا دیدار بہت ہے
انوار کی رِم جِھم سے ہیں مینار درخشاں
آنکھوں میں مدینے کا یہ آثار بہت ہے
پلکوں میں سجاؤں نہ میں کیوں خاک وہاں کی
مسند پہ عقیدت کی یہ دستار بہت ہے
دیتا ہے ہر اک سانس ازل سے یہ گواہی
دنیا کو یہی قافلہ سالار بہت ہے
کیا غم ہو اگر لفظ میرے ساتھ نہیں ہیں
یہ عجز بھی اے حسرتِ اظہار بہت ہے
احساس میں ٹھنڈک ہے مدینے کی عجم تک
وسعت میں یہ نسبت ارم آثار بہت ہے
ہر سمت مہکتی ہے ترے نام کی خوشبو
لفظوں میں پرونا اسے دشوار بہت ہے
مہکے تری دہلیز سے چھو کر مرا پیکر
جاں میری اس ارمان سے سرشار بہت ہے
دیتی ہے تریؐ آس، سہارا مجھے آقا
ورنہ تو زبیدہ یہاں نادار بہت ہے

زبیدہ حیٔ
فیصل آباد

نعت شریف

کہئے تو ذرا مدحتِ سلطانِ مدینہ
پھر دیکھیے خود رحمتِ سلطانِ مدینہ
امّت پہ نظر ہو کہ گرفتارِ ستم ہے
اک چشمِ کرم ، رحمتِ سلطانِ مدینہ
پھر اور بھلا کون جچے اس کی نگہ میں
جس دل میں بسے عظمتِ سلطانِ مدینہ
عاصی پہ کرم ہو کہ گرفتارِ بلا ہے
اے رحمتِ حق ، رحمتِ سلطانِ مدینہ
جز اس کے تمنّا نہیں اب کوئی بھی یا رب !
دکھلا دے مجھے صورتِ سلطانِ مدینہ
خورشید پلٹ آتا ہے ، ہوتا ہے قمر شق
دیکھو تو ذرا قدرتِ سلطانِ مدینہ
اللہ کے بعد ان سے نہیں کوئی بھی بڑھ کر
دیکھے تو کوئی رفعتِ سلطانِ مدینہ
ماں باپ فدا میرے ، دل و جان تصدّق
اے طلعتِ حق ، طلعتِ سلطانِ مدینہ
اس دل کو کوئی صاحبِ دل کیسے کہے دل
جس دل میں نہ ہو عظمتِ سلطانِ مدینہ
پڑھتے ہوئے نعت ان کی میں قدموں میں گروں گا
دیکھوں گا میں جب صورتِ سلطانِ مدینہ
توحید کا دعویٰ بھی غلط اس کا ہے دانش !
جس دل میں نہیں حرمتِ سلطانِ مدینہ

ڈاکٹر ذوالفقار دانش
حسن ابدال

☆......☆......☆

نعت شریف

جمالِ نورِ خدا سے مجھے نوازتے ہیں
حضور اپنی دَیا سے مجھے نوازتے ہیں

وہ بھوک سہہ نہیں سکتے ہیں اپنے ناعِت کی
حضور؛ رزقِ ثناء سے مجھے نوازتے ہیں

حد و کنار کہاں ہے عطائے سرور کی؟
وہ توڑ کر مرے کاسے مجھے نوازتے ہیں

وہ لے کے چادرِ تطہیر میں نواسوں کو
ولائے آلِ عبا سے مجھے نوازتے ہیں

مآل و مال سے، شعر و سخن سے، نعتوں سے
وہ کیسی کیسی ادا سے مجھے نوازتے ہیں!

حسن، حسین بھی، غوثِ جلی بھی، خواجہ بھی
مرے نبی کے نواسے مجھے نوازتے ہیں

میں تین پشتوں سے مہرِ علی کا سائلؔ ہوں
وہی علی کی وِلا سے مجھے نوازتے ہیں

سائلؔ نظامی
گوجرخان

☆......☆......☆

نعت شریف

جب رحمت عالم کا سراپا نظر آیا
یہ فرش زمیں عرش معلٰی نظر آیا
نعلین مبارک نے جو بخشا اسے غازہ
رخسار صفا نور کا ہالہ نظر آیا
آقا نے محبت سے بکھیری جو تجلی
امت کو سیہ رات میں رستہ نظر آیا
چلتا ہے زمیں پر تو سرِ عرش ہے آہٹ
آقا ترا نوکر بھی انوکھا نظر آیا
طیبہ کے شفا خانے میں داخل جو ہوا ہے
لوٹا تو وہ بیمار مسیحا نظر آیا
جو دیکھ سکے دیکھ لے آنکھوں کے یہ البم
کس کس سے کہوں عشق میں کیا کیا نظر آیا
راہوں میں عقیدت سے بچھا دیں سحر آنکھیں
جب کوئی غلامِ شہِ والا نظر آیا

سحر فارانی
کامونکی

☆......☆......☆

نعت شریف

حدِ امکان تک روشنی کا سفر، تیری نسبت سے ہے
اک دیا سورجوں کی طرح معتبر، تیری نسبت سے ہے

میں فراتِ ازل کے کنارے شجر، تشنۂ آرزو
میری شاخوں پہ احسانِ برگ و ثمر تیری نسبت سے ہے

چشمِ نم سے دلوں تک اُترتی ہوئی ایک قوسِ قزح
کیسی برسات ہے اور کیسا اثر، تیری نسبت سے ہے

کہکشاؤں میں جو روشنی جاگتی ہے ترا عکس ہے
دشتِ شب کے سفر میں، یقینِ سحر، تیری نسبت سے ہے

میرے الفاظ میں ایک ترتیب، تیری طلب کی عطا
ذرۂ خاک ہوں اور میرا ہُنر، تیری نسبت سے ہے

سرور جاوید
کوئٹہ

☆......☆......☆

نعت شریف

تیرگی یوں مٹا کے دیکھتے ہیں شمع مدحت جلا کے دیکھتے ہیں
خاک طیبہ کو مل کے چہرے پر شان اپنی بڑھا کے دیکھتے ہیں
سبز گنبد کا کھینچ کر نقشہ اپنی آنکھیں سجا کے دیکھتے ہیں
موم ہوتا ہے دل کا پتھر بھی عکس جب نقش پا کے دیکھتے ہیں
جو بھی ان کے حضور آ جائے وہ اسے مسکرا کے دیکھتے ہیں
ہم گنہگار حسن خلد بریں ان کے قدموں میں جا کے دیکھتے ہیں
مجھ سے عاصی کو دیکھ کر سب لوگ رنگ ان کی عطا کے دیکھتے ہیں
ان کے در سے جو ہو کے آتا ہے اس کو قدسی بھی آ کے دیکھتے ہیں
نعت صورت ہے باریابی کی یہ ہنر آزما کے دیکھتے ہیں
ان کے قدموں میں بیٹھ کر کچھ دیر جلوے عرش علیٰ کے دیکھتے ہیں
لے کے نامہ ہمارے نام آئے روز رستے صباء کے دیکھتے ہیں
پڑھ کے ان پہ درود، مولا کے پھر کرم انتہا کے دیکھتے ہیں
جن کو پانا ہو زندگی کا سراغ خود کو ان پہ مٹا کے دیکھتے ہیں
چھوڑ شاہوں کی عارضی سطوت ٹھاٹھ ان کے گدا کے دیکھتے ہیں
ان کے جلووں میں ہو کے گم سرور لوگ جلوے خدا کے دیکھتے ہیں

سرور حسین نقشبندی
مدیر مدحت

☆......☆......☆

نعت شریف

آپ تو جانتے ہیں مرے کرب کو، آپ سے کیا چھپا ہے بھلا یا نبی
میرے احوال پر بھی نظر کیجیے آپ کو آپ کا واسطہ یا نبی
سالہاسال سے کاٹتی ہیں یہاں کتنی نسلیں غلامی کی آزادیاں
یہ جو زنجیر ہے، کیا یہ تقدیر ہے کیا کبھی ہم بھی ہوں گے رہا یا نبی
جنگلوں کے لیے باعثِ عار ہیں یہ درندے جو قوموں کے سردار ہیں
ڈھونڈتی ہے نظر کوئی راہ ِمفر کوئی رہبر کوئی رہنما یا نبی
روز اک حادثہ پیش آتا ہوا سابقہ حادثوں کو بھلاتا ہوا
اورسب سے بڑی قوم کی بے حسی سانحوں سے بڑاسانحہ یا نبی
دل بدلتے نہیں دن بدلتے نہیں چند قوموں کے ڈر سے نکلتے نہیں
کچھ نہیں، سب کے سب کیا عجم کیا عرب ہیں جو گنتی میں بے انتہا یا نبی
اپنے ایندھن میں دن رات جلتے ہیں ہم بس پگھلتے ہیں اور بس پگھلتے ہیں ہم
اب تو دستِ طلب میں سکت بھی نہیں جو اٹھا پائے حرفِ دعا یا نبی
اے وہ جس کے لیے ساری دنیا بچی آپ کی قوم ہے آپ سے ملتجی
کیجیے اپنی چادر عطا یا نبی !لوگ صدیوں سے ہیں بے ردا یا نبی
عمر بھر یوں ہی بھیجے درود آپ پر جان قربان کر دے سعود آپ پر
یہ غلام آپ کا ' یہ سلام آپ کا آپ کے نام صلِّ علٰی یا نبی '

سعود عثمانی

لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

روشن رُخِ رسول سے تیرہ نگاہ ہے
قدموں تلے دیارِ مقدس کی راہ ہے
جس دن ترا نہ ذکر کرے نطقِ کم نسب
وہ دن میری حیات کا یومِ سیاہ ہے
عقل و خرد ہے خیر کے منصب پہ سرفراز
اُن کی گلی میں عجز کے سر پہ کلاہ ہے
اُس بارگہ میں سارے کماں دار ہیچ ہیں
وہ ایک بادشہ ہے جو عالم پناہ ہے
اونچا ہے جس جگہ پہ فقیروں کا مرتبہ
روئے زمین پہ ایک تری بارگاہ ہے
رکھنا سروں پہ ہاتھ فقیروں کے بادشاہ
یہ عاجزوں کی فوج ہے تری سپاہ ہے
وہ اپنی ذات میں یک و تنہا و منفرد
اور اس سے آگے سوچنا حدِ گناہ ہے

محمد سلیم طاہر
لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

مدینے کو جو رستہ جا رہا ہے
سر عرش معلٰی جا رہا ہے
ازل سے صفحۂ ارض و سما پر
انہیؐ کا نام لکھا جا رہا ہے
انہیں ؐ سے ربط ہے آنکھوں کا میری
انہیںؐ کا خواب دیکھا جا رہا ہے
نقوشِ ہجرتِ آقا ہیں روشن
جہاں تک بھی یہ صحرا جا رہا ہے
مدینے کے گلی کوچے ہیں اور میں
بہت کچھ یاد آتا جا رہا ہے

سلیم کوثر
کراچی

☆......☆......☆

نعت شریف

ملتی رہی قلم کو سعادت کی روشنی
در آئی حرف حرف میں مدحت کی روشنی
آنے سے آپ کے ہوئیں کافور ظلمتیں
عالم میں پھیلی آپ کی رحمت کی روشنی
غارِ حرا میں لے کے جو آئے تھے جبرئیل
سچا کلامِ نور، ہدایت کی روشنی
تا حال ہو رہی ہے وہ برسات نور کی
لمحے نے پائی تھی جو زیارت کی روشنی
ایثار و در گذر کا سبق آپ نے دیا
پھیلائی آپ نے ہے اخوت کی روشنی
عورت کو بخشی آپ نے آکر حیاتِ نو
عزت ملی اسے اور عظمت کی روشنی
صبح و مسا ہے ناز کی بس آرزو یہی
میری نواحِ جاں میں ہو سیرت کی روشنی

سمیعہ ناز
لیڈز، برطانیہ، یوکے

☆......☆......☆

نعت شریف

تاج لولاک لما کا ترے سر پر رکھا
رنگِ ہستی کی نمو میں ترا جوہر رکھا
کہیں منبر، کہیں محراب، کہیں در رکھا
میری آنکھوں میں ترے شہر کا منظر رکھا
اشک آباد کیا میں نے شبستانِ وجود
نعت لکھتے ہوئے قرطاس کو بھی تر رکھا
دولت فقر و قناعت سے نوازا ہے مجھے
اس نے شاہوں کی طرح مجھ کو تونگر رکھا
حسن اخلاق کی رعنائی سے دل جیت لئے
ہاتھ میں تیر نہ شمشیر نہ خنجر رکھا
پھر اسے کوئی فرودست نہیں کر پایا
جس کو اللہ کے محبوب نے برتر رکھا
میں نے محراب عقیدت میں جبیں سائی کی
معبد جاں کا ہر اک گوشہ منور رکھا
سارے الفاظ تہی دست ہیں شاکرؔ ورنہ
دل کے جزدان میں ہے نعت کا دفتر رکھا

سید شاکر القادری
اٹک

☆......☆......☆

نعتیہ سلامِ حاضری

بچشمِ پُر نور سلام آقا
کھڑا ہے در پر غلام آقا

ہم عاصیوں کو نوید بخشش
بس آپ ہی کا ہے نام آقا

نفس میں بھر لوں ہوائے طیبہ
ملے جو اذنِ قیام آقا

ہے تزکیہ آپ ہی کا منصب
سو کیجئے انتظام آقا

سیاہیاں جو ہیں میرے دل میں
نکال دیجیے تمام آقا

ملے درِ سیّدہ کی مٹی
تو آئے پیشانی کام آقا

بنے جو فہرست حاضری کی
تو آئے جاذب کا نام آقا

شکیل جاذب
اسلام آباد

☆......☆......☆

نعت شریف

شدتِ غم کا علاج ایک اشارہ تیرا
کلمہ پڑھتے ہیں لقمان و مسیحا تیرا
دل کھلا رہتا ہے وہ پھول کے مانند سدا
دے طراوت جسے رحمت بھرا چھینٹا تیرا
ہوتے رہتے ہیں تسلسل سے زمانے سیراب
کسی موسم میں اترتا نہیں دریا تیرا
ایک ذرہ نظر آتا ہے ستارا جس پر
اس بلندی کی طرف جاتا ہے رستہ تیرا
ہائے کیا رنگِ مساوات ہے آقا و غلام
بھول بیٹھے ہیں ترے عشق میں میرا تیرا
اس کو مخدومہء کونین چچا کہتی ہیں
حبشی پر وہ کرم ہے شہِ بطحا تیرا
عجمی خانہء ذیشانِ عرب کا ہے مکیں
وطن و قوم سے الطاف ہے بالا تیرا
مہرِ ہستی ہے تری شام کے دامن میں چھپا
صبحِ تہذیب کا آغاز اجالا تیرا
سعدی، جامی کی طرح اوج پہ ہو نامِ شہاب
شاخِ کاتب کو اگر حکم ہو شاہا تیرا

شہاب صفدر

☆......☆......☆

نعت شریف

رہِ نبی میں سرِ انتظار ہیں نعتیں
اسی لئے تو سبھی یادگار ہیں نعتیں
عجیب نعت فزا ہے سماں مدینے کا
قدم قدم پہ یہاں بے شمار ہیں نعتیں
اسی لئے تو بہت خوش خصال ہوں لوگو
کہ میرے دل میں سراپا بہار ہیں نعتیں
میرے نبی کے تکلم سے پھول جھڑتے تھے
جبھی تو میں نے لکھیں مشکبار ہیں نعتیں
طلب سے بڑھ کے نوازا ہے مجھ نکمے کو
خوشا کہ باعث صد افتخار ہیں نعتیں
قرار بخش ہیں اور مطلع بہار بھی ہیں
ہمارے دل کو بہت خوشگوار ہیں نعتیں
نبی کی آل نبی سے جدا نہیں شہزاد
جبھی تو آل نبی پر نثار ہیں نعتیں

شہزاد بیگ
فیصل آباد

☆......☆......☆

نعت شریف

دن رات ہیں کرم کی فراوانیوں میں ہم
رہتے ہیں مست ان کی ثنا خوانیوں میں ہم

ہم روح چھوڑ آئے ہیں کوئے حبیب میں
اے موت لوٹ جا کہ نہیں فانیوں میں ہم

ہم نعت خواں ہیں اہل درود و سلام ہیں
ہوں گے شمار دیکھنا قرآنیوں میں ہم

ہم نے سلوکِ نعت مکمل کیا ہے طے
کیسے نہ پھر شمار ہوں عرفانیوں میں ہم

مجلس رہی ہے رومیوں اور جامیوں کے ساتھ
بیٹھے اُٹھے ہیں سعدیوں ، خاقانیوں میں ہم

ہم خانقاہِ نعتِ نبی کے ملنگ ہیں
پاتے ہیں لطف رہ کے بیابانیوں میں ہم

عُشّاقِ مصطفیٰ سے تعلق ہمیں بھی ہے
رہتے ہیں سیفیوں میں، سمنگانیوں میں ہم

ہم نے لیا ہے حیدر و فاروق سے شعور
یوں ہیں بفضل ایزدی عثمانیوں میں ہم

ناموس مصطفیٰ پہ کئے جان و دل نثار
پیچھے نہیں رہے کبھی قربانیوں میں ہم

مدحت کا اور کوئی صلہ چاہتے نہیں
روز جزا شمار ہوں حسانیوں میں ہم

کیوں کر جچیں نگاہ میں یہ اہل اقتدار
کچھ دن رہے ہیں آپ کی دربانیوں میں ہم

ہم مسلک اویس و بلال و صہیب ہیں
شہزاد مشرباً بھی ہیں سلمانیوں میں ہم

محمد شہزاد مجددی

لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

بے چین دل میں اور بھی ہلچل مچا گیا
طیبہ کی سمت جب بھی کوئی قافلہ گیا
کتنے مہ و نجوم مرے ساتھ ہو لیے
وہ لطف تھا سفر میں کہ چلتا چلا گیا
قربان جاؤں آپکے ہاتھوں کے لمس پر
پتھر کو چھو گیا تو نگینہ بنا گیا
جب خود خدا نے نعت لکھی,انتہا ہوئی
کہنے کو ان کی شان میں کیا کیا لکھا گیا
اختر مرے سخن کی پذیرائی دیکھیئے
گویا پر ملک میرے ہاتھوں میں آ گیا

شیراز اختر مغل

☆......☆......☆

نعت شریف

اے دل نبی کے عشق میں تو کیا شریک ہے
اس کا تو ربِ ارض و سما لاشریک ہے
کرتا ہوں زخم خاکِ مدینہ سے مندمل
تنہا نہیں میں اس میں زمانہ شریک ہے
کچھ لکھ رہا ہوں خاکِ مدینہ کو گھول کر
اس میں یہ خاکسار اکیلا شریک ہے
آپ آئے کائنات کی آنکھیں ہیں فرشِ راہ
اور اس میں فرشِ خانۂ کعبہ شریک ہے
جس روشنی سے تیرگی کے سائے چھٹ گئے
اس روشنی میں آپ کا سایہ شریک ہے
لو جارہا ہوں سوئے مدینہ میں سر کے بل
اس طرح کون میرے علاوہ شریک ہے

صفدر صدیق رضی
کراچی

☆......☆......☆

نعت شریف

شہ مدینہ کبھی لامکاں سے دور نہیں
زمیں پہ رہتے ہوئے آسماں سے دور نہیں
بغیر عرضِ تمنا مراد پاتا ہوں
میں شاہ دیں کے کبھی آستاں سے دور نہیں
مدینہ فکر کا محور ہے میں جہاں جاؤں
یہ میرا طائرِ جاں آشیاں سے دور نہیں
ہر امتی کے ہے احوال پر نظر ان کی
کوئی غلامِ شہِ دوجہاں سے دور نہیں
نہیں ہے بُعد ذرا بھی حدیث و قرآں میں
کہ بوئے لالہ وگل، گلستاں سے دورنہیں
نبی کی نعت کا اعجاز خاص ہے طاہر
کہ میری شاعری حسن بیاں سے دور نہیں

پروفیسر محمد طاہر صدیقی
فیصل آباد

☆……☆……☆

نعت شریف

طیبہ کی سہانی گلیوں میں جب بھی ہو گزر اے بادِ سحر
کچھ خاک کے ذرے لے آنا میں ان کو سجا لوں پلکوں پر
وہ خاک کہ جس نے چوما ہے محبوب خدا کے قدموں کو
اس خاک کے ذرے ذرے پر قربان جہاں کے لعل و گہر
اک نور درخشاں صبح و مسا ان راہوں کی تقدیر بنا
تھی جن پہ مسلط تاریکی اک مدت سے تا حد نظر
آقا ہی نے اس کو آ کے دیا وحدت کی حسیں منزل کا پتہ
گمراہی کی وادی میں ورنہ تھی کب سے بھٹکتی نوع بشر
بے آب و گیہ صحراؤں میں اک آپ کے فیض رحمت سے
انساں کی نشاط خاطر کو گلزار کھلے تا حد نظر
جاں بخش حسیں پر کیف ہوا، تسکین میں ڈوبی ساری فضا
ہے نور تجلی جس کی زمیں اور ذرہ ذرہ شمس و قمر
کچھ حسرت و ارماں اور نہ ہو کچھ اور نہ ہو مقصود نظر
بس دیکھ لوں طلعت! جیتے جی وہ گنبد خضراء ایک نظر

طلعت سلیم
برمنگھم (برطانیہ)

☆......☆......☆

نعت شریف

محمدؐ کی ثناء میری زباں پر
مقدر لے گیا ہے آسماں پر
دل و دیدہ بچھانے کو وہاں پر
لگی ہے بھیڑ ان کے آستاں پر
تلاشِ نقشِ پائے مصطفیٰ میں
میں جا پہنچا زمیں سے کہکشاں پر
چلو طیبہ چلیں، جنت خریدیں
بہت سستا ہے سودا اس دکاں پر
نبیؐ کے پیڑ پر میں نے بنایا
گرے گی برق کیسے آشیاں پر
خدا نے مصطفیٰ مبعوث کر کے
کرم اپنا کیا ہے دوجہاں پر

خواجہ محمد عارف
برمنگھم برطانیہ

☆......☆......☆

نعت شریف

شب میں یوں ہی نہ اختر شماری کریں
آیئے! وصفِ محبوبِ باری کریں
زندگی وقفِ مدحت گزاری کریں
اِک یہی کام ہم عُمر ساری کریں
یادِ سرکار میں اشک باری کریں
مزرعِ رُوح کی آبیاری کریں
یا نبی یا نبی کی صدائیں سدا
بادِ صرصر کو بادِ بہاری کریں
دھیمی دھیمی چلیں چال شاہِ اُمم
مصطفٰی گفتگو پیاری پیاری کریں
یہ بھی ہے سُنتِ شاہِ کون و مکاں
ہر گھڑی اختیار انکساری کریں
ان کے عُشاق فرمائیں حل مشکلیں
ان کے در کے گدا تاج داری کریں
زیست جب ہے کہ یادِ پیمبر کو ہم
ہر نفس دِل میں جاری و ساری کریں
ان کی نعتیں ہی عارف وہ دولت ہیں، جو
نیکیوں والے پلڑے کو بھاری کریں

محمد عارف قادری
واہ کینٹ

نعت شریف

کھول کر تم دیکھ لو لوگو کتابِ حسنِ دوست
عالم ہستی نظر آئے گا بابِ حسن دوست
کر رہا ہے عالم تاریک میں ضوباریاں
آسمانِ والضحیٰ پر آفتابِ حسنِ دوست
محو ہوجائے گی ذہنوں سے کہانی طور کی
اُٹھ گیا اک بار لوگو جب حجابِ حسنِ دوست
کہہ رہا ہے آیتِ قوسین کا ہر ایک حرف
رشکِ خاکِ لامکاں گردِ ترابِ حسنِ دوست
بہہ رہی ہیں سلسبیلیں کوثر و تسنیم کی
قطرہ قطرہ تو نہیں بنتی شراب حسنِ دوست
برتری رنگ و نسل کی ٹھوکروں کی ہے نذر
اعتدالِ دین و دنیا ہے خطابِ حسنِ دوست
عقل والے تو قیاسِ ذات میں مارے گئے
عشق والے ہورہے ہیں فیضیاب حسنِ دوست
لے جنم کیسے سوال مثلیت اے ناقصو!
کہہ دے عاصؔم ہونہیں سکتا جواب حسنِ دوست

ابن امام عاصم

☆......☆......☆

نعت شریف

یہ آج سوچ رہا ہوں کہ کل چلا جاؤں
درِ رسول پہ میں سر کے بل چلا جاؤں

بجائے عالمِ برزخ، مدینہ چھوڑے گی کیا؟
میں تیرے ساتھ اگر اے اجل چلا جاؤں!

سکونِ قلب؛ اب اتنا بھی نا سمجھ میں نہیں
کہ تجھ کو ڈھونڈنے دشت و جبل چلا جاؤں

کوئی چلا ہو مدینے تو میں بھی رُکتا نہیں
اگر ہوا بھی کہے مجھ سے: چل؛ چلا جاؤں

بس ایک آرزو باقی ہے اب ، کہ اُن کے حضور
عقیل! لے کے یہ فردِ عمل چلا جاؤں

سیّد عقیل شاہ
راول پنڈی

☆......☆......☆

نعت شریف

صدقے میں آپ ہی کے بنی کائنات ہے
نورِ حیات ، پرتوِ والا صفات ہے

قبل ازل سے خالق و قادر کے باب میں
تمہید نور آپ ہی کی پاک ذات ہے

تائید حق میں بعد ابد ہوں گے آپ ہی
محبوب پر خدا کا یہ خاص التفات ہے

وجہِ شرف ہیں آپ ہی انسان کے لیے
ورنہ تو مشتِ خاک میں کیا خاص بات ہے

اللہ نے ''رفعنا لک ذکر ''کہہ دیا
''لاریب ''ذکرِ پاک کو حاصل ثبات ہے

ذکر و درود، وردِ زباں، حرزِ جاں کیا
ہم جانتے ہیں اس میں ہماری نجات ہے

رحمت ہیں آپ سارے جہانوں کے واسطے
کوثر نصیب آپ سے روحِ حیات ہے

علی اکبر عباس

☆......☆......☆

نعت شریف

نورِ رحمت میں رہوں اور نمایاں ہو جاؤں
یا نبیؐ ایک نظر میں بھی فروزاں ہو جاؤں
گرد آلود ہیں قسمت کے ستارے آقاؐ!
چوم لوں آپ کا در تو مہِ تاباں ہو جاؤں
جشنِ میلاد مناؤں تو اس انداز کے ساتھ
یوں چراغاں کروں میں آپ چراغاں ہو جاؤں
میری مٹی کے ہر اک ذرے سے آتی ہے صدا
خاکِ طیبہ ہو میسر تو گلستاں ہو جاؤں
عاصی و خاک بسر ہوں مرے اللہ مگر!
وہ شفاعت کریں اِس شان کے شایاں ہو جاؤں
سلسلہ بوذر و سلمان سے مل جائے گا
میں غلامانِ غلامانِ غلاماں ہو جاؤں
مجھ سے مشکل نے کہا بھیج درود اُن پر تُو
یہی صورت ہے کہ میں آپ ہی آساں ہو جاؤں
میری نسبت ہے مدینے سے، اسی نسبت سے
باعثِ مغفرتِ شہرِ خموشاں ہو جاؤں
کچھ سلیقہ نہیں یاسرؔ مجھے گویائی کا
نعت کہنے کے وسیلے سے سخنداں ہو جاؤں

علی یاسر
اسلام آباد

☆......☆......☆

نعت شریف

زہے نصیب کہ میں ہوں ثناء کے رستے پر
مرا چراغ جلے گا ہوا کے رستے پر
نظر میں شہر نبی کی مسافتیں مہکیں
گل مراد کھلا ہے دعا کے رستے پر
طلوعِ حسنِ بصیرت بہار لے آیا
حرا کے پھول کھلے مصطفٰے کے رستے پر
ہزار شکر کہ وہ نقشِ پا نظر آیا
سفر تھا میرا وگرنہ فنا کے رستے پر
فراتِ عصر! نئی کربلا کہانی سوچ
نکل پڑا ہوں میں آلِ عبا کے رستے پر

عمران نقوی
لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

ہر شجر خامہ، سیاہی جو سمندر ہوتا
مجھ سے پھر بھی نہ رقم ذکر پیمبر ہوتا
مجھ کو سرکار کے قدموں میں جگہ مل جاتی
رفعت عرش کی مانند مقدر ہوتا
یاد میں ان کی جو رونے کا ہنر آ جاتا
ایک اک اشک مری آنکھ کا گوہر ہوتا
آپ آئے تو اندھیروں نے اجالے پائے
ورنہ کونین میں کچھ بھی نہ منور ہوتا
نعت میں سورہء حجرات سموتا کوئی
نعت لکھنے کو بھی جبریل کا شہپر ہوتا
اپنی اپنی ہے طلب اپنی ضرورت جاود
کاش میں آپ کی دہلیز کا پتھر ہوتا

غضنفر جادو چشتی
گجرات

☆......☆......☆

نعت شریف

حبیب کبریا صلی علی کا ہر پہلو
برائے خیر تھا خیر الوریٰ کا ہر پہلو
برائے امت اُخریٰ جہاں میں آئے تھے
برائے امن تھا صلی علیٰ کا ہر پہلو
کسی کو مانگتے دیکھوں تو یاد آتا ہے
مجھے رسولؐ کے جودو سخا کا ہر پہلو
تھے آپ اپنی رسالت کی خود گواہی وہ
کھلا ہے جن کی وجہ سے یہ ''لا'' کا ہر پہلو
اسی لیے تو بہت مطمئن ہے دل میرا
ہے میری نعت میں ان کی ثناء کا ہر پہلو
کسی بھی باب سے گزریں کہیں سے داخل ہوں
دمک رہا ہے درِ مصطفٰے کا ہر پہلو
گزر کے آئی ہے شائد یہ شہر طیبہ سے
ہے خوشبوؤں سے معطر صبا کا ہر پہلو
خشوع سے جونہی اُٹھاؤں دعا کو ہات عاصمؔ
سمیٹ لیتا ہے کوئی دعا کا ہر پہلو

ڈاکٹر غنی عاصم

☆......☆......☆

نعت شریف

متاعِ کون و مکاں فیضِ عام اُس کا ہے
کہ جبرئیلِ امیںؑ بھی غلام اُس کا ہے
خدا نے آپ عطا کی ہیں عظمتیں اُس کو
سو ذکر جاری و ساری مدام اُس کا ہے
ضمیرِ فرش کی راحت بھی اُس کی یادِ حسیں
جبینِ عرش کی زینت بھی نام اُس کا ہے
چھڑی ہوئی ہے شب و روز گفتگو اُس کی
انیسِ روح کرم گام گام اُس کا ہے
بظاہر آنکھ سے ہے دور گنبدِ خضریٰ
مگر غلام کے دل میں مقام اُس کا ہے
کوئی بھی درد ہو درماں ہے اہتمامِ درود
کوئی بھی روگ ہو شافی سلام اُس کا ہے
عبادتوں کا ہے فیضانؔ فلسفہ اتنا
سدا خدا کو عزیز احترام اُس کا ہے

فیض رسول فیضانؔ
گوجرانوالا

☆......☆......☆

نعت شریف

یہ دہقاں در پہ دستک دے رہے ہیں چشمِ پرنم سے
زمیں مدت سے پیاسی ہے حضور ابرِ کرم سے
ہماری زندگی کو وقت کا سورج نہ پی جائے
یہ قطرہ زیست کا مل جائے شاہا! آپ کے یم سے
مرے آقا! مرے ظلمت کدے کو روشنی بخشیں
زمیں تا عرش اعظم ہے منور آپ کے دم سے
قدم رنجہ جو فرمائیں تو گلشن میں بہار آئے
اگائے ہیں شجر امید کے مژگاں کی شبنم سے
اسی تنویر کا اس نور کی تسبیح کا صدقہ
جبین عرش میں پہلے جو تھا تخلیق آدم سے
ہم آئیں روح کے بل آستاں بوسی کو طیبہ میں
ملے جو حاضری کا اذن اس سرکارِ اعظم سے
در اقدس پہ حاضر ہے قمر سا تشنہ کام آقا
بھرے گا کاسہء دل آج وہ کوثر سے زمزم سے

علامہ قمرالزمان خان اعظمی
بریڈفورڈ برطانیہ

☆......☆......☆

نعت شریف

حروف و فن کو یقیناً شعور نعت کا ہے
مجھے بھی اہلِ بصیرت غرور نعت کا ہے
شعور ، فکر، تخیل ،سخن، کلام ، زباں
اک ایک شے پہ جو اترا ہے نور نعت کا ہے
بہت سے معجزے دنیا میں رونما ہوئے ہیں
ہر ایک چیز سے بڑھکر ظہور نعت کا ہے
کچھ ایسا لطف و کرم مل گیا کہ کیا کہنے
سخن کی فصل پہ اترا جو بور نعت کا ہے
تمام نعمتیں اپنی جگہ مگر کومل
ملا زبان کو جو بھی سرور نعت کا ہے

کومل جوئیہ
گوجرانوالہ

☆......☆......☆

نعت شریف

برسائیں جو سرکار کرم کا بادل
ہو جائے مرا قریۂ جاں بھی جل تھل
جب آپ دکھائیں گے رخ صبح ازل
ڈھلکے گا مرے سر سے یہ شب کا آنچل
اب چرخ تمنا پہ نہیں غم کا سحاب
کیوں کر ہو مری آس کا خاور بے کل
آباد رہے تا ابد دل کی یہ جھیل
کھلتے ہی رہیں آپ کی الفت کے کنول
ہر ذرے میں ہے آپ سے تابندہ حیات
اے شاہ ہدا آپ ہیں خورشید ازل
ہے جب سے عطا مظہر انوار نبی
رہتی ہے مرے کعبہ جاں میں ہلچل

محبوب الٰہی عطا
فیصل آباد

☆......☆......☆

نعت شریف

نعت کہنا مری قسمت کرنا
ختم ہے ان پہ سخاوت کرنا
اور بینائی کا مصرف کیا ہے
سبز گنبد کی زیارت کرنا
دور طیبہ سے تڑپنا دل کا
ہجر لمحوں میں عبادت کرنا
صرف محبوب خدا کا منصب
نوع انساں کی قیادت کرنا
سوئے طیبہ ہوں اڑانیں جن کی
ان پرندوں سے محبت کرنا
اک نمونہ ہے تری سیر ت کا
سنگباروں سے مروت کرنا
کملی والے کی عطا ہے اختر
اس نئے رنگ میں مدحت کرنا

محمد مسعود اختر
فیصل آباد

☆......☆......☆

نعت شریف

زمین سوچ پر جب نعت کی بارش اُترتی ہے
تو دل کے گلستاں کی ہر کلی خوشبو سے بھرتی ہے
وہاں پر جگمگا اُٹھتے ہیں ذرّاتِ تخیل بھی
جہاں سے نعت کی خوشبو ہوا بن کر گزرتی ہے
نبیؐ کی نعت کردیتی ہے رخشندہ زمانے کو
نبیؐ کی نعت دنیا میں مہک بن کر بکھرتی ہے
نبیؐ کی یاد جب بستی ہے سوچوں کے دریچوں میں
تو دل کی دھڑکنوں کی صَوت کی صورت نکھرتی ہے
خوشی کے پھول کھل اُٹھتے ہیں دَہر زندگانی میں
نبیؐ کی نعت جیون کے چمن میں رنگ بھرتی ہے
تصور میں اجالے جب اُتر آتے ہیں طیبہ کے
تو بزم زندگانی کی اَدا ساری سنورتی ہے
یہی سچ ہے کہ انجم دل کی دھڑکن کے سمندر میں
مدینے پاک جانے کی سدا خواہش اُبھرتی ہے

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم
سرگودھا

☆......☆......☆

نعت شریف

پیوست دل میں یاد ہے ہونٹوں پہ نام ہے
اپنا رخ نبی کے تصور سے کام ہے.
ابر کرم حضور کا ہے دو جہان پر
اس سائباں کے سائے میں عالم تمام ہے
ہے خوش نصیب در پہ جو ان کے پہنچ گیا
آزاد ہے وہ غم سے جو ان کا غلام ہے
اللہ کا ہے ہاتھ، شہ دوسرا کا ہاتھ
اللہ کا کلام، نبی کا کلام ہے
لاریب سرّ حق ہے محمدؐ کی ذات پاک
عقل و خرد سے ماورا ان کا مقام ہے
یا رب! ترے حبیب کی الفت رہے سدا
یہ سرمدی سُرور ہے کیف دوام ہے
جز مصطفےٰ، معین نظر میں کوئی نہیں
صبح ومسا انہیؐ پہ درود و سلام ہے

سید غلام معین الحق گیلانی
گولڑہ شریف

☆......☆......☆

نعت شریف

یقین کیجیے کسی کام کی نہیں آنکھیں
اگر مدینے سے محروم رہ گئیں آنکھیں
کھلیں تو عرش پہ آقا کے نام پر ہی پڑیں
جنابِ حضرتِ آدم کی اولیں آنکھیں
جنہیں نصیب ہوا دیدِ مصطفےٰ کا شرف
قسم خدا کی ملیں تو انہیں ملیں آنکھیں
جو بے سبب رہیں محروم دیدِ طیبہ سے
اڑائیں خاک وہ صد لاکھ دلنشیں آنکھیں
حضور اپنی زیارت کی دیجیے خیرات
ہماری آنکھیں بھی کہلائیں بالیقیں آنکھیں
یہ اختیار ہی ہم کو نصیب ہو جائے
مدینے جائیں تو چھوڑ آئیں ہم وہیں آنکھیں
تکے ہی جایئے منظؔر سنہری جالی کو
کہ یوں ہی چہرے کو دے دی نہیں گئیں آنکھیں

منظر عارفی
کراچی

☆......☆......☆

نعت شریف

ذکر احمدؐ سے مصیبت میرے غم کی جائے گی
دل کی دنیا نور کے سانچے میں ڈھلتی جائے گی
ہے یقیں کامل پکاروں گی میں جب بھی آپ کو
آپ کے کانوں تلک آواز میری جائے گی
روشنی کے قحط سے جب دل سیہ ہو جائیں گے
سیرتِ نورِ محمدؐ ہی انہیں چمکائے گی
عمر کا پچھلا پہر ہے ، دن کی ڈھلتی دھوپ ہے
کب مجھے آقا حضوری کی صدا دی جائے گی
ہے قدم بوسی کی حسرت کیوں نہ سر کے بل چلوں
حالتِ جاں حاضری کے بعد دیکھی جائے گی
لگ رہا ہے آ گئے ہیں دن حضوری کے قریب
یاسمیں مہکی ہوئی روضہ پہ دیکھی جائے گی

نجمہ یاسمین یوسف
لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

خدا کا در ہے درِ مصطفیٰ، درود پڑھو!
کہ دستکوں نے بھی جھک کر کہا، درود پڑھو!
انہی کی مدح پہ مامور سب کی خوش سخنی
وہی ہیں منبع صدق و صفا، درود پڑھو!
جو مانتے ہیں، سمجھتے ہیں مرتبہ ان کا
خدا کا حکم ہے صل علی، درود پڑھو!
کسی بھی وقت، کہیں بھی، بلا ضرورت بھی
تم ابتدا سے سرِ انتہا، درود پڑھو!
ہماری سانس، معافی کا اک وسیلہ ہے
کہ ہو کے ذکر سے پہلے ذرا، درود پڑھو!
میں تھک کے ٹوٹ گروں گا تو آپ کی خوشبو
گزر گزر کے کہے گی رضا! درود پڑھو

نعیم رضا بھٹی
منڈی بہاؤالدین

☆......☆......☆

نعت شریف

بلیغ و برحق و بالا ہے؛ جو نبی نے کہا
سخن یہ سارا خدا کا ہے؛ جو نبی نے کہا

ہے طاعتِ شہِ ابرار مصدرِ ایماں
وہی تو اصل عقیدہ ہے؛ جو نبی نے کہا

یقیں نہیں ہے تو قرآن پر نظر کیجیے
کہ عین رُشد کا چشمہ ہے جو نبی نے کہا

فقط یہ خلقِ خدا ہی نہیں، کہ اُس پر تو
خدا بھی شیدا و والا ہے؛ جو نبی نے کہا

گرہ میں باندھ کے رکھیے گا لفظ لفظ اُن کا
نعیم توشۂ عقبٰی ہے جو نبی نے کہا

نعیم گیلانی
شیخوپورہ

☆......☆......☆

نعت شریف

توصیفِ مصطفیٰ میں جو کام آئے حرف حرف
نازاں ہوئے نصیب پہ اجزائے حرف حرف
منسوب ان کے در سے بہاریں ہیں اس طرح
پھولوں سے بھر گیا مرا صحرائے حرف حرف
وہ اک نظر جو نور کا مطلع ہے سر بہ سر
اٹھے اگر ادھر تو ضیاء پائے حرف حرف
اے کاش میری نعت ہو مقبول ان کے پاس
روشن ہے کاغذوں پہ تمنائے حرف حرف
جب سے قلم رواں ہوا مدحت میں آپ کی
پر نور ہو گئی مری دنیائے حرف حرف
اشکوں سے ڈھل کے اور ہوئے شبنمی تمام
پیارے نبی قبول ہو گلہائے حرف حرف
ممکن کہاں ثناء میں سمائیں وہ خوبیاں
خیر الوریٰ کی ذات ہے بالائے حرف حرف

نورین طلعت عروبہ
راولپنڈی

☆......☆......☆

نعت شریف

عجب دارالخلافہ ہے مدینہ اس ریاست کا
ہمیشہ سے جہاں رائج رہا سکہ محبت کا
بدن مہتاب کا شق ہو گیا سورج پلٹ آیا
تمہارے واسطے بدلا گیا قانون قدرت کا
مرے حالات بھی کب سے دگرگوں ہیں مرے آقا
سو میں بھی مستحق ہوں آپ کی چشم عنائت کا
سخن کرتے تھے کنکر اور ناقہ دکھ سناتا تھا
کہاں ہے آپ سے بڑھ کر کوئی نباض فطرت کا
امانت سونپنے والوں کے ہاتھوں میں تھیں تلواریں
ترا دشمن بھی قائل تھا ترے وصفِ دیانت کا
خدا نے چشمِ انساں حسن سے مانوس کرنا تھی
سو روئے ماہ کنعاں عکس ہے تیری وجاہت کا
ادھر دو وقت کی روٹی نہ پکتی تھی ترے گھر میں
ادھر ڈنکا بجا عالم میں تری بادشاہت کا
ترے دن فکر کرتے اورراتیں ذکر کرتیں تھیں
ترے معمول میں لمحہ کہاں تھا کوئی فرصت کا

واجد امیر، لاہور

☆......☆......☆

نعتیہ نظم
(صدیوں سے روشن اک لمس)

غارِ حرا کی دیواروں کو
چھو کر یوں محسوس ہوا
جیسے میں نے تیرے جسم کو چھو دیکھا ہو
جیسے مجھ میں اقراء، اقراء
کی آوازیں گونج اٹھی ہوں
غارِ حرا کی دیواروں کو چھو کر آقاؐ
علم کی پیاس بجھی بھی ہے
اور
بڑھ بھی گئی ہے

وصی شاہ
لاہور

☆......☆......☆

نعت شریف

سمٹ کر سنگریزوں کا حسیں اک کہکشاں ہونا
کوئی دیکھے مدینے میں زمیں کا آسماں ہونا
یہ سچ ہے دوستو میں بھی مدینے کا ہی باسی ہوں
عجب ہے کیا دل عاشق میں ان کا آستاں ہونا
نبی کی یاد کی لذت سے ہوں آسودہ خاطر میں
جہان غم میں مجھ کو آ گیا ہے شادماں ہونا
اگر یہ چاہتے ہو نام دنیا میں رہے باقی
تو سیکھو عشق محبوب خدا میں بے نشاں ہونا
وہ جن کی شان رفعت ماورائے عقل ہے عاجز
کہاں ممکن ہے ان کی نعت کا ہم سے بیاں ہونا

وقاص عاجز
گوجرانوالہ

☆......☆......☆

نعت شریف

آپ تو جانتے ہیں سب ارض و سما کے نکتہ داں
اذنِ سوال دیجیے پھر سے بلایئے وہاں
جیسے کسی دعا کے ساتھ دل کی فضا بدل گئی
راہ سمندروں نے دی کُھلنے لگے ہیں بادباں
کیسی عجیب بات ہے سنتے رہے وہ دیر تک
اتنے بڑے ہجوم میں صرف مری ہی داستاں
بابِ حرم پہ ہے کہیں لمس مرے بھی ہاتھ کا
فرشِ حرم پہ ہے کہیں میری جبیں کا بھی نشاں
رات پلٹ گئی وہیں صبح ٹھہر گئی وہیں
گردشیں کیا سے کیا ہوئیں ایک دعا کے درمیاں

یاسمین حمید
لاہور

☆......☆......☆

مولانا حسن رضا خان کی نعت
-خصوصی مطالعہ-

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو
یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے
ایسے یکتا کے لیے ایسی ہی یکتائی ہو

علامہ شمس بریلوی
(سابق صدر شعبہ فارسی دارالعلوم نظر اسلام، بریلی بھارت)

قارئین مدحت ڈاکٹر شہزاد احمد کے بے حد مشکور ہیں جنھوں نے مولانا حسن رضا خان صاحب کے حوالے سے یہ اہم مضمون مہیا کیا۔[مدیر]

ذوق نعت پر ناقدانہ نظر

شاعری میں نعت شریف کا آغاز آج سے چودہ سو سول پہلے اس وقت ہوا جب کہ حضرت ابوطالب عم نامدار سرکاردوعالم ﷺ نے اپنے گرامی قدر برادرزادہ کی شان میں محبت بھرے دل سے چند اشعار کہے تھے ان میں ایک شعر یہ بھی تھا:

اشق لہ من اسمہ لیجلّہٗ فذو العرش محمود وھٰذا محمدّ

ان اشعار کے بعد تاریخ لغت گوئی میں وہ اشعار ملتے ہیں جو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نعت رسول ﷺ میں کہے تھے۔ جب آپ نے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں نزول فرمایا تو اس وقت آپ کے خیر مقدم میں یہ شعر دف پر بنی نجار کی لڑکیوں نے گایا۔

نحن جوارٍ من بنی نجارٍ یا حبذآ محمد من جارٍ

انصار کی عورتوں کی زبان پر آپ کی نعت اس طرح تھی۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا اللہ داع

سرکاردو عالم ﷺ کی مدنی زندگی میں حضرت کعب بن ظہیر رضی اللہ عنہ کی نعت بھی قابل ذکر ہے، اس کا مشہور قصیدہ ''بانت سعاد'' اس سلسلے میں مشہور ہے، اس کے بعد حضرات تابعین وتبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان کے گلستان دلفروز میں یہ نکہت بیزیاں کرتے رہے تا اینکہ ایران کی سرزمین پر پرچم اسلام لہرایا اور زرتشت کی زمین کا چپہ چپہ اسلامی قدموں کے تلے آ گیا اور اس سرزمین کا گوشہ گوشہ نعت پاک کے گلہائے مشکبو سے مہک اٹھا۔

دوسری صدی ہجری کے اکابر دین اور حضرت صوفیائے کرام رحمہ اللہ نے نعت رسول ﷺ کی شمع ایماں افروز کو فروزاں رکھا۔ حضرت عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ، حضرت بابا طاہر رحمہ اللہ، حضرت فضیل رحمہ اللہ جیسے بزرگان دین وملت نے نعت رسول ﷺ سے سرمایۂ محبت فراہم کیا۔

رود کی فارسی شاعری کا بابا آدم ہے لیکن اس کے دور میں ملوکیت کی بساط ہر طرف بچھ چکی تھی۔ شعرائے کرام انعام واکرام کے لیے سلاطین وقت کی مدح سرائی میں سرگرم تھے اور رفتہ رفتہ سلاطین کی مدح سرائی اس دور میں شاعری کا مقصد اور مطمع نظر بن گئی۔ چنانچہ قصیدے کی صنف وجود میں آئی اور اس نے وہ زور پکڑا کہ مشکل ہی سے کوئی شاعر ایسا ہو جو اس لعنت سے محفوظ رہا ہو۔ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں صوفیانہ شاعری کو فروغ ہوا حکیم سنائی رحمہ اللہ اور خواجہ فرید الدین عطار رحمہ اللہ نے حدیقہ اور منطق الطیر جیسی عارفانہ کتابیں لکھیں۔ مثنوی کی صنف وجود میں آ چکی تھی اور مثنوی کا آغاز حمد ونعت ہی سے کیا جاتا تھا۔ مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ کا آغاز اگرچہ اس روایتی انداز میں نہیں ہوا لیکن خمسۂ نظامی رحمہ اللہ اور جامی رحمہ اللہ میں یہ التزام موجود ہے۔

صنف قصیدہ کو نعت کے لیے مخصوص کرنے میں حکیم افضل الدین خاقانی کا نام سرفہرست ہے۔ جناب خاقانی نے بڑے حکیمانہ انداز میں قصیدے کہے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں:

دل من پیر تعلیم است و من طفل زما بدانش — سر تسلیم سر عشرو سر زانو دبستانش

اس قصیدے میں ان کی نعت کا انداز دیکھئے۔

زہے عزت کہ بے نعت تو لوح معصیت گردد — ہر آں نامہ کہ بسم اللہ بود تذہیب عنوانش

حکیم خاقانی کا یہ نعتیہ قصیدہ تو بہت ہی مشہور ہے۔

صبحدم چوں کلہ بند دآہِ دود آسائے من — در شفق چوں خوں نشیند چشم شب پیائے من

حکیم خاقانی، نظامی گنجوی، حضرت جامی کا نعتیہ کلام آج بھی موجود ہے خصوصاً حضرت جامی رحمہ اللہ کی نعتیہ غزلیں تو آج بھی ہمارے سوز دل کا مرہم ہیں۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے نعت پاک میں قلم اٹھایا ہے۔ حضرت سعدی شیرازی کے یہ مصرعے تو بلاغت میں آپ اپنا جواب ہیں۔

بلغ العلٰی بکمالہٖ — کشف الدجی بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہ — صلوا علیہ وآلہ

دیار ہند میں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام اور آپ کے معاصر حسن دہلوی کی نعتیہ شاعری دلوں کو گرماتی رہی۔ دور مغلیہ ہند میں فارسی شاعری کا دور عروج ہے۔عرفی شیرازی اس دور کا مشہور شاعر ہے۔اکبر و جہانگیر کے دربار سے وابستہ رہا اور جہانگیر کی مدح میں بڑے شاندار قصیدے کہے۔ جہانگیر کی مدح میں کہتا ہے:

صباح عید کہ شد تکیہ گاہ ناز و نعیم کلاہ کج بنہادہ گدادشہ دہیم!

عرفی بڑا خود دار وخودنگر شاعر تھا۔ وہ اپنی نازک خیال میں اپنے معاصرین سے ممتاز ہے وہ اس دور کے نعت گو شعراء میں بھی منفرد وممتاز ہے۔ اس نے نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے، کہتا ہے:

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل سلمائے حدوث تو ولیلائے قدم را

اسے لغت گوئی کے دشوار گزار راستے کا بخوبی اندازہ ہے کہتا ہے:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا ہشیار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

عرفی کے معاصرین میں نظیری نیشاپوری اورظہوری ترشیزی ہیں ان کے ہاں نعت گوئی مستقل عنوان کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ غزلوں میں کہیں کہیں نعتیہ اشعار مل جاتے ہیں۔ دور شاہجہانی میں حاجی جان محمد مقدسی اور ابوطالب حکیم قابل ذکر ہیں لیکن ان کے یہاں بھی نعت شریف کو مستقل عنوان کی حیثیت حاصل نہیں ہیں بلکہ غزل میں خال خال مضمون پایا جاتا ہے غرضیکہ جب تک ہندوستان میں فارسی زبان حکومت اور دفاتر کی زبان رہی۔ فارسی شاعری کا زور شور رہا۔ یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ انیسویں صدی عیسوی میں جب اردو نے فارسی کی جگہ لی تو شعراء کی توجہ بھی اس طرف مبذول ہوئی۔ اگرچہ معاملات ومراسلات میں فارسی زبان ہی سے کام لیا جاتا تھا لیکن اردو میں شعر کا رواج شاہ حاتم کے دور سے ہوا۔ شاہ حاتم، شاہ مبارک، ولی دکنی اردو کے متقدمین شعراء ہیں۔ ان کے یہاں نعتیہ اشعار اس طرح خال خال پائے جاتے ہیں قدیم طرز شاعری میں اردو شاعری کا جب دور اول شروع ہوا تو سودا کے قصیدوں نے دھوم مچا دی اور حقیقت یہ ہے کہ سودا نے قصیدہ نگاری میں جو گلکاریاں کی ہیں اور جو کمال دکھایا ہے وہ ان سے غزل میں سرانجام نہ ہو سکا۔ سودا نے اپنی شاعری میں نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک مستقل عنوان بنایا اور بڑے پرشکوہ

قصیدے کہے اور ان قصیدوں میں سب سے زیادہ پرشکوہ قصیدہ وہ ہے جس کا مطلع ہے:

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی　　نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

سودا کے بعد ذوق قصیدہ گوئی میں مشہور ہیں لیکن انہوں نے اپنا تمام زورطبع بہادر شاہ ظفر کے حضور میں نذر کر دیا اور دولت دنیا کو دولت سرمدی پر ترجیح دی۔ غالب غزل نگار شاعر ہیں فارسی میں کچھ نعتیہ غزلیں موجود ہیں اردو میں کوئی مستقل غزل نعت میں نہیں کہی۔ غالب کی فارسی زبان میں یہ نعتیہ غزل مشہور ہے۔ جس کا مقطع ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم　　کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

غالب کے مشہور ہمعصر حکیم مومن خاں مومن نے جن کا قلم کبھی سلاطین کی تعریف میں نہیں اٹھا، نعت میں اپنے نزاکت طبع کے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں۔ نعت پاک میں ان کا یہ قصیدہ بہت مشہور ہے۔

زبان لال کہاں اور مدیح تاج خروس　　گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسرِ کاوس

لیکن ان کے نعتیہ قصیدے بھی ان کی غزلوں کی طرح زدعوام وخواص نہ ہو سکے۔ متاخرین شعراء میں منشی امیر تسلیم اور محسن کاکوروی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

منشی امیراللہ تسلیم کا یہ نعتیہ قصیدہ بڑا پرشکوہ اور پرکیف ہے۔

فقر میں تقدیر اپنی ہے لباس اغنیا　　جسم عریاں پر الو ہوتا ہے نقش بوریا

متاخرین شعراء میں محسن کاکوروی نے نعت گوئی کو اپنا موضوع شاعری بنایا اور نعت شریف میں بڑے شاندار قصیدے لکھے۔ خصوصاً

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل　　برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

نے تو دنیائے ادب میں وہ شہرت حاصل کی کہ آج بھی اس کا لطف اسی طرح زندہ ہے اور اس کی شہرت قائم ہے۔ برصغیر میں جب تک دہلی اور لکھنؤ کے دربار موجود رہے قصیدہ گوئی کا زور رہا۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی شعراء کی قدرداں تھیں۔

دربار رامپور سے بہت سے شعراء وابستہ رہے اور شعراء کی سرپرستی کرتا رہا اس طرح چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی شعراء کی سرپرستی کو لازمۂ امارت سمجھتی رہیں۔ جب ان ادب پرور والیان

ریاست کے بعد یہ ادب پروری ختم ہوگئی۔ یہ اچھا ہوا یا برا یہ دوسری بات ہے۔ مجھے یہاں یہ بتانا مقصود تھا کہ ضعف قصیدہ پر زوال آ گیا۔ درباروں میں قصیدہ گوئی کی محفلیں جب گرم ہونا شروع ہوگئیں تو مشاعروں کا زور ہوا اور مشاعرے کس شان سے ہوتے تھے اس کا اندازہ آپ کو مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی کی ''تصنیف لطیف'' ''دہلی کے آخری مشاعرے'' سے ہو جائے گا۔

بیسویں صدی کے مشاعروں میں وہ شاہانہ ٹھاٹ تو پیدا نہ ہوئے لیکن گرمی محفل کے سامان بلند پایہ کلام فراہم کرنے لگے۔ ان مشاعروں سے قصیدہ گوئی اور قصیدہ خوانی کو قطعی تعلق نہ تھا۔ مشاعرہ نام تھا، صرف غزل خوانی کا۔ مصرع طرح دیا جاتا اور اس پر شعرا طبع آزمائی کر کے غزلیں کہتے اور مشاعروں کو گرماتے۔

دور جدید اپنے آغاز میں نظموں کا دور تھا اور نظم نگاری کے بڑھتے ہوئے طوفان کے سامنے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ غزل گوئی کا سفینہ غرق ہو کر رہے گا لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ خود نظم گوئی کا بازار سرد پڑ گیا۔ سرور، بے نظیر، درد کاکوروی، سیماب اکبرآبادی، حفیظ اور جوش نے اپنی نظم نگاری سے نظم کے ایوان کو فلک سا بنا دیا اور جناب جوش کی بدولت آج بھی اس میں آن بان موجود ہے۔ لیکن غزل کی شان ہی کچھ اور ہے اور آج بھی اس سربلندی کے ساتھ بزم ادب میں جلوہ گر ہے۔ بہرحال قصیدہ نگاری کے زوال کے ساتھ ساتھ جب غزل کا عہدہ عروج شروع ہوا تو جہاں شعراء نے تغزل کو اپنا منتہائے فکر قرار دیا اور گل وبلبل، زلف و رخسار، جورو جفا، عتاب وعقاب، ہجر و وصل اور فراق یار کی صعوبات کو اپنی شاعری کا موضوع قرار دیا۔ وہاں چند اہل درد ایسے بھی تھے جنہوں نے سرور عالم ﷺ کی محبت کو حرز جان بنایا اور اس متاع ایمان پر اپنے افکار کے درہائے آبدار کو نثار کیا۔

صہبائے عشق رسول ﷺ سے سرشار رہنے والی ہستیوں میں والا مرتبت حضرت محسن کاکوری رحمۃ اللہ علیہ، عظیم المرتبت امام اہل سنت حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب قدس سرہ العزیز حضرت شہیدی، حضرت بیدم اور جناب حسن بریلوی کے اسمائے گرامی خواہ تاریخ ادب میں مذکور نہ ہوں لیکن عاشقان رسول ﷺ کی فہرست میں سرفہرست قیامت تک ضرور رہیں گے۔

تاریخ ادب کی یہ چشم پوشی بے وجہ نہیں ہے کہ ان حضرات کی شاعری دوسرے شعراء کی طرح عزت و منتہائے کمال یا سرمایۂ فضل و مرتبت نہیں تھی بلکہ ان برگزیدہ ہستیوں کے پاس دلوں میں

جب محبت رسول ﷺ کا جوش فراواں ضبط کی حدوں کو توڑ ڈالتا تو ان کے دل کے راز شعر کا لباس پہن کر جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ حضرت شہیدی کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے کس جذبہ کی ترجمانی کر رہا ہے۔

تمنا ہے درختوں پہ ترے روضے کے جا بیٹھے　　　قفس جس وقت ٹوٹے طائر روحِ مقید کا

اوراعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا یہ شعر:

ادھر مخلوق میں شامل، ادھر سے اللہ سے واصل　　　خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

اور جناب محسن کا کوروی کا یہ فرمانا:

گل خوشرنگ رسولؐ مدنی العربی　　　زیب دامانِ ابد طرّہ دستارِ ازل
مہر توحید کی ضو، اوج شرف کا مہِ نو　　　شمع ایجاد کی لو، بزمِ رسالت کا کنول

یہ جذبات اور یہ مضامین اور یہ حقیقت آفریں خیالات ان دلوں کی آواز ہو سکتی ہے جس کے دل محبت نبی ﷺ سے گرمائے ہوئے اور جن کے سرسودائے محبت مصطفوی ﷺ سے معمور ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضا بریلوی (اقدس سرہ العزیز) اور جناب محسن کا کوردی کے کلیات ملاحظہ کیجئے۔ ہر شعر سے عقیدت چھلکتی ہے اور ہر مصرعہ سے والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا قصیدہ ''نوریہ''۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا　　　صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

محبت مصطفوی ﷺ کا ایسا چشمہ ہے جس سے آج تک تشنگان محبت اپنی پیاس بجھاتے رہے ہیں۔ ایک کشتگان محبت اور شیدائیان نبی ﷺ میں اعلیٰ حضرت الحاج شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے برادر گرامی قدر حضرت حسن رضا خان صاحب المتخلص ''بہ حسن'' بھی ہیں جن کی یہ غزل

حسن جب مقتل کی جانب تیغ براں لے چلا　　　عشق اپنے مجرموں کو پابجولاں لے چلا
بے مروّت ناوک افگن آفریں صد آفریں　　　دل کا دل زخمی کیا پیکاں کا پیکاں لے چلا

آج بھی بچے بچے کی زبان پر ہے، حسن مرحوم نے اپنے والد ماجد حضرت گرامی مولانا مولوی نقی علی خانصاحب سے اکتساب علم کیا اور اعلیٰ حضرت الحاج شاہ احمد رضا خان صاحب قدس سرہٗ العزیز کی صحبت میں ذوق شاعری پیدا ہوا اور پروان چڑھا۔ نعت گوئی کے ساتھ ساتھ غزل گوئی پر بھی آپ کو پوری پوری قدرت حاصل تھی، چنانچہ آپ کا ایک دیوان غزلیات بھی موجود ہے۔

حضرت حسن بریلوی کو استاد وقت جناب داغ دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا اور وہ مدتوں تک رامپور میں داغ کے دامن سے وابستہ رہے۔ زبان کی لطافت اور بیان کی سادگی جو ان کے استاد کا خاص رنگ ہے۔ ان کے ہاں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہ امر محقق نہ ہو سکا کہ نعت شریف پر مبنی کلام بھی استاد داغ کی اصلاح سے آراستہ ہوا یا نہیں؟

خود راقم الحروف جس زمانے میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں شعبۂ فارسی کا صدر تھا اور میرا تمام دن وہاں کی علمی اور ادبی فضاؤں میں گزرتا تھا خصوصاً محبت صادق مولوی ابرار حسین صدیقی تلہری مرحوم کے یہاں مجمع احباب ہوتا اور جناب حسن بریلوی کے خلف اصغر جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب بھی اس صحبت دل نشین میں شریک ہوتے تو اکثر ان کی زبان سے یہی سنا کہ آپ کا نعتیہ کلام جناب داغ کی اصلاح سے حک آشنا نہیں ہوا بلکہ آپ اپنا نعتیہ کلام اپنے برادر گرامی اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز کو سناتے وہ جو کچھ اصلاح مناسب تصور فرماتے دے دیتے۔ یہی سبب ہے کہ جناب حسن کے کلام میں شکوہ الفاظ، بندش تراکیب اور جدت مضامین کا جہاں تک تعلق ہے اس کا رنگ اعلیٰ حضرت کے کلام سے ملتا جلتا ہے آپ کا مجموعہ کلام نعتیہ موسوم بہ ''ذوق نعت'' کا مطالعہ کیجئے اس میں یہ خصائص آپ کو نظر آئیں گے۔ پیش نظر اوراق میں حضرت حسن بریلوی کے کلام کا ناقدانہ تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔ تا کہ ان کے کلام کی خارجی اور داخلی خصوصیات نمایاں ہو سکیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ان کے کلام کی خارجی خصوصیات پر نظر ڈالنا مقصود ہے کہ یہ اندازہ ہو سکے کہ زبان و بیان اور طرز ادا کے اعتبار سے ان کا کلام کس پایہ کا ہے۔

خارجی خصوصیات

کسی کلام کی خارجی خصوصیات میں سب سے پہلے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ شاعر کا تعلق ادب کے کس دور سے ہے اور زبان و بیان میں اس نے اس عہد کی ترجمانی کس حد تک کی ہے۔ آغاز کلام میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جناب حسن مرحوم حضرت داغ دہلوی کے شاگرد تھے اور جناب داغ کے قیام رامپور کی پوری مدت تک حسن مرحوم اپنے استاد کے ساتھ رہے۔ داغ مرحوم کی زبان کا غلغلہ ایسا کون ہے جس کے کانوں تک نہ پہنچا ہو۔ داغ کا روز مرّہ اور ان کی زبان خالص دلی کی زبان اور

اس کا روزمرہ ہے۔ داغ کی شاعری کا اگر تجزیہ کیا جائے اور موضوع سے قطع نظر کر لی جائے تو بہت کم ایسے شاعر ہیں جو زبان کی صفائی اور صحت میں ان سے آگے نکل سکیں۔ استاد کی خصوصیت سے جناب حسن مرحوم نے بھی پورا پورا اکتساب کیا ہے اور یہ وصف ان کے ہاں بھی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ نعت گوئی میں اگرچہ مضمون کو اولیت حاصل ہے یعنی پہلے مضمون اور پھر اس مضمون کی اہمیت یا اس کی بلند پائیگی سے ہم آہنگ ہونے والے الفاظ یا زبان! جناب داغ کا سرمایۂ شاعری چونکہ غزل ہے اس لیے ان کے ہاں روزمرہ کا پاس اور زبان کی صفائی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے حسن مرحوم نعت شریف میں اس قسم کے محاورات یا روزمرہ تو استعمال نہیں کر سکے۔

چند دن میں داغ ہوگے کامیاب کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لیے

لیکن احترام نعت کے ساتھ جہاں ان کو زبان کی سادگی برتنے کا موقع ملا ہے انہوں نے اس کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ موضوع کے اعتبار سے نعت شریف فن شاعری میں سب سے اہم موضوع ہے اور بقول عرفی

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا ہشیار کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

ایک ذرا سی لغزش یا فن کی ایسی رعایت جو حدود ادب سے بے نیاز بنانے والی یا بے خبر کر دینے والی ہے۔ متاع ایمان کو متاع کا سد بنا کر رکھ دیتی ہے۔ حسن مرحوم نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں کی فضا میں عشق رسول ﷺ اور محبت نبوی ﷺ کے ایمان پرور نغمات رچے بسے تھے جس برادر گرامی کی صحبت ان کو نصیب ہوئی وہ رسول مکرم کے ایسے گدائے غاشیہ بردوش تھے کہ کیا مجال ہے کہ سوئے ادب تو معاذ اللہ بڑی بات ہے۔ شان رسالت کے غیر شایان کلمات کی ادائیگی کس کی مجال تھی کہ ان کے حضور میں کر سکے! وہ عظیم ہستی جس کے ورد زبان ہمیشہ یہ رہا۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

اس عظیم ہستی نے آداب نعت سے جناب حسن کو واقف کیا اور محبت رسول ﷺ میں شائستگی گفتار کے انداز سکھائے۔ ظاہر ہے اس استاد کی محبت میں بھی جس کی زبان کی دھوم تمام ہندوستان میں تھی جناب حسن کبھی ان آداب کو نہیں بھولے! زبان کی لذت کی ساتھ شائستگی گفتار اور انداز بیان ملاحظہ فرمائیے۔

جلوۂ یار ادھر بھی کوئی پھیرا تیرا　　حسرتیں آٹھ پہر تکتی ہیں رستا تیرا

دیکھئے! ادب انہیں محبوب ﷺ رب العالمین کو اس طرح مخاطب نہیں کرنے دیتا بلکہ وہ جلوۂ یار کو مخاطب کر رہے ہیں اور اس کے پھیرے کے طلب گار ہیں۔

وہ جس کی نظر میں صحرائے مدینہ کا یہ احترام ہو کہ

خارِ صحرائے نبیؐ پاؤں سے کیا کام تجھے　　آ مری جان مرے دل میں ہے رستا تیرا

وہ عالم دیوانگی میں بھی ان حدود سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ جو ارباب ایمان نے اس راہ میں معین کر دی ہیں اور اس روزمرہ کے ملاحظہ کیجئے اور تمنائے دل کی داد دیجئے!

موت اس دن کو جو پھر نام وطن کا لیتا　　خاک اس سر پہ جو اس در سے کنارا کرتا

گرمیٔ بازار مولیٰ بڑھ چلی　　نرخ رحمت خوب سستا ہوگیا

ان کے جلوؤں میں ہیں یہ دلچسپیاں　　جو وہاں پہنچا وہیں کا ہوگیا

ان کے صدقے میں عذابوں سے چھٹے　　کام اپنا نام ان کا ہوگیا

سلطان و گدا سب میں ترے در کے بھکاری　　ہر ہاتھ میں دروازے کا بازو نظر آ گیا

ظاہر ہیں حسن احمد مختارؐ کے معنی　　کونین پہ سرکارؐ کا قابو نظر آیا!

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا!　　کبھی ہاتھ اٹھنے نہ پایا گدا کا!!

سہارا دیا جب مرے ناخدا نے　　ہوئی ناؤ سیدھی، پھرا رخ ہوا کا

اے آہ مرے دل کی لگی اور نہ بجھتی　　کیوں تو نے دھواں سینۂ سوزاں سے نکالا

مونھ مانگی مرادوں سے بھری جیب دو عالم　　جب دستِ کرم آپ نے داماں سے نکالا

محاورات کا استعمال

نعت شریف میں زبان کی پابندیاں بڑا دشوار گزار مرحلہ ہے لیکن جناب حسن کے یہاں جس طرح روزمرہ اور اس کی بے ساختگی ہے اسی طرح حضرت داغ کی مانند انہوں نے محاورے بھی اس طرح استعمال کیے ہیں کہ آمد ہی آمد معلوم ہوتے ہیں آورد کا گمان نہیں ہوتا اور یہ دلیل ہے زبان پر قادر ہونے کی۔ فرماتے ہیں:

امت کے کلیجے کی خلش تم نے مٹائی ٹوٹے ہوئے نشتر کو رگِ جاں سے نکالا
اگر قسمت سے میں ان کی گلی میں خاک ہوجاتا غم کونین کا سارا بکھیڑا پاک ہوجاتا

محاورے کے ساتھ اس معنی آفرینی اور علوشان رسالت کو ملاحظہ فرمائیے:

اگر پیوند ملبوسِ پیمبرؐ کے نظر آتے ترا اے حلۂ شاہی کلیجہ چاک ہوجاتا
حسن اہل نظر عزت سے آنکھوں میں جگہ دیتے اگر یہ مشتِ خاک اُن کی گلی میں خاک ہوجاتا
دشمن ہے گلے کا ہار آقا لٹتی ہے مری بہار آقا
ہاتھ خالی کوئی پھرا نہ پھرے ہے خزانہ کھلا ہوا تیرا
حسن ہے بے مثل صورت لاجواب میں فدا، تم آپ ہو اپنا جواب
حشر میں ایک ایک کا منہ تکتے پھرتے ہیں عدو آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر

مختصر یہ کہ اس قبیل کی بیسیوں مثالیں ان کے کلام سے پیش کی جاسکتی ہیں مگر اس تبصرے اور نقد کی تنگ دامانی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ خارجی خصوصیات میں زبان کے بعد انداز بیان اور طرز ادا کو بڑی اہمیت ہے۔ حضرت داغ دہلوی کے کلام کی شہرت بہت کچھ ان کے انداز بیان کی طرفگی پر مبنی ہے۔ غزل میں انداز بیان کو شوخی و بانکپن سے بہت پر کیف بنایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ جناب داغ کے یہاں یہ خصوصیت ہر جگہ نمایاں ہے لیکن نعت کا محدود دقیع موضوع اس کی اجازت نہیں دیتا۔ نہ وہاں مبالغہ کی گنجائش ہے نہ استعارے و کنائے کو آزادہ روی کا موقع دیا جاسکتا ہے اور نہ شوخی و بانکپن کا اس راہ میں گزر ہے۔ شریعت کے حدود قدم کو آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ حدود ادب بیباکی کی اجازت نہیں دیتے۔ ان قیود کے ہوتے ہوئے اگر نعت گو شاعر انداز بیان میں طرفگی پیدا کر دکھائے تو یہ اس کا کمال شاعری ہے۔ جناب حسن مرحوم نے اس راہ میں بہت دیدہ وری کے ساتھ قدم اٹھایا ہے، فرماتے ہیں:

بہاریں تازہ رہتیں کیوں خزاں میں دھجیاں اڑاتیں
لباسِ گل جو ان کی ملگجی پوشاک ہوجاتا

انداز بیان کی شوخی آداب نعت کے ساتھ ملاحظہ کیجئے۔

کماندار نبوت قادر اندازی میں یکتا ہیں
دو عالم کیوں نہ ان کا بستۂ فتراک ہوجاتا

تجلی گاہِ جاناں تک اُجالے سے پہنچ جاتے
جو تو اے تو سن عمر رواں چالاک ہوجاتا

کانٹا غم عقبیٰ کا حسن اپنے جگر سے
اُمت نے خیالِ سرمژگاں سے نکالا

امت کے کلیجے کی خلش تم نے مٹائی
ٹوٹے ہوئے نشتر کو رگِ جاں سے نکالا

قیدیوں کی جنبش ابرو سے بیڑی کاٹ دو
ورنہ جرموں کا تسلسل سوئے زنداں لے چلا

گل نہ ہوجائے چراغِ زینت گلشن کہیں
اپنے سر میں مَیں ہوائے دست جاناں لے چلا

کہوں کیا حال زاہد گلشن طیبہ کی نزہت کا
کہ ہے خلد بریں چھوٹا سا ٹکڑا میری جنت کا

شب اسریٰ ترے جلووں نے کچھ ایسا سماں باندھا
کہ اب تک عرش اعظم منتظر ہے تیری رخصت کا

گرمیٔ بازار مولیٰ بڑھ چلی
نرخ رحمت خوب سستا ہوگیا!

دیکھ کر ان کا فروغ حسن پا
مہر ذرّہ، چاند... تارا ہوگیا

ہمیشہ رہروانِ طیبہ کے زیر قدم آئے
الٰہی کچھ تو ہو اعزاز میرے کاسۂ سر کا

اُجالا طور کا دیکھیں جمالِ جانفزا دیکھیں
کلیم آ کر اٹھا دیکھیں ذرا پردہ ترے در کا

ہمارے دل کی لگی بھی وہی بجھا دیں گے
جو دم میں آگ کو باغ و بہار کرتے ہیں

ہوائے کوچۂ جاناں کے دلفزا جھونکے
خزاں رسیدوں کو باغ و بہار کرتے ہیں

دے ڈالیے اپنے لب جاں بخش کا صدقہ
اے چارۂ دل، دردِ حسن کی بھی دوا ہو!

بہارِ خلد صدقے ہورہی ہے روئے عاشق پر
کھلی جاتی ہیں کلیاں دل کی تیرے مسکرانے سے

زبان کی سادگی، طرز ادا اور انداز بیان کی مثالیں آپ کے سامنے پیش کی جا چکی ہیں اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خامۂ حسن نے اس میدان میں کیسی گلکاریاں کی ہیں جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ صفائی زبان میں انہوں نے اپنے استاد کی پوری پوری تقلید کی ہے اور یہ ان کا کمال شاعری ہے کہ نعت شریف میں انہوں نے سادگی زبان اور محاورے کی چاشنی کو برقرار رکھا ہے ورنہ نعت گوئی کے لیے شکوہ الفاظ اور جدت تراکیب ضروری لوازم ہیں۔ جناب حسن کے برادر گرامی قدر والا مرتبت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کا کلام دیکھئے، ان کے خامۂ رنگین بیان اور فکر فلک سا نے شکوہ الفاظ سے ایک ایک شعر کو اس طرح آراستہ کیا ہے کہ مضمون کی ادائیگی کے لیے اس سے بہتر الفاظ کا

تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔

جناب حسن کے یہاں خارجی خصوصیات میں یہ خصوصیت بھی موجود ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ اس التزام نے ان کے کلام کی بے ساختگی کو ختم کر دیا ہے۔ چند اشعار پیش کر رہا ہوں ملاحظہ کیجئے۔

ضیائے طالع بدر اُن کا ابروئے ہلالی ہے　　فروغ اختر بدر آفتاب جلوۂ عارض
کہ جائے نغمہ صغیر بلبل سے شک اذفر ٹپک رہا ہے　　ہے کس کے گیسوئے مشکبو کی شمیم عنبر فشانیوں پر
نیسانِ جو دِ رب، گہر افشانیوں میں ہے　　ہر سمت سے بہار نوا خانیوں میں ہے
غل آمد حضورؐ کا روحانیوں میں ہے　　چشم کلیم جلوے کے قربانیوں میں ہے

اک دھوم ہے حبیب کو مہماں بلاتے ہیں
بہر براق خلد کو جبریل... جاتے ہیں

ابھی لہرا چلے بحر سخن سے چشم گوہر کا　　اگر اس خندۂ دنداں نما کا وصف موزوں ہو
بینوا ہیں اشک ریزاں الغیاث　　آستیں، نقد عطا در آستیں
ہو یہ اُجڑا بن، گلستان الغیاث　　نقش پائے نوگل گلزار خلد!
بنات دقند ہوئے ہیں کباب حسن ملیح　　دل صباحت یوسف میں سوزِ عشق حضورؐ
جو بحر شور میں ہو عکس آب حسن ملیح　　عسل ہو آب بنے کوزہائے قند حباب

لیکن اس طرح کے اشعار خال خال ہیں ورنہ جس قدر اشعار ہیں ان میں زبان کا لطف، طرز ادا کی بے ساختگی اور سادگی و پرکاری موجود ہے جس کا نعت گوئی میں التزام بہت مشکل ہے، لیکن جناب حسن نے ان خصوصیات کو بڑی خوبی سے قائم رکھا ہے۔ اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ خارجی خصوصیات سے متعلق تھا۔ اب آیئے آپ کو جناب حسن کی نعتیہ شاعری کی داخلی خصوصیات سے بھی روشناس کراؤں۔

ندرت خیال

شاعری کی داخلی خصوصیات میں ندرت خیال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ندرت فکر و خیال کا میدان جس قدر کشادہ و وسیع ہے اسی قدر اس کو طے کرنا دشوار ہے اس راہ میں ذرا سی بے اعتدالی کو چیستاں اور معمہ بنا دیتی ہے۔ کسی اچھوتے خیال کو اگر طرز ادا و شائستگی کے بغیر نظم کر دیا جائے تو کلام

میں نہ بیساختگی پیدا ہوسکتی ہے اور نہ صفائی، ان دونوں تول کے بغیر اثر آفرینی کا وصف اس میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ مدحیہ اور عشقیہ شاعری میں ندرت خیال اور جدت مضامین کے لیے بہت زیادہ مواقع ہیں لیکن نعتیہ شاعری یا نعت گوئی میں ندرت خیال کے لیے ہر طرف سے بندشیں اور پابندیاں ہیں، حدود ادب متعین ہیں۔ قیود شرعی موجود ہیں گویا قیود کی ایک دوہری دیوار ہے کہ اگر حدود سے خامۂ نعت نگار سلیقے کے ساتھ باہر نکل آیا تو اب قیود شرعی میں جو جولانی قلم کی مانع ہیں۔

جناب محسن کاکوروی نے قصیدے کی تشبیب میں ندرت فکر و خیال کے وہ جوہر دکھائے کہ آج بھی ان کے قصیدے لامیہ

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل   برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

کی شاعر بے ساختہ داد دیتے ہیں۔ لیکن یہ تشبیب بہاریہ تھی اس میں ان کا اشہب قلم بے ساختہ چلا ہے البتہ گریز کے موقع پر ان کی طبع بہار آفرین نے کمال دکھایا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی عالمانہ فکر اور محققانہ طبیعت نے فلسفہ و منطق، علم اصول و کلام کی رعایت کے ساتھ جب ندرت آفرینیاں کیں تو کلام کے معانی عوام کے ذہنوں کی کمند سے شکار نہ ہو سکے۔ ہاں عالموں کے اذہان نے ان تک رسائی پائی اور ان کی طبائع نے لطف اٹھایا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی فکر رسا کی ندرت کے چند نمونے ملاحظہ کیجیے۔

وہ گراں سنگیٔ قدر مس وہ ارزائی جود   نوعیہ بدلا کیے سنگ ولائی ہاتھ میں

نوعیہ سے مراد صورت نوعیہ ہے اور دست گرامی میں کنکریوں کا ناطق ہو جانا اور ان کا کلمہ پڑھنا ان کی صورت نوعیہ کا بدل جانا تھا۔

جس نے بیعت کی بہار حسن پہ قرباں رہا
ہیں لکیریں نقش تسخیر جمالی ہاتھ میں
اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم، اس میں جم جم ہے کہ بیش
کثرتِ کوثر میں زمزم کی طرح کم کم نہیں
ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں
حیران ہوں یہ بھی خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

زبان فلسفی سے امن و خرق و التیام اسرا
پناہ دورِ رحمت ہائے یکساعت تسلسل کو

دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی — شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
نہ لطف اون یا احمد! نصیب لن ترانی ہے — نہ عرش ایمن نہ انی ذاہب میں میہمانی ہے

میں انہی چند مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ جب ندرت تخیل اسلوب و سادگی بیان کی گرفت سے نکل جاتی ہے تو اشعار غالب کے ان اشعار کی طرح ہو جاتے ہیں۔

پیچک کہ صرفِ چاک پردۂ فانوس وبس — نیم رنگی ہائے محفل جوشش خوباں سے ہے
کاسۂ زانو ہے مجھ کو بیضۂ طاؤس وبس — ہے تصور میں نہاں سرمایۂ صد گلستاں

عموماً ایسے کلام کو لوگ بے معنی کہہ دیا کرتے ہیں۔ جدت فکر و ندرت تخیل شاعری میں بڑا دشوار گزار مرحلہ ہے خصوصاً نعت میں اس کا (ادراک) اور بھی تنگ ہے۔ جناب حسن کے یہاں یہ معنوی خوبی موجود ہے لیکن ان کے فہم رسا نے کسی نئے مضمون کے لیے ایسا اسلوب بیان اختیار کیا ہے کہ فہم کو دامن معنی میں دشواری نہیں ہوتی ہاں ایسے مقامات پر اثر آفرینی ضرور کم ہے، ملاحظہ کیجئے:

ہو اگر مدح کفِ پا سے منور کاغذ — عارض حور کی زینت ہو سراسر کاغذ
قیدیوں کی جنبش ابرو سے بیڑی کاٹ دو — ورنہ جرموں کا تسلسل سوئے زنداں لے چلا
دل حیراں کو کبھی ذوق تپش پہ لاتا — تپش دل کو کبھی حوصلہ فرسا کرتا
ہمیشہ رہروانِ طیبہ کے زیر قدم آئے — الٰہی کچھ تو ہوا اعزاز مرے کاسۂ سر کا
قرآں کے حواشی سے جلالین لکھی ہے — مضموں یہ خط عارضِ جاناں سے نکالا
اس ماہ نے جب مہر سے کی جلوئی نمائی — تاریکیوں کو شامِ غریباں سے نکالا
چمک جاتا مقدر جب دُرِ دنداں کی طلعت سے — نہ کیوں رشتہ گہر کا ریشۂ مسواک ہوجاتا
حال سے کشف رازِ قال نہ ہو — قال سے کیا عیاں ہو حال حضورؐ
درۃ التاج فرق شاہی ہے — ذرّۂ شوکتِ نعال حضورؐ
کمند رشتۂ عمر رفیع پہنچ نہ سکے — بلند اتنا ہے ایوانِ بارگاہِ رفیع
جاں بخشیاں مسیح کو حیرت میں نہ ڈالتیں — چپ بیٹھے دیکھتے تری رفتار کی طرف

کرگیا آخر لباسِ لالہ و گل میں ظہور خاک میں ملتا نہیں خونِ شہیدانِ جمال

مندرجہ بالا اشعار کو دیکھئے۔ اسلوب بیان اور طرز ادا نے فہم معانی کو دشوار تو نہیں بنایا لیکن کیف اور اثر آفرینی کا وہ عالم نہیں جو ان غزلوں میں ہے جن کے چند اشعار میں سلاستِ زبان اور طرز ادا کی مثالوں میں پیش کر آیا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ خیال کی ندرت، فکر کی جدت اور مضمون آفرینی شکوہ الفاظ کی متقاضی ہے اور اس کے لیے جس قسم کی تراکیب اور الفاظ کی تراش خراش سے کام لیا جاتا ہے وہ سادگی کی دشمن ہے اور نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ ایسے اشعار سے اثر آفرینی اور سوز و گداز رخصت ہوجاتا ہے جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ غزل میں تو ایک گونہ مضمون آفرینی کی گنجائش بھی ہے لیکن نعت شریف میں مضمون آفرینی سے کلام پر کیف نہیں ہوتا۔

کسے نہیں معلوم کہ مومن دہلوی تغزل کے بادشاہ تھے۔ لیکن اسی ایک مضمون آفرینی کی بدولت ان کا کلام کیف اور اثر آفرینی سے خالی ہوگیا۔

دعا بلا تھی شب غم سکون جاں کے لیے سخن بہانہ ہوا مرگِ ناگہاں کے لیے
ہے اعتماد مرے بخت خفتہ پر کیا کیا وگرنہ خواب کہاں چشم پاسباں کے لیے

جناب حسن بریلوی کو اس مضمون آفرینی کی ضرورت دیوان کے تکملہ کے لیے حروف تہجی کی ردیفیں مکمل کرنے کی صورت میں پیش آئی ورنہ جہاں اس قسم کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے وہاں جناب حسن کے یہاں زبان کی سادگی روزمرہ کا لطف، کیف اور اثر بدرجہ اتم موجود ہے اس قبیل کی مثالیں میں روزمرہ وغیرہ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔

واردات محبت اور جذبات نگاری

تغزل میں اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ عاشق اپنی تمام کیفیات اور واردات کو نہایت آسانی اور وضاحت کے ساتھ ہر قسم کی پابندی سے الگ تھلگ رہ کر بیان کرتا ہے لیکن نعت پاک میں ایسا ممکن نہیں۔ آنحضرت ﷺ سے ان تمام خطوط و وساوس میں سے پاک ومعرا ہے جو تغزل کی جان ہیں۔ پھر یہ کہ یہاں بے باکی کا شائبہ بھی نہیں۔ حبیب پاک ﷺ کا نام نامی لینا بھی ہو تو اس کے لیے بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز نام تو برون کمال بے ادبی است

نعت پاک کی نزاکتوں، آدابِ عشق نبوی ﷺ اور اس کی کڑی شرطوں سے عہدہ برآ ہونا ہر ایک کا کام نہیں اس کے لیے بڑے سلیقے اور قرینے کی شرط ہے۔عشق مصطفوی ﷺ کا احترام علامہ اقبال کے یہاں دیکھئے،

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر باد نہ رسیدی تمام بولہبی است

عشق مصطفوی ﷺ وہ عشق ہے جو جسم کی غذا نہیں بلکہ روح کی غذا ہے جس کی تشریح مولانا روم یوں یوں فرماتے ہیں:

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما　　اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما　　اے تو افلاطون و جالینوس ما

اس عشق کی تشریح کامل آپ کو علامہ اقبال کے کلام میں ملے گی اور اس کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوگا کہ عشق ایمانی نقطۂ نظر سے اور مابعد الطبیعاتی اعتبار سے کیا چیز ہے اور اس کے کتنے مراحل ہیں اور وہ کس طرح طے ہو سکتے ہیں۔نعتیہ شاعری میں عشق مصطفوی ﷺ ہر بوالہوس کا شعار نہیں بلکہ یہ خاصان بارگاہ الٰہی کا حصہ ہے یہ اللہ کی دین ہے جس کے حصے میں آئے۔ جناب حسن کو بھی بارگاہ نبوت سے یہ شرف حاصل ہوا تھا ان کے یہاں منزل عشق کے تمام مدارج موجود ہیں لیکن اس راہ کو انہوں نے بڑی احتیاط سے طے کیا ہے ان کے یہاں فراق کا بیان ہے۔شب فراق کی ستم رانیوں کا بھی ذکر ہے۔دیار محبوب کا اشتیاق بھی موجود ہے۔درِمحبوب پر عرض حال بھی کرنا چاہتے ہیں۔غرض کہ وہ تمام مراحل ہیں جو اس راہ میں ایک محبّ صادق کو پیش آتے ہیں لیکن تقدیس وتکریم کا دامن ہاتھ سے کہیں چھوٹنے نہیں پاتا۔

انہوں نے محبوب کا سراپا بھی بیان کیا ہے اور فکر رسا نے وہ مضمون آفرینی کی ہے کہ بیساختہ داد دینے کو دل چاہتا ہے اب میں ان موضوعات پر ان کے اشعار پیش کرتا ہوں تا کہ ان کی طبع وقاد کی بلندی اور اپچ آپ خود ملاحظہ کرسکیں۔

حسن محبوب، اس کی رفعتیں اور اس کی شان

لامکاں میں نظر آتا ہے اُجالا تیرا　　دور پہنچایا ترے حسن نے شہرا تیرا
خوبرویانِ جہاں تجھ پہ فدا ہوتے ہیں　　وہ ہے اے ماہِ عرب حسن دل آرا تیرا

بہر دیدار جھک آئے ہیں زمیں پہ تارے　　واہ اے جلوۂ دلدار ... چمکنا تیرا
آسماں گر ترے تلووں کا نظارہ کرتا　　روز اک چاند تصدق میں اتارا کرتا
دھوم ذرّوں میں انا الشّمس کی پڑجاتی ہے　　جس طرف سے ہے گزر چاند ہمارا کرتا
دیکھ کر ان کا فروغ ... حسن پا　　مہر ذرّہ ... چاند تارا ہوگیا
حسن یوسف پر زلیخا .. مٹ .. گئیں　　آپ پر اللہ ...... پیارا ہوگیا
اگر جلوہ نظر آئے کف پاک منور کا　　ذرا سا منھ نکل آئے ابھی خورشید خاور کا
روئے عالمتاب نے بانٹا جو باڑا نور کا　　ماہِ نو کشتی، پیالا مہر تاباں ہوگیا
دیواروں کو آئینہ بناتے ہیں وہ جلوے　　آئینوں کو جن جلووں نے دیوار بنایا
اس چہرۂ پُرنور کی وہ بھیک تھی جس نے　　مہر و مہ و انجم کو ... پُر انوار بنایا

سراپائے محبوب رب العالمین ﷺ ملاحظہ کیجئے اور مضمون آفرینی کی داد دیجئے۔

یہ گردن پُر نور کا پھیلا ہے اُجالا　　یا صبح نے سر اِن کے گریباں سے نکالا
قرآں کے حواشی پہ جلالین لکھی ہے　　مضموں یہ خطِ عارض جاناں سے نکالا
ہے حسن گلوئے مہ بطحا سے یہ روشن　　اب مہر نے سر اِن کے گریباں سے نکالا
ان ہاتھوں کے قربان کہ ان ہاتھوں سے تم نے　　خارِ رہِ غم پائے غریباں سے نکالا
اُن کے دُرِ دنداں کا وہ صدقہ تھا کہ جس نے　　ہر قطرۂ نیساں دُرِ شہوار بنایا!
تصور لطف دیتا ہے دہانِ پاک سرور کا　　بھرا آتا ہے پانی میرے منہ میں حوضِ کوثر کا

محبوب کا کمال حسن یہ ہے کہ:

تیرے صانع سے کوئی پوچھے ترا حسن و جمال　　خود بنایا اور بنا کر ... آپ پیارا ہوگیا
تصور اس لب جاں بخش کا کس شان سے آیا　　دلوں کا چین ہو کر جان کا آرام جاں ہو کر

جناب حسن نے ''الغیاث'' کی ردیف میں ایک 50 شعر کی غزل کہی ہے جس میں سراپائے نبوی ﷺ کمال خوبی سے پیش کیا ہے۔ اس غزل کا مطلع ہے۔

جاں بلب ہوں آمری جاں الغیاث　　ہوتے ہیں کچھ اور ساماں الغیاث

پوری غزل یہاں نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں لہٰذا اس سراپا کو ملاحظہ کیجئے۔

فراق محبوب ﷺ آرزوئے دیدار

دیدار کی بھیک کب بٹے گی منگتا ہیں اُمیدوار ... آقا
جاں بلب ہوں آمری جاں الغیاث ہوتے ہیں کچھ اور ساماں الغیاث
بیقراری چین لیتی ہی .... نہیں اے قرار بے قراراں الغیاث
غمزدوں کی شام ہے تاریک رات اے جبین ماہ تاباں الغیاث
بلائے جاں ہے اب ویرانی دل چلے آؤ کبھی اس اجڑے گھر میں

غرضیکہ داخلی اعتبار سے جناب حسن کی شاعری میں وہ تمام پہلو آپ موجود پائیں گے جن کی موضوع نعت اجازت دے سکتا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں یہ میدان نعت پاک کا ہے کسی مجازی محبوب کا نہیں کہ وہاں بے باکانہ قدم اٹھائے در آئیں اور ابوالہوسی جو کچھ تقاضہ کرے اس کو سپرد خامہ کرتے چلے جائیں۔

جناب حسن نے اپنے جذباتِ محبت کی ادائیگی کے بعد بکثرت ایسے اشعار پیش کیے ہیں جن میں سرور دو عالم و عالمیاں مختار کل ﷺ کے اوصاف بے مثال کو پیش کیا ہے۔ خصوصیت سے اس شفیع المذنبین ﷺ کی شان شفاعت، رفعت رسالت اور آپ کی جلالت کو بڑے پاکیزہ اور بلند انداز میں پیش کیا ہے اور یہی حقیقی نعت ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے ان اشعار میں بیان و زبان دونوں کا لطف موجود ہے۔

عاصیوں کو در تمہارا مل گیا بے ٹھکانوں کو ٹھکانہ مل گیا
ناخدائی کے لیے آئے حضورؐ ڈوبتو نکلو سہارا مل گیا
رب سلم وہ اُدھر کہنے لگے اُس طرف پار اپنا بیڑا ہوگیا!
مجرم ہیبت زدہ جب فردِ عصیاں لے چلا لطف شہ تسکین دیتا پیش یزداں لے چلا
کوئی قریب ترازو، کوئی لب کوثر کوئی صراط پر اُن کو پکارتا ہوگا
چکرا گئی ناؤ بے کسوں .... کی آنا مرے غم گسار ... آنا
روزِ محشر ایک تیرا آسرا سب سوالوں کا جواب لاجواب

زیارت مدینہ منورہ کا اشتیاق بے حد، راہ طیبہ، راستے کی صعوبتیں جو راہی کے لیے عین

راحت ہیں۔ ان کا اندازہ بیان دشت مدینہ اور خار بیابان کی عظمتیں، بہار مدینہ اور رضوان کی جنتیں۔ یہ وہ عام موضوعات ہیں جو دوسرے نعت گوشعراء کی طرح جناب حسن کی نعتیہ شاعری کے بھی موضوع ہیں اور انہوں نے ان موضوعات پر بھی اس چابکدستی سے قلم اٹھایا ہے جو ان کی شاعری کا خاصہ ہے۔ انداز بیان کی پاکیزگی وہی ہے زبان کا لطف وہی ہے اور پھر سادگی و سلالت ہے جو جناب حسن کی شاعری کی اہم خصوصیات ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ محاسن کلام بھی اس طرح آپ کے یہاں موجود ہیں جس طرح دوسری خصوصیات۔ تشبیہ اور استعارے اور مجاز مرسل شاعری کے زیور ہیں۔ صنائع بدائع خواہ وہ لفظی ہوں یا معنوی۔ محاسن کلام میں شمار ہوتی ہیں۔ نعتیہ شاعری میں ان محاسن کلام کا پیش کرنا بہت مشکل ہے اور ان کے بے ساختہ بیان یا ادائیگی کے لیے بڑی قادرالکلامی کی ضرورت ہے۔ جناب حسن کے یہاں یہ تمام چیزیں موجود ہیں اور لطف یہ ہے کہ ان کی موجودگی سے کلام کی بے تکلفی اور سادگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا ورنہ صنائع و بدائع کا التزام کلام کو اکثر چیستاں بنا دیا کرتا ہے۔ آیئے میں آپ کے سامنے چند ایسے اشعار بھی پیش کر دوں جن میں یہ خصوصیات موجود ہیں۔

استعارے کا لطیف استعمال

میں یہاں استعارے کی بحث چھیڑ کر یا اس کی قسمیں بیان کر کے کلام کو طول نہیں دوں گا بلکہ آپ کے سامنے صرف چند ایسے اشعار پیش کیے دیتا ہوں جن میں استعارے کی لطافت اور خوبی موجود ہے۔

دیکھ رضواں دشتِ طیبہ کی طرف　　　مری جنت کا نہ پائے گا جواب
جلوہ فرما ہے جو میرا آفتاب　　　ذرّہ ذرّہ سے ہو پیدا آفتاب
سوکھے دھانوں کی بھی خبر لے　　　کہ ہے بادل گھرا ہوا تیرا
صدقے ترے اے مردمک دیدۂ یعقوب　　　یوسف کو تری چاہ نے کنعاں سے نکالا
دینی تھی جو عالم کے حسینوں کو ملاحت　　　تھوڑا سا نمک ان کے نمکداں سے نکالا
اگر اس خندۂ دنداں نما کا وصف موزوں ہو　　　ابھی لہرا چلے بحر سخن سے چشمہ گوہر کا
سجدے کو جھکا، جائے براہیم میں کعبہ　　　جب قبلۂ کونین کا ... ابرو نظر آیا

اب چند تشبیہات لطیف ملاحظہ کیجئے!!

صبح محشر ہر ادائے عارضِ روشن میں وہ — شمع نور افشاں پے شام غریباں لے چلا
قبلہ کا بھی کعبہ رخ نیکو نظر آیا — کعبہ کا بھی قبلہ خم ابرو نظر آیا
چمکتا ہوا چاند ... غارِ حرا کا — اُجالا ہوا برجِ عرش علا .... کا
ہے حسن گلوئے مہ بطحا سے یہ روشن — اُب مہر نے سر اِن کے گریباں سے نکالا
یہ گردن پُرنور سے پھیلا ہے اُجالا — یا صبح نے سر اِن کے گریباں سے نکالا
اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع — تو نے ہی اُسے مطلعِ انوار بنایا
قرآں کے حواشی پہ جلالین لکھی ہے — مضمون یہ خط عارض جاناں سے نکالا
ہے خاک پہ نقش پا تمہارا — آئینہ ہے بے غبار آقا!
دیکھنے والوں کے دل ٹھنڈے کیے — عارض انور ہے ٹھنڈا آفتاب
تلوے اور تلوے کے جلوے پر نثار — پیارا پیارا نور، پیارا آفتاب
نقش پا، اے نو گلِ گلزار خلد...! — ہو یہ اُجڑا بن گلستاں الغیاث

ایسی لطیف و پاکیزہ تشبیہوں سے آراستہ بکثرت اشعار، ذوق نعت میں موجود ہیں۔

یہاں میں چند مثالوں ہی پر اکتفا کرتا ہوں اس طرح محاسن کلام کے لیے صنائع و بدائع بھی موجود ہیں۔

صنائع لفظی میں جناب حسن نے صنعت عکس یا بالفاظ دیگر ''رد العجز علی الصدر ورد الصدر علی العجز'' کو زیادہ استعمال کیا ہے ذیل کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

دیواروں کو آئینہ بناتے ہیں وہ جلوے — آئینوں کو جن جلوؤں نے دیوار بنایا
کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر — کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا — جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا

اسی طرح مراعاۃ النظیر کی بھی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

اللہ اللہ صر صر طیبہ کی رنگ آمیزیاں — ہر بگولا نزہت مروِ گلستاں لے چلا
اس چہرۂ پُرنور کی وہ بھیک تھی جس نے — مہر و مہ و انجم کو پُر انوار بنایا!

صنعتِ اشتقاق دیکھئے:

بیکسوں پر مہرباں ہے رحمتِ بیکس نواز　　کون کہتا ہے ہماری بیکسی اچھی نہیں!

صنعت تجنیس دیکھئے:

خارہائے دشت طیبہ چبھ گئے دل میں مرے　　عارضِ گل کی بہارِ عارضی اچھی نہیں

صنعتِ تضاد یا طباق تو بہت ہی عامۃ الورود ہے اس لیے میری نظر میں اس کی خاص اہمیت نہیں۔ اس طرح صنعت اقتباس، صنعت تلمیح صنائع لفظی کی اشعار جناب حسن کے یہاں کافی موجود ہیں۔ صنائع معنوی میں صنعت تلمیح کی کثرت ہے اور ظاہر ہے کہ نعت پاک میں صنعت تلمیح کے بیان کی بہت گنجائش ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ صنائع لفظی کے مقابلہ میں صنائع معنوی کم ہیں۔

اب میں اس تبصرے کو مزید طول دینا نہیں چاہتا۔ میں نے مختصراً جناب حسن بریلوی کے نعتیہ کلام ''ذوق نعت'' کے چند پہلو تنقیدی نقطہ نظر سے آپ کے سامنے پیش کردیے ہیں۔ حسن صاحب کا دیوان ملاحظہ فرمایئے تا کہ آپ پورا پورا لطف اٹھاسکیں اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں جناب حسن مرحوم کی عقیدت کیشیاں آپ کے لیے بھی ثمر خیر و برکات بن سکیں۔ (آمین)

اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی

قارئین! مدحت ڈاکٹر شہزاد احمد (کراچی) کے مشکور ہیں جنہوں نے یہ اہم مضمون مدحت کے لیے مہیا کیا۔ [مدیر]

حضرت حسن بریلوی رحمۃ اللہ کا خزینہ شعر و ادب

ذوق نعت

تعارف

حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ بریلوی مرحوم کا مختصر ترین تعارف یہ ہے کہ وہ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ دینی رہنمائی اور فیوض رشد و ہدایت کے علاوہ یہ خاندان شعر و ادب کے بیش بہا خزائن کا مالک بھی ہے۔ مولانا حسن رضا نے حمد و نعت، غزل، مثنوی، رباعی، تاریخ، قصائد، منقبت غرض ہر صنف شعر میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مولانا اپنے وقت کے استاد فن تھے۔ انہیں فصیح الملک بلبل ہند، نواب مرزا خان داغ دہلوی سے شرف تلمذ تھا۔ وہ عرصہ دراز تک مرزا داغ کے ساتھ دربار رام پور میں رہے۔ مولانا کی زبان با محاورہ، شگفتہ اور دل نشین اور بیان رنگین اور دلفریب ہے۔ غزل میں مرزا داغ ہی کا رنگ اختیار کیا ہے۔

حسن رضا خان 1267ھ (1860ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خان بریلوی عالم باعمل اور صوفی و صافی بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم اور اپنے برادر بزرگ کے حلقۂ فیض میں حاصل کی۔ اپنی خاندانی روایات کے مطابق شعر و شاعری کا شوق ابتداء ہی سے تھا۔ سن شعور کو پہنچے تو فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کی شاگردی سے اس ذوق کی تکمیل کی اور زبان و محاورے پر قدرت حاصل ہوئی۔ 1319ھ میں ''ثمر فصاحت'' کے تاریخی نام سے اپنی غزلیات کو مجموعہ مرتب کیا۔ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔ واپسی پر 1326 ہجری میں ''ذوق نعت'' کے تاریخی نام سے اپنی نعتوں کا مجموعہ مرتب کیا اور 1326ھ ہی میں پچاس برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو

لبیک کہا۔ ''مغفور'' تاریخ وفات ہے، مولانا نے کئی دینی اور مذہبی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں اور بریلی کے کئی خوشگوار شعراء نے ان کے دامنِ فیض میں تربیت پائی۔ ان کے پسر اکبر حکیم مولوی حسین رضا خان مرحوم حال ہی میں ہری پور (ہزارہ) میں فوت ہوئے ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے مولوی حسنین رضا خان بریلی ہی میں مقیم ہیں جہاں ان کا اپنا ''حسنی پریس'' ہے۔ اسی پریس میں مولانا حسن رضا خان صاحب اور مولانا احمد رضا خان صاحب کی تصانیف زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں۔ حکیم مولوی حسین رضا خان کے صاحبزادے یعنی مولوی حسن رضا خان کے پوتے ہری پور (ہزارہ) میں مقیم ہیں۔ مولانا حسنین رضا خان صاحب کے صاحبزادے مولوی تحسین رضا خان صاحب جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کے مدرسِ اوّل ہیں اور اپنے قابل فخر اجداد کی شمع علم روشن کیے ہوئے ہیں۔ مولانا حسن رضا کے ایک داماد مولانا تقدس علی خان بریلوی پیر گوٹ ضلع خیر پور (سندھ) میں مقیم ہیں جہاں انہوں نے جامعہ راشدیہ قائم کیا ہے۔ ان کے عقد میں مولانا حسن رضا خان کی پوتی یا نواسی ہیں۔ مولانا تقدس علی خان 1325ھ میں بریلی میں پیدا ہوئے تھے۔ تاریخی نام ''تقدس علی خاں'' مولانا حسن ہی کا تجویز کردہ ہے۔

ذوقِ نعت

مولانا حسن رضا خان بریلوی ؒ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ''ذوقِ نعت'' معروف بہ ''صلۂ آخرت'' کے تاریخی نام سے شائع ہوا تھا۔ ''ذوقِ نعت'' کی ترتیب میں عام اساتذہ کے دیوانوں کی طرف حروف تہجی کی ترتیب کا التزام ہے۔ اس طرح ہر ردیف میں نعتیں کہی گئی ہیں بلکہ بعض سنگلاخ زمینوں میں بھی جن میں نعتیہ مضامین ادا کرنا آسان نہ تھا، کامیاب نعتیں کہیں ہیں۔ میں نے آئندہ صفحات میں پہلے ان کے نعتیہ کلام کا جائزہ لیا پھر غزلیات کا۔

ان کے کلام کی بڑی خوبی مضمون آفرینی ہے۔ عموماً نعت گو شعراء کے کلام میں وہی چند گنے چنے مضامین ہوتے ہیں جو مختلف الفاظ کے ذریعے جلوہ آرا ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن مولانا حسن کی نعتوں میں ندرت خیال بھی ہے اور حقیقت آرائی بھی۔ نعت گو شعراء کو محبوب کو حسن و جمال اور حسن سیرت کے بیان میں عموماً کذب اور مبالغے سے اجتناب کرنا پڑتا ہے اور محبوب کے حقیقی صفات ہی کی نقاب کشائی کرنا پڑتی ہے۔ مولانا حسن نے حقیقت کو کہیں بھی نظر انداز نہیں کیا۔ مولانا ہر شعر میں

موقع کی اہمیت اور نزاکت کے مطابق نہایت مناسب اور موزوں الفاظ اور برمحل محاورات استعمال کرتے ہیں۔تشبیہات نہایت لطیف اور عام فہم ہیں۔ اس لیے ان کا کلام فصاحت اور بلاغت کا خزینہ بن گیا ہے۔لفظی رعایات ہر شعر میں موجود ہیں۔بعض اشعار میں الفاظ کو مقدم مؤخر کرکے یا الفاظ کے ہیر پھیر سے بے ساختہ مضمون پیدا کرلیا ہے۔بعض اشعار میں آیات اور احادیث کے نگینے باصرہ افروز ہیں۔اب ہم مولانا کی نعتوں کی خصوصیات پر فرداً فرداً نظر ڈالتے ہیں۔

مضمون آفرینی

مولانا نعت گوئی میں دوسرے نعت گوشعراء کے نقال نہیں کہ میلاد شریف کا ذکر کریں تو وہی بات پر الفاظ دگر کہہ دیں جو دوسرے شعراء کہہ چکے ہیں یا معراج کا مضمون ہوتو وہی رسمی باتیں بیان کر دیں جو دوسرے نعت گوشعراء کہہ چکے ہیں یا معراج کا مضمون ہوتو وہی رسمی باتیں بیان کر دیں جو دوسرے نعت گوبھی بیان کر چکے ہیں۔مولانا ہر مقام اور ہر جگہ پر نئی بات کہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کے بہت سے اشعار میں نئے نئے مضامین ہیں۔ میں ذیل میں کچھ اشعار نقل کرتا ہوں، جن میں ندرت خیال موجود ہے اور مضمون آفرینی کا حق ادا کیا گیا ہے۔

قل کہہ کے اپنی بات بھی لب سے تیرے سنی　　　اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند
کرے تعظیم میری سنگ اسود کی طرح مومن　　　تمہارے در پہ رہ جاؤں جو سنگ آستاں ہوکر

مرزا غالب کا ایک شعر ہے:

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں　　　خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

غالب کا خیال ہے کہ کچھ حسینوں کی شکلیں تو لالہ وگل کی صورت میں ظاہر ہوگئیں اور بہت سی مٹی ہی میں دب کر رہ گئیں۔لیکن مولانا کو اس سے اتفاق نہیں انہوں نے اس سے ایک نیا مضمون پیدا کیا ہے،فرماتے ہیں:

کرگیا آخر لباس لالہ و گل میں ظہور!!　　　خاک میں ملتا نہیں خون شہیدانِ جمال

امیر مینائی کا شعر ہے:

حور بن کر تیرے کشتے کی قضا آتی ہے　　　دامن تیغ سے جنت کی ہوا آتی ہے

مولانا حسن فرماتے ہیں:

جب تیری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی جان لینے کو دولہن بن کے قضا آئی ہے

اور پھر کہا:

شہید ناز کی تفریح زخموں سے نہ ہو کیونکر ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغِ جنت کی

ندرت خیال کی رنگا رنگ جلوہ آرائی دیکھئے:

الٰہی دھوپ ہو ان کی گلی کی! مرے سر کو نہیں ظل ہما خوش

جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی منہ پھیر بیٹھیں ہم تری دیوار کی طرف

اسے قسمت نے اس کے جیتے جی جنت میں پہنچایا جو دم لینے کو بیٹھا سایۂ دیوار جاناں میں

جو لگائے آنکھ میں محبوب ہو خاک طیبہ سرمۂ تسخیر ہے

غبار بے کساں کو کوئی پہنچا دے مدینے میں لپٹتا ہے ہر اک دامن سے سب کے پاؤں پڑتا ہے

ملائکہ کو بھی ہیں کچھ فضیلتیں ہم پر کہ پاس رہتے ہیں طوفِ مزار کرتے ہیں

جس بات میں مشہور جہاں ہے لب عیسیٰ اے جانِ جہاں وہ تری ٹھوکر سے ادا ہو

عیسیٰ کی زباں میں ہیں جو برکات اس ہاتھ کے سامنے ہیں اک بات

نقش پا سے جو ہوا ہے سرفراز دل بدل ڈالیں گے اس پتھر سے ہم

کیا پروانوں کو بلبل نرالی شمع لائے تم گرے پڑتے تھے جو آتش پہ وہ پہنچے گلستاں میں

اتنی مدت تک ہو دید مصحفِ عارض نصیب حفظ کرلوں ناظرہ پڑھ پڑھ کے قرآنِ جمال

مولانا حسن کی نعتوں کے بعض اشعار میں بالکل نئے خیالات ہیں جو پیشتر ازیں کہیں سننے میں نہیں آئے، مثلاً فرمایا ہے۔

الٰہی بعد مُردن پردہ ہائے حائل اُٹھ جائیں اجالا میرے مرقد میں ہو ان کی شمع تربت کا

دونوں جہاں کی شاہی ناکتخدا دلہن تھی پایا دلہن نے دولہا صبح شبِ ولادت

بت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے مل مل کے گلے روتے ہیں کفار وصنم آج

نورِ ولادت مہ طیبہ کا فیض ہے رہتی ہے جنتوں میں جو لیل و نہار صبح

بس چل سکے تو شام سے پہلے سفر کرے طیبہ کی حاضری کے لیے بے قرار صبح

ترے دامن کا سایہ اور دامن کتنے پیارے ہیں وہ سایہ دشت محشر کا یہ حامی دیدۂ تر کا

اتر سکتی نہیں تصویر بھی حسن سراپا کی کچھ اس درجہ ترقی پر تمہاری بے مثالی ہے
عالم روح کو ہے عالم اجسام پہ ناز چوکھٹے میں جو عناصر کے ہے صورت تیری

پھر ایک اور دلفریب شعر ہے ع

گردن تسلیم خم کرنے کے ساتھ! چھینکتے ہیں بار عصیاں سر سے ہم

حسن الفاظ

مولانا حسن بریلوی کو چونکہ زبان اور محاورے پر بہت قدرت حاصل ہے اس لیے بسا اوقات الفاظ کے تقدم و تاخر سے مضمون پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسی مثالیں بے شمار ہیں مثلاً ع

جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا
خدا کا وہ طالب، خدا اس کا طالب خدا اس کا پیارا وہ پیارا خدا کا
جو ترا ہوگیا، خدا کا ہوا جو خدا کا ہوا، ہوا تیرا
یوں گموں میں کہ تجھ سے مل جاؤں یوں گما اس طرح ملایا رب
تیری نعمت کے سائل خاص تا عام تیری رحمت کے طالب عام تا خاص
اللہ کا محبوب ہے جو تمہیں چاہے اس کا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو
دیکھ آنکھیں نہ دکھا مہر قیامت ہم کو جنکے سایے میں ہیں ہم دیکھی ہے صورت اُنکی

بیشتر اشعار میں الفاظ کے تضاد سے مضمون پیدا کیا گیا ہے ع

تضاد الفاظ

مر کے جیتے ہیں جو در پر اس کے جاتے ہیں حسن جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر
نکالا کب کسی کو بزم فیض عام سے تم نے نکالی ہے تو آنے والوں کی حسرت نکالی ہے
حسن کا درد دکھ موقوف فرما کر بحالی دو تمہارے ہاتھ دنیا بھر کی موقوفی بحالی ہے
بلاتے ہیں اسی کو جس کی بگڑی یہ بناتے ہیں کمر بندھنا دیار طیبہ کو کھلنا ہے قسمت کا
قربان ہوا بندگی پر لطف رہائی یوں بندہ بنا کر ہمیں زنداں سے نکالا
جو دہ ابر کرم پھر آبروئے خاک ہوجاتا تو اس کے دو ہی چھینٹوں سے زمانہ پاک ہوجاتا

تاج والے ہوں اس میں یا محتاج
سب نے پایا دیا ہوا تیرا

کیونکر نہ چاہوں تیری گلی میں ہوں مٹ کے خاک
دنیا میں آج کس کو نہیں آبرو پسند

گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

پردہ کھل جائے گا محشر میں میرا
گر نہ دامن میں چھپایا مجھ کو!

سوجا سے گنہگار کا ہو رخت عمل چاک
پردہ نہ کھلے گر تیرے دامن کی ہوا ہو

جودِ دریا دل کے صدقے میں بڑھے
بڑھتے بادل کو گھٹا کہنا خطا!!

تکرار الفاظ

بیشتر اشعار میں تکرار الفاظ سے اچھوتے مضمون نکالے ہیں ع

خدا مدح خواں ہے، خدا مدح خواں ہے
مرے مصطفیٰ کا، مرے مصطفیٰ کا

تیرا دردِ الفت جو دل کی دوا ہو!
وہ بے درد ہے نام لے جو دوا کا

وہ سراپا لطف ہیں شانِ خدا
وہ سراپا نور کی تصویر ہیں

خدا ہے اس کا مالک یہ خدائی بھر کا مالک ہے
خدا ہے اس کا مولیٰ یہ خدائی بھر کا مولا ہے

چل ہند سے چل ہند سے چل ہند سے غافل
اُٹھ سوئے نجف، سوئے نجف، سوئے نجف جا

اے طلعتِ رخ آ تجھے مولیٰ کی قسم آ
اے ظلمت دل جا تجھے اس رخ کا حلف جا

فانی فانی ہستی فانی
باقی باقی، باقی فانی

میرا تیرا کب تک پیارے
میں بھی فانی، تو بھی فانی

قولِ حسن سن، قولِ حسن سن
باقی باقی، فانی فانی

مترادف الفاظ

حضرت مولانا حسن بریلوی رحمہ اللہ نے بعض اشعار میں مترادف الفاظ یا آپس میں ملتے جلتے الفاظ یا ذو معنی الفاظ لا کر اچھے اچھے مضمون پیدا کیے ہیں۔ چند مثالیں حاضر ہیں۔

ٹوپیاں تھام کے گر عرش بریں کو دیکھیں
اونچے اونچوں کو نظر آئے نہ رفعت تیری

رنگ چمن آرائی اڑانے کی ہوا میں
چلتی ہے ہوا دامن مولیٰ سے لپٹ کر

سلطان وگدا سب ہیں تیرے در کے بھکاری
ہر ہاتھ میں دروازے کا بازو نظر آیا

بال بیکا کبھی نہ ہو ان کا!!　بول بالا ہو دائما یا رب!!
نہ کوئی دوسرا میں تجھ سا ہے　نہ کوئی دوسرا ہوا تیرا
نہ ہوگا دو قدم کا فاصلہ بھی　الٰہ آباد سے احمد نگر تک

تواتر و تقسیم

مولانا حسن بریلوی کو زبان پر اس قدر قابو اور بیان پر اتنی قدرت حاصل ہے کہ اشعار میں جا بہ جا صنعت تواتر اور صنعت تقسیم کا لطف پیدا کر دیا ہے مثلاً ؎

ہوا بدلی، گھرے بادل، کھلے گل، بلبلیں چہکیں　تم آئے یا بہارِ جاں فزا آئی گلستاں میں!!
باغِ فردوس کھلا، فرش بچھا، عرش سجا　اک ترے دم کی یہ سب انجمن آرائی ہے
کھیت سرسبز ہوئے، پھول کھلے، میل دُھلے　اور پھر فضل کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے!
تیری ہیبت سے ملا تاجِ سلاطیں خاک میں　تیری رحمت سے گدا تختِ سلیماںؑ لے چلا
قطرہ قطرہ ان کے گھر سے بحرِ عرفاں ہوگیا　ذرّہ ذرّہ ان کے در سے مہر تاباں ہوگیا
ترے زیرِپا مسند ملک یزداں　ترے فرق پر تاج ملکِ خدا کا
تم عرش کے تاج دار مولیٰ　تم فرش کے باوقار آقا
بندے ہیں گناہ گار بندے　آقا ہیں کرم شعار آقا!
ہر ادا دل نشیں بنی تیری　ہر سخن جاں فزا ہوا تیرا
تمہارے در سے جھولی بھر مرادیں لے کے اٹھیں گے　نہ کوئی بادشاہ تم سا نہ کوئی بے نوا ہم سا
انہیں کا جلوہ سربزم دیکھتے ہیں پتنگ　انہیں کی یاد چمن میں ہزار کرتے ہیں
ٹھکانا بے ٹھکانوں کا، سہارا بے سہاروں کا　غریبوں کی مدد، بیکس کا یاور آنے والا ہے
مبارک درد مندوں کو ہو مژدہ بے قراروں کو　قرارِ دل، شکیب جانِ مضطر آنے والا ہے
سہارے نے ترے گیسو کے پھیرا ہے بلاؤں کو　اشارے نے ترے ابرو کے آئی موت ٹالی ہے
نگہ نے تیر زحمت کے دلِ امت سے کھینچے ہیں　مژہ نے پھانسی حسرت کی کلیجے سے نکالی ہے
چاندی ہے مفلسوں کی باندی ہے خوش نصیبی　آیا کرم کا داتا صبح شب ولادت

رعایات لفظی

حضرت مولانا حسن بریلوی رحمۃ اللہ نے کلام میں رعایات الفاظ سے معنوی خوبیاں پیدا کی ہیں۔ اب تک جتنی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ان میں رعایات لفظی کا حسن قابل داد ہے۔ اہل فن اسے صنعت مراعات النظیر کہتے ہیں۔اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

چار اضداد کی کس طرح گرہ باندھی ہے　　ناخن عقل سے کھلتا نہیں عقدہ تیرا
وحشی عشق سے کھلتا ہے تو اے پردۂ یار　　کچھ نہ کچھ چاکِ گریباں سے ہے رشتہ تیرا
رکھ دیا جب اس نے پتھر پر قدم　　صاف اک آئینہ پیدا ہوگیا
اس ماہ نے جب مہر سے کی جلوہ نمائی　　تاریکیوں کو شامِ غریباں سے نکالا
ہے خاک پر نقش پا تمہارا　　آئینہ ہے بے غبار آقا!
میں ید بیضا کے صدقے اے کلیم　　پر کہاں ان کی کف پا کا جواب
گرمیوں پر ہے وہ حسن بے زوال　　ڈھونڈتا پھرتا ہے سایہ آفتاب
چاندی ہے مفلسوں کی، باندی ہے خوش نصیبی　　آیا کرم کا داتا صبح شب ولادت
ظلمت کے سب رجسٹر حرفِ غلط ہوئے ہیں　　کاٹا گیا سیاہا صبح شب ولادت
ورق مہر اسے خط غلامی لکھ دے　　ہو جو وصف رخ پر نور سے انور کاغذ
نبی ہم پایہ ہوں کیا تو نے پایا　　نبوت کی طرح ہر معجزہ خاص
بن پڑی نفس کافر کیش کی!　　کھیل بگڑا، لو خبر، فریاد ہے
جو بیمارِ غم لے رہا ہو سنبھالے　　وہ چاہے تو دم بھر میں اس کو سنبھالے
چھوڑ کر خاکِ قدم اکسیر کی خواہش کرے　　خاک میں مل جائے یا رب کیمیا گر کی تلاش
یا رب وہ نخل سبز رہے جس کی شاخ میں　　جز داغ عشق اور کوئی گل کھلا نہ ہو!!

بعض اشعار میں کئی کئی صنعتیں اور رعایتیں ہیں۔ میں صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کرتا ہوں، باقی کی تلاش مذاق سلیم پر چھوڑتا ہوں، فرمایا ہے ؏

جود دریا دل کے صدقے سے بڑھے　　بڑھتے بادل کو گھٹا کہنا خطا!

بڑھتے بڑھتے اور گھٹا میں تضاد الفاظ ہے۔ دریا دل اور بادل میں حرفی مماثلت ہے۔ گھٹا

اور خطا ہم قافیہ ہیں۔ بادل اور گھٹا سے جو لطف پیدا ہوا ہے وہ ظاہر ہے۔ دریا اور دل میں بھی مناسبت ہے اوپر جو مختلف ضمنوں میں اشعار نقل کیے گئے ہیں ان میں بھی بعض اشعار کے کئی کئی پہلو ہو سکتے ہیں۔

محاورات

حضرت مولانا حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں زبان اور محاورے کی چاشنی عام ہے۔ شاید ہی کوئی شعر محاورے سے خالی ہو گا۔ اوپر جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں سے اکثر اشعار میں محاورات بھی ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں اور درج کرتا ہوں۔

کیوں تمنا میری مایوس ہو اے ابر کرم — سوکھے دھانوں کا مددگار ہے چھینٹا تیرا
سر صبح سعادت نے گریباں سے نکالا — ظلمت کو ملا عالم امکاں سے نکالا!
جو بات لب حضرتِ عیسیٰؑ نے دکھائی — وہ کام یہاں جنبشِ داماں سے نکالا
اگر پیوند ملبوس پیمبر کے نظر آتے — ترا اے حلۂ شاہی کلیجہ چاک ہوجاتا
جسے تو نے دیا خدا نے دیا — دین رب کی دیا ہوا تیرا
خوفِ وزنِ عمل کسے ہو کہ ہے — دل مدد پر تلا ہوا تیرا
سوکھے گھاٹوں مرا اتار ہو کیوں! — کہ ہے دریا چڑھا ہوا تیرا
سوکھے دھانوں کی بھی خبر لے لے — کہ ہے بادل گھرا ہوا تیرا
ڈوبتوں کا یا نبیؐ کہتے ہی بیڑا پار تھا — غم کنارے ہوگئے پیدا کنارا ہوگیا
کیوں نہ دم دیں مرنیوالے مرگِ عشق پاک پر — جان دی اور زندگانی کا سہارا ہوگیا
تم سے اس بیمار کو صحت ملے! — جس کو دے دیں حضرت عیسیٰ جواب
وہ مہر مہر فرما، وہ ماہ عالم آرا — تاروں کی چھاؤں آیا صبح شب ولادت
پھر پھر گئے منہ ستم گروں کے! — اُٹھ اُٹھ گئے پاؤں لشکروں کے

بے ساختگی

ان کے بیسیوں اشعار بے ساختہ ہو گئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے تکلف باتیں کر رہے ہیں۔ نثر نے شعر کا روپ دھار لیا ہے۔ ایسے اشعار نثر بھی ہیں۔ شعر بھی ہیں چند مثالیں پیش

کرتا ہوں ؎

وہ جس رہ سے گزرتے ہیں بس رہتی ہیں مدت تک نصیب اس گھر کے جس گھر میں وہ ٹھہریں میہماں ہوکر

دشتِ طیبہ کی جو دیکھ آئیں یہاں ہو عنادل کو نہ گلزار سے ربط

سرِشوریدہ کو ہو در سے میل کمر خستہ کو دیوار سے ربط!

مجرمو! ان کے قدم پر لوٹ جاؤ بس رہائی کی یہی تدبیر ہے

روکے گی حشر میں جو مجھے پاشکستگی! دوڑیں گے ہاتھ دامن دلدار کی طرف

زمین کوئے نبیؐ کے جو لیتے ہیں بوسے فرشتگانِ فلک ان کو پیار کرتے ہیں

کون سے دل میں نہیں یادِ حبیب قلبِ مومن مصطفیٰ آباد ہے

نہ ہوگا دو قدم کا فاصلہ بھی! الٰہ آباد سے احمد نگر تک

بیٹھتے اٹھتے، جاگتے سوتے ہو الٰہی میرا شعار درود

بے یارو مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا

ایک نعت میں مسلسل ایسے ہی بے ساختہ اشعار آئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی خدائے پاک خوشی ان کی چاہتا ہوگا

پکڑ کے ہاتھ کوئی حالِ دلِ سنائے گا تو روکے قدموں سے کوئی لپٹ گیا ہوگا

کوئی قریب ترازو کوئی لب کوثر! کوئی صراط پہ ان کو پکارتا ہوگا

ہزار جان فدا نرم نرم پاؤں سے پکار سن کے اسیروں کی دوڑتا ہوگا

عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاش کرے خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا

بنی ہے دم پہ دہائی ہے تاج والے کی یہ غل یہ شور یہ ہنگامہ جابہ جا ہوگا

کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ میرے حضور کے لب پر اَنَا لَهَا ہوگا

غلام ان کی عنایت سے چین سے ہوں گے عدو حضور کا آفت میں مبتلا ہوگا

سرکار میں کون سی شے نہیں ہے ہاں ایک نہیں یہاں نہیں ہے

ہیں تیرے آستاں کے خاک نشیں تخت پر خاک ڈالنے والے

تصدق ہو رہے ہیں لاکھوں بندے گرد پھر پھر کر طوافِ خانہ کعبہ عجب دلچسپ منظر ہے

تشبیہات

حضرت مولانا حسن بریلوی ؒ نے حتی الامکان تشبیہات اور استعارات کا استعمال کم کیا ہے۔لیکن جہاں کہیں کیا ہے۔استعارے عام فہم اور تشبیہات نہایت لطیف ہیں جن سے شعر پر اثر اور لطف دوبالا ہو گیا ہے۔فرماتے ہیں ؎

ان کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے!

چمک جاتا مقدر جب درِ دنداں کی طلعت سے
نہ کیوں رشتہ گہر کا رشتۂ مسواک ہوجاتا

کانٹا غمِ عقبیٰ کا حسن اپنے جگر سے!
امت نے خیالِ سرِمژگاں سے نکالا!

مژہ نے تیرِ زحمت کے دلِ اُمت سے کھینچے ہیں
نگہ نے پھانس حسرت کی کلیجے سے نکالی ہے

خدا تارِ رگِ جاں کی طرح عزت بڑھا دیتا!
شراکِ پاکِ نعلِ سیّد لولاک ہوجاتا

اے چمن بھیک ہے تبسم کی!
غنچہ غنچہ کھلا ہوا تیرا!

جلوۂ موئے محاسن چہرۂ انور کے گرد
آبنوسی رحل پر رکھتا ہے قرآنِ جمال!

بہارِ خلد صدقے ہو رہی ہے روئے عاشق پر
کھلی جاتی ہیں کلیاں دل کی تیرے مسکرانے سے

تیرے محتاج نے پایا ہے وہ شاہانہ مزاج
اس گدڑی کو بھی پیوند ہوں دارائی کے!!

اصلیت وحقیقت

عام طور پر نعتوں میں حضور رسالت مآب ﷺ کے ظاہری حسن و جمال کی تعریف زیادہ ہوتی ہے۔حضور کی سیرت اخلاق و رحمت سے متعلق حقائق شاذو نادر ہی بیان ہوتے ہیں۔نعت میں کذب و دروغ کی تو گنجائش ہی نہیں۔مبالغے کی بھی کوئی حد ہے۔اس لیے نعت میں زیادہ تر حضور کی زندگی سے متعلق حقائق اور سیرت کے مختلف پہلوؤں کی نقاب کشائی ہونی چاہیے۔حضرت مولانا حسن بریلوی ؒ کی نعتوں میں بہت سے حقائق بھی بیان ہوئے ہیں۔علامہ اقبال ؒ نے مثنوی اسرار و رموز کے ایک شعر میں اسطوانہ حنانہ کا حوالہ دیا ہے۔قصہ یہ ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ خطبہ دیتے ہوئے ایک لکڑی کا سہارا لیتے تھے جو زمین میں گاڑھی ہوئی تھی۔جب حضور کے لیے منبر تعمیر کیا گیا تو اس لکڑی کو جو کھجور کے درخت کا خشک تنا تھا۔نکال دیا گیا تو وہ لکڑی چیخ چیخ کر روئی۔اس لیے اسے حنانہ (نوحہ کرنے والی) کہا گیا ہے۔حضور نے اس پر دست مبارک رکھا تو

وہ خاموش ہوئی، پھر اسے دفن کر دیا گیا۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے فرمایا ؂

من چہ گویم از تولّائش کہ چیست　　خشک چوبے در فراق او گریست

راقم الحروف نے اسرار و رموز کے منظوم ترجمے میں اس شعر کا ترجمہ یوں کیا ہے ؂

کیا کہوں کیا ہے تولّائے نبی　　آپ کی فرقت میں لکڑی رو پڑی

حضرت مولانا حسن بریلوی رحمہ اللہ نے اسی واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ؂

تمہارے ہجر کے صدموں کی تاب کس کو ہے　　یہ چوب خشک کو بھی بیقرار کرتے ہیں

پھر دوسری جگہ فرمایا ؂

تو وہ محبوب ہے اے راحت جاں، دل کیسے　　نیرم خشک کو تڑپا گئی فرقت تیری!

راقم الحروف نے گراموفون پر نظم میں اس کے ریکارڈوں سے متعلق ایک شعر میں اس حقیقت کو فہم کے زیادہ قریب کر دیا ہے ؂

نغمہ پیرا صورت مرغِ چمن ہے خشک چوب　　یا فراقِ مصطفیٰ میں نالہ زن ہے خشک چوب

ایک اور حقیقت کا اظہار یوں ہوا ہے ؂

نعمتیں ہم کو کھلائیں اور آپ　　جَو کی روٹی پہ قناعت کر لی
فاقہ مستوں کو شکم سیر کیا　　آپ فاقے پہ قناعت کر لی
خسروِ کون و مکاں اور تواضع ایسی!　　ہاتھ تکیہ تیرا اور خاک بچھونا تیرا
لگائے گئے ہیں پیوند کپڑوں میں اپنے　　اوڑھائے فقیروں کو تم نے دوشالے

ذیل کے اشعار میں مختلف حقائق بیان کیے گئے ہیں ؂

شریک اس میں نہیں کوئی پیامبر　　خدا سے ہے جو تجھ کو واسطہ خاص
نہ ہو جب تک تمہارا نام شامل　　دعائیں جا نہیں سکتیں اثر تک
پیش یوسفؑ ہاتھ کاٹے ہیں زنانِ مصر نے　　تیری خاطر سر کٹا بیٹھے فدایانِ جمال!
کبھی وہ تاجورانِ زمانہ کر نہ سکیں!　　جو کام آپ کے خدمت گزار کرتے ہیں
حسن یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ پہ نہیں کچھ موقوف　　جس نے جو پایا ہے، پایا ہے بدولت تیری
یاد کرتے ہیں عدو کو بھی دعا ہی سے وہ!　　ساری دنیا سے نرالی ہے یہ عادت ان کی

میں ہوں، میں ہوں، اپنی امت کے لیے کیا ہی پیارا پیارا یہ ارشاد ہے
حشر میں ہم گنہ گار پریشاں خاطر عفو رحمٰن و رحیم اور شفاعت ان کی
شرف مکے کی بستی کو ملا طیبہ کی بستی سے نبیؐ والی ہی کے صدقے میں وہ اللہ والی ہے
بڑھے کیونکر نہ پھر شکلِ ہلال اسلام کی رونق ہلال آسمانِ دیں تری تیغ ہلالی ہے
زہے شوکتِ آستانِ معلیٰ یہاں سر جھکاتے ہیں سب تاج والے
یہ عبادت زاہد و بے حب دوست مفت کی محنت ہے سب برباد ہے
سارے عالم کو تو مشتاقِ تجلی پایا پوچھے جایئے اب کس سے ٹھکانا تیر
برق دیدار ہی نے تو ہے قیامت توڑی سب سے ہے اور کسی سے نہیں پردہ تیرا
وہ دیکھ لے کربلا میں جس نے دیکھے نہ ہوں جاں نثار، آقا!
عالم غیب نے ہر غیب سے آگاہ کیا صدقے اس شان کے دانائی و بینائی کے
دیکھنے والے ہو تم رات کی تاریکی میں! کان میں سمع کے اور آنکھ میں بینائی کے

معراج

معراج شریف کا واقعہ بھی نعت گوشعراء کا خاص موضوع ہے۔ بعض شعراء نے تو معراج کا پورا قصہ نظم میں بیان کر دیا ہے اور نعتوں میں معراج سے متعلق جستہ جستہ شعر بھی کہے ہیں۔ معراج شریف کا جب بھی ذکر آئے مجھے آغا حشر کاشمیری کے یہ دوشعر یاد آجاتے ہیں۔

ہے دل جبریلؑ شوقِ ہم عنانی کا شہید دامن زخم تمنا جادۂ پرواز ہے
کس قدر نظارہ پرور جلوۂ معراج تھا آج تک شوقِ لقا میں چشم انجم باز ہے

مگر حضرت مولانا حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حشر سے زیادہ اونچے گئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

شب اسریٰ ترے جلووں نے کچھ ایسا سماں باندھا
کہ اب تک عرش اعظم منتظر ہے تیری رخصت کا

پھر ایک اور نعت میں کہا ؎

شبِ معراج تھے جلوے پہ جلوے شبستان دنیٰ سے ان کے گھر تک

ان کی غزلیات کے دیوان میں بھی معراج سے متعلق ایک شعر آیا ہے۔ کہا ہے ؎

وہ جلوے اس نے دیکھے ہیں، نہ دیکھے ہیں ملائک نے
کہاں پہنچا، کسے دیکھا، حسنؔ اوجِ بشر دیکھا

علامہ اقبال رحمہ اللہ کا بھی ایک ایسا ہی شعر ہے ؎

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

سراپا

بعض نعت گو شعراء نے حضور رسالت مآب ﷺ کا سراپا بھی لکھا ہے اور سر سے پائے مبارک تک حضور کے ایک ایک عضو کی صفت و ثنا کی ہے اور خوب خوب زورِ طبع دکھایا ہے۔ مولانا حسن بریلوی رحمہ اللہ نے بھی حضور کا سراپا لکھا جس کے چند اشعار نقل کرتا ہوں، فرماتے ہیں ؎

اے سرِ پُر نور اے سرّ خدا! ہوں سراسیمہ پریشاں الغیاث
چشمِ رحمت آ گیا آنکھوں میں دم دیکھ حال خستہ حالاں الغیاث
اے دہن، اے چشمۂ آب حیات گوہر شادابِ دنداں الغیاث
ریشِ اطہر سنبل گلزار خلد ریش غم سے ہوں پریشاں الغیاث
غم سے ہوں ہمدوش اے دوش المدد دوش پر ہے بار عصیاں الغیاث

پھر آخر میں کہا ؎

اے سراپا، اے سراپا لطفِ حق ہوں سراپا جرم و عصیاں الغیاث

پھر لباس کی تعریف مستزاد ہے ؎

اے عمامہ دورِ گردش دُور کر گرد پھر پھر کر ہوں قرباں الغیاث
نیچے نیچے دامنوں والی عبا! خوار ہے خاکِ غریباں الغیاث
عیب کھلتے ہیں گدا کے روز حشر دامن سلطانِ خوباں الغیاث
ہے پھٹے حالوں مرا رختِ عمل اے لباس پاکِ جاناں الغیاث
نعل شہ عزت ہے میری تیرے ہاتھ اے وقارِ تاجِ شاہاں الغیاث

مشکل زمینیں

چونکہ نعت گوئی عام شعر گوئی سے کچھ مشکل فن ہے، اس لیے نعتیں عموماً سادہ اور آسان

زمینوں میں کہی گئی ہیں۔ سنگلاخ زمینوں میں نعتیہ مضامین نکالنا بہت مشکل کام ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ حضرت مولانا حسن بریلوی رحمہ اللہ نے بعض مشکل اور سنگلاخ زمینوں میں بھی کامیاب نعتیں کہی ہیں اور اس طرح اردو ادب میں نعتیہ مضامین کا دائرہ زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ ذیل میں میں ان کی چند ایسی ہی نعتوں کا انتخاب پیش کرتا ہوں ؂

پائیں صحرائے مدینہ تو گلستاں مل جائے ہند ہے ہم کو قفس ہم ہیں اسیران قفس
قافلے دیکھتے ہیں جب سوئے طیبہ جاتے کیسی حسرت سے تڑپتے ہیں اسیران قفس
دشت طیبہ میں ہمیں شکل وطن یاد آئی بدنصیبی سے ہوا باغ میں ارمان قفس
ہند کو کون مدینے سے پلٹنا چاہے! عیش گلزار بھلا دے جو نہ دوران قفس
خاک طیبہ کی اگر دل میں ہو رفعت محفوظ عیب کوری سے رہے چشم بصیرت محفوظ
دل میں روشن ہو اگر شمع ولائے مولیٰ دزدِ شیطاں سے رہے دین کی دولت محفوظ
سلسلہ زلفِ مبارک سے ہے جس کے دل میں ہر بلا سے رکھے اللہ کی رحمت محفوظ
اے نگہبان میرے تجھ پہ صلوٰۃ اور سلام دو جہاں میں تیرے بندے سلامت محفوظ
تیرے قانون میں گنجائش تبدیل نہیں فسخ و ترمیم سے ہے تیری شریعت محفوظ
جسے آزاد کرے قامتِ شہ کا صدقہ رہے فتنوں سے وہ تاروزِ قیامت محفوظ

ایک اور سنگلاخ زمین میں نعتیہ اشعار کہے ہیں ؂

زمین عجز پہ سجدہ کرائیں شاہوں سے فلک جناب غلامانِ بارگاہ رفیع
کمندِ رشتۂ عمر خضر پہنچ نہ سکے بلند اتنا ہے ایوانِ بارگاہِ رفیع
وہ کون ہے جو نہیں فیض یاب اس در سے سبھی ہیں بندۂ احسانِ بارگاہ رفیع

مولانا حسن رحمہ اللہ نے ان مشکل زمینوں میں جو نعتیں کہی ہیں ان میں رسمی اشعار نہیں بلکہ زبان اور بیان اور فن کی خوبیوں کے ساتھ خیالات میں ندرت بھی ہے اور بعض حقائق بھی بیان ہوئے ہیں۔ ایسے چند اشعار اور حاضر ہیں ؂

آباد کر خدا کے لیے اپنے نور سے! ویران دل ہے، دل سے زیادہ کھنڈر دماغ
ہر خارِ طیبہ زینتِ گلشن ہو عندلیب نادان ایک پھول پر اتنا نہ کر دماغ!

اے عندلیب خارِ الم سے مثالِ گل
بک بک کے ہرزہ گوئی سے خالی نہ کر دماغ
شاید کہ وصفِ پائے نبی کچھ بیاں کرے
پوری ترقیوں پہ رسا ہو اگر دماغ!
اس بدلگام کو خرِ دجال جانئے!
منہ آئے ذکرِ پاک کو سن کر جو خر دماغ
طور نے تو خوب دیکھا جلوہ شان جمال
اس طرف بھی اک نظراے برق تابانِ جمال
عاشقوں کا ذکر کیا معشوق عاشق ہوگئے
انجمن کی انجمن صدقے ہے اے جانِ جمال
خوبریان جہاں کو بھی یہی کہتے سنا
تم ہوشانِ حسن جانِ حسن ایمانِ جمال
نہ عرش کا یہ تجلی نہ فرش کا یہ جمال!
فقط ہے نور و ظہور حضور کی رونق
سجی ہے جس سے شبستانِ عالم امکاں
وہی ہیں مجلس یومِ نشور کی رونق
جو نور بار ہوا آفتاب حسن ملیح!
ہوئے زمین و زماں کامیاب حسن ملیح
زوال مہر کو ہو ماہ کا جمال گھٹے!
مگر ہے اوجِ ابد پر جمال حسن ملیح

آیات کا حوالہ

حضرت مولانا حسن ﷫ کی نعتوں میں آیات و احادیث بھی نہایت خوش اسلوبی سے نظم ہوئی ہیں۔ ایسے اشعار کو جن میں کسی واقعے یا قصے یا آیت یا حدیث یا کسی مقولے کی طرف اشارہ ہو، اہل فن صنعت تلمیح کہتے ہیں۔

مولانا کے ذیل کے اشعار بھی آیات کے حوالے ہیں ؏

میں نے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی
خاک پہ رکھ کے سر کہا یا رب
کرکے گستردہ خوانِ اُدْعُوْنِیْ
تو نے بندوں کو دی صلا یا رب
نعمتِ اَسْتَجِبْ سے پاک بھیک
ہاتھ پھیلا ہوا مرا یا رب!
فَتَرْضٰی کی محبت کے تقاضے
کہ جس سے آپ خوش اس سے خدا خوش
تمہاری انجمن آرائیوں کو!!
ہوا ہنگامۂ قَالُوْا بَلٰی خوش
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ پرتصدق
سب اونچوں سے اونچی ہے رفعت کسی کی
اترنے لگے مَا رَمَیْتَ یدُ اللّٰہِ
چڑھی ایسی زوروں پہ طاقت کسی کی
فَتَرْضٰی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہوجائے راضی طبیعت کسی کی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے چمکتے خورشید لامکاں تک نے اجالے تیری زیبائی کے
کچھ جلوہ جسے دکھا دیا ہے! صُمٌّ بُکْمٌ بنادیا ہے!

ذیل کے تین شعر غزلیات کے دیوان سے لیے ہیں ع
کنج خلوت میں کبھی ہیں وہ کبھی جلوت میں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِيْ الشَّانِ کا جلوہ دیکھا
لَا تَقْنَطُوْا کے سائے میں میرا مقام ہو جب آفتاب گرم ہو اُمید و بیم کا
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کا نہ ہو ڈر تو کہوں میں نے دیکھا ہے حسن تم کو جہاں جاتے ہوئے

بعض اشعار میں احادیث کا حوالہ دیا ہے ع
اَنَا لَهَا سے وہ بازارکس مپرساں میں تسلی دل بے اختیار کرتے ہیں!
کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ مرے حضورؐ کے لب پر اَنَا لَهَا ہوگا
اصحاب کَالنَّجُوْم کا لمعان نقش پا ظلمت میں راہبر ہے رہِ مستقیم کا

حضور ﷺ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا تھا ’’میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں جو کوئی ان میں سے کسی کے پاس پہنچے گا، ہدایت پائے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ رات کو صحرا سمندر اور فضاء میں مسافر ستاروں سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔ آخری شعر دیوان غزلیات سے لیا گیا ہے۔

رحمت و شفاعت

وہ شاعر جو نعت محض عشق مصطفی ﷺ کے تقاضے سے کہتے ہیں انہیں نعت کے صلے کی کوئی پروا نہیں ہوتی، انہیں نعت گوئی میں روحانی حظ اور تسکین قلب حاصل ہوتی ہے۔ انہیں یہی صلہ ہے اگر وہ صلہ مانگتے بھی ہیں تو صرف رحمت و شفاعت یا حسن عمل طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اپنے ابتدائی دور کی ایک نعت کے مقطع میں کہا ہے ع

خیال راہ عدم سے اقبال تیرے در پر ہوا ہے حاضر!
بغل میں زادِ عمل نہیں ہے صلہ مری نعت کا عطا کر

اسی نعت میں ایک اور شعر ہے ع

یہ پردہ داری تو پردہ در ہے، مگر شفاعت کا آسرا ہے
دبک کے محشر میں بیٹھ جاتا ہوں دامن تر میں منہ چھپا کر

نعت کا صلہ حصول دنیا یا حصول جاہ و منصب نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ نعت گداگروں کی صدا بن کر رہ جائے گی بہر حال نعت گو اساتذہ نے رحمت و شفاعت کی صفت وثنا میں بہت کچھ کہا ہے۔ امیر مینائی کا شعر ہے ؎

وہ کرشمے شان رحمت نے دکھائے روز حشر
چیخ اٹھا ہر بے گنہ میں بھی گنہ گاروں میں ہوں
بے گناہوں میں چلا زاہد جو اس کو ڈھونڈنے
مغفرت بولی ادھر آ میں گنہ گاروں میں ہوں

حضرت مولانا حسن بریلوی رحمہ اللہ نے بھی اس ضمن میں اچھے اچھے شعر نکالے ہیں۔ رحمت کے باب میں کہتے ہیں ؎

ابھی پار ہوں ڈوبنے والے بیڑے — سہارا لگادے جو رحمت کسی کی!
ہم ایسے گنہ گار ہیں زہد والو! — ہماری مدد پر ہے رحمت کسی کی
یہ کریم ہیں وہ سرور کہ لکھا ہوا ہے در پر — جسے لینے ہیں دو عالم وہ امیدوار آئے
نا امیدو تمہیں مژدہ کہ خدا کی رحمت — انہیں محشر میں ہمارے ہی لیے لائی ہے
جو ہیبت سے رکے مجرم تو رحمت نے کہا بڑھ کر — چلے آؤ، چلے آؤ، یہ گھر رحمان کا گھر ہے
لکھا ہے خامۂ رحمت نے در پر خط قدرت سے — جسے یہ آستانہ مل گیا سب کچھ میسر ہے
تیری رحمت کے بھوکے اہل دولت — تیری رحمت کا پیاسا ابر تر تک

شفاعت کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎

مجمع محشر میں گھبرائی ہوئی پھرتی ہے — ڈھونڈنے نکلی ہے مجرم کو شفاعت تیری
حشر میں ہم سے گنہ گار پریشان خاطر — عفو رحمان و رحیم اور شفاعت ان کی

دیوان غزلیات کا ایک شعر ہے ؎

یہ چاہتی ہیں عفو و شفاعت کی لذتیں — سب کے گناہ کاش ہوں میرے حساب میں

رباعیات

نعتوں کے دیوان کے آخر میں دو مسدسیں دو تین چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور 12 رباعیات ہیں۔ ایک مسدس معراج سے متعلق ہے اور ایک مثنوی میں پیران پیر حضرت غوثِ اعظم کی زندگی کے بعض واقعات نظم کیے ہیں۔ رباعیات مختلف مضامین پر ہیں۔ رباعی کہنا ذرا مشکل فن ہے۔ بعض نافہم لوگ ہر چار مصرع کی نظم کو رباعی کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ رباعی کے اوزان مخصوص ہیں۔ رباعی کا مخصوص وزن میں ہونا ضروری ہے اگر چو مصرعی، رباعی کے وزن میں نہیں تو اسے رباعی کے بجائے قطعہ کہنا چاہیے۔ مولانا حسن رحمۃ اللہ علیہ کی رباعیات رباعی کے اوزان میں ہیں۔ ایک رباعی میں فرماتے ہیں ؎

یاران نبی کا وصف کس سے ہو ادا ایک ایک ہے ان میں ناظم بزم ہدا
پائے کوئی کیونکر اس رباعی کا جواب اے اہل سخن جس کا مصنف ہو خدا

یا پھر بقول مولانا ظفر علی خاں مرحوم ؎

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

حضرت مولانا حسن بریلوی کی ایک رباعی ہے ؎

جو لوگ خدا کی ہیں عبادت کرتے کیوں اہل خطا کی ہیں حقارت کرتے
بندے جو گنہ گار ہیں وہ کس کے ہیں کچھ دیر اُسے ہوتی ہے رحمت کرتے

ایک مثنوی میں حمد یوں بیان کی ہے ؎

تیرا ثانی کوئی نہ پایا! ساتھی ساجھی کوئی نہ پایا
تو ہی دے اور تو ہی دلائے تیرے دیے سے عالم پائے!
تو ہی اوّل تو ہی آخر تو ہی باطن تو ہی ظاہر!
کوئی تیرا کیا بھید بتائے! تو وہ نہیں جو فہم میں آئے
تجھ پر ذرّہ ذرّہ ظاہر نیت ظاہر، ارادہ ظاہر
تجھ سے بھاگ کے جانا کیسا کوئی اور ٹھکانا کیسا!!

ان سب اشعار میں کسی نہ کسی آیۂ قرانی کا مفہوم بیان کیا گیا ہے ولادت حضور رسالت مآب ﷺ کے بارے میں کہا ؎

فدا جس کے شرف پر سب نبی ہیں ۔۔۔ یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں
یہی والی ہیں سارے بے کسوں کے ۔۔۔ یہی فریاد رس ہیں بے بسوں کے
یہی ٹوٹے دلوں کو جوڑتے ہیں! ۔۔۔ یہی بند الم کو توڑتے ہیں!
اسیروں کے یہی عقدہ کشا ہیں ۔۔۔ غریبوں کے یہی حاجت روا ہیں
یہی ہیں بے کلوں کی جان کی کل ۔۔۔ انھیں سے ٹھیک ہے ایمان کی کل
یہی ہیں جو عطا فرمائیں دولت ۔۔۔ کریں خود جَو کی روٹی پر قناعت

فزوں رتبہ ہے صبح و شام ان کا
محمد مصطفیٰ ہے نام .. ان .. کا

دیکھئے زبان کتنی سہل اور سادہ ہے کہ بچے بھی بآسانی پڑھ سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں۔
ایک مدحیہ مثنوی میں بہار کا نقشہ کھینچا ہے۔ چند اشعار پیش کرتا ہوں ؎

جو بن ہے بہار جہاں فزا پر ۔۔۔ بادل کا مزاج ہے ہوا پر
ہر پھول دلہن بنا ہوا ہے!! ۔۔۔ نکھرے ہوئے حسن میں سجا ہے
ہے سرو الف کی شکل بالکل! ۔۔۔ اور صورتِ لام زلف سنبل
صانع کی صنع سے نمودار! ۔۔۔ اللہ لکھا نجط گلزار!!

پھر صبح کا منظر ہے ؎

ہے آفت ہوش موسم گل ۔۔۔ پھر اس پہ یہ صبح کا تجمل
مرغانِ چمن کی خوش نوائی ۔۔۔ شوخانِ چمن کی دلربائی!
پروازِ طیور آشیاں سے ۔۔۔ اور بارشِ نور آسماں سے
عشرت کا سماں بندھا ہوا ہے ۔۔۔ ہر پیڑ نہال ہورہا ہے!
آنکھوں میں بسا ہے جلوہ گل ۔۔۔ کیوں کر نہ ہو باغ باغ بلبل
شبنم نے اٹھائے ہیں جو گوہر ۔۔۔ ہے شاہد گل کی یہ نچھاور

برسات کا سماں یوں باندھا ہے ع

خوب گھریں گھنگھور گھٹائیں! کرنے لگیں غل شور گھٹائیں
لہریں کرتی نہریں آئیں! موجیں کرتی موجیں آئیں!
سبزہ لہریں لیتا نکلا! مینہ کو دعائیں دیتا نکلا!
چپے چپے ہوائیں گھومیں تیلی تیلی شاخیں گھومیں!
گل پر بلبل، سرو پہ قمری بولے اپنی اپنی بولی!
چٹکی کچی کچی کلیاں! خوشبو نکلی مہکی گلیاں
آئیں گھٹائیں کالی کالی! جگنو چمکے ڈالی ڈالی!
حسن سراپا نور کا عالم سر سے پا تک حور کا عالم
مست جوانی محوِ تجمل ابر سیہ سے کھولے کاکل
پھول کا سر سے پا تک زیور شکلِ عروسِ تازہ، معطر
غل ہے باد بہاری آئی شاید گل کی سواری آئی
پھولے پھول عنادل چہکے
گلشن مہکے، صحرا مہکے

ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر
(بھارت)

''ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر ابوالعلائی نے اپنی کتاب ''نعت کے چند شعرائے متقدمین'' (مطبوعہ: خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ الہٰ آباد، انڈیا، اکتوبر 1989ء) میں قیام پاکستان سے پہلے کے نو(9) شعرا کا تذکرہ جامع اور معلوماتی انداز میں کیا ہے۔
ان نو شعراء میں غلام امام شہید کرامت علی شہیدی، کافی مرادآبادی، لطف علی بریلوی، محسن کاکوروی، امیر مینائی، رضا بریلوی، حسن بریلوی اور کشن پرشاد شاد شامل ہیں۔
حسن رضا بریلوی پر لکھنے والوں میں ایک اہم نام ڈاکٹر سید شمیم گوہر کا بھی ہے۔ موصوف بالغ نظر نقاد اور معروف شاعر اور ادیب ہیں۔ ''اردو کا نعتیہ ادب'' کے عنوان سے جنوری 2001ء میں شعبہ نعت کے تاریخی حقائق بھی تحریر کر چکے ہیں۔ حسن رضا بریلوی کی حیات و خدمات کے حوالے سے ڈاکٹر شمیم گوہر کی دل کشا اور تحقیق افزا ایک تحریر پیش کی جا رہی ہے جو یقیناً آپ کی معلومات میں اضافے کا باعث ٹھہرے گی۔'' (ش۔1)

حضرت حسن رضا خاں بریلوی

حضرت حسن خاں بریلوی، حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کے چھوٹے بھائی تھے۔ 22 ربیع الاول 1276ھ تاریخ پیدائش ہے۔ ایک روایت 4 ربیع الاول کی بھی ملتی ہے جد امجد حضرت علامہ رضا علی خاں کو ولادت کی خبر دی گئی تو اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا ''یہ میرا بیٹا مست ہوگا'' قول بالکل سچ ثابت ہوا عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی اپنی نعتیہ شاعری سے حضرت حسن خود بھی مست ہوئے اور دوسروں کو بھی مست اور بے خود کرتے رہے۔ تعلیم و تربیت والد بزرگوار حضرت علامہ نقی علی خاں اور برادر اکبر حضرت فاضل بریلوی سے حاصل کی۔ عالمانہ شان و عظمت کے حامل تھے اور شعر و سخن سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ بیعت حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری ؒ مارہروی سے تھی۔ فاضل بریلوی کی ایماء پر قائم ہونے والے مشہور تعلیمی ادارہ مدرسہ منظر اسلام کا

تاریخی نام حسن بریلوی ہی نے تجویز کیا تھا اور آپ ہی اس مدرسہ کے پہلے مہتمم بھی مقرر کیے گئے۔محلّہ کسگران بریلی میں ''مطبع اہل سنت وجماعت'' آپ ہی نے قائم کیا تھا جس میں آپ کی متعدد تصانیف طبع ہوئیں۔ایک شعری گلدستہ ''بہار بے خزاں'' اور ایک ہفتہ وار اخبار ''روز افزوں'' کے بھی آپ ہی نگراں تھے جنہیں آپ کے تلامذہ میر محمود علی عاشق اور احمد بریلوی نکالتے تھے۔ حضرت حسن بریلوی کی نثری وشعری تصانیف کی تعداد گیارہ ہے جن میں ثمر فصاحت (مجموعہ تغزل) ذوق نعت (مجموعہ نعت) اور نگارستان لطافت (رسالہ میلاد) کو خوب شہرت ملی بالخصوص ''ذوق نعت'' کی قابل قدر فصاحت وعظمت کو دنیائے نعت میں ایک ممتاز حیثیت حاصل ہوئی۔ ذوق نعت کے اب تک پچیس ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ متعدد ایڈیشن پاکستان میں بھی اشاعت پذیر ہوئے۔ قابل قدر تصنیف ''شعر حسن'' مصنفہ جناب نظیر لدھیانوی مطبوعہ رضا پبلیکیشنز لاہور 1978ء کے آغاز میں بعنوان تقدیم محمد مریدا احمد چشتی، حسن بریلوی کی جملہ تصانیف کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں۔

(1) ترک مرتضوی در اثبات تفضیل شیخین (2) نگارستان لطافت، در ذکر میلا شریف (3) بے موقع فریاد کا مہذب جواب، اثبات مسئلہ قربانی (4) آئینہ، قیامت، ذکر، واقعہ کربلا (5) دین حسن حقانیت اسلام درد (6) وسائل بخشش مثنوی (7) ذوق نعت، معروف بہ صلۂ آخرت (8) ثمر فصاحت (9) قند فارسی کلام مجاز فارسی (10) صمصام حسن بردا برفتن (11) ندوہ کی روداد رسوم کا نتیجہ ردندوہ۔

شاعری کی ابتدا عموماً عشقیہ ومجازی ہی محرکات کی روشنی میں ہوتی ہے۔ حضرت حسن بریلوی کا شعری سفر بھی مجازی رنگ وآہنگ سے شروع ہوا۔ اس وقت استاد داغ دہلوی کی شاعری واستادی کی ہر طرف دھوم مچی ہوئی تھی حسن بریلوی کی نظر انتخاب بھی داغ پر گئی اور ایک سال تک رامپور میں رہ کر حضرت داغ سے استفادہ کیا اور ان کی شاگردی اختیار کی لیکن مصنف خمخانہ جاوید، لالہ سری رام لکھتے ہیں: ''جس زمانے حضرت داغ رامپور میں تھے آپ ان کے شاگرد ہوئے اور ہر سال ایک دو مہینے ان کی خدمت میں رہ کر صحبت سے مستفیض ہوتے رہے (جلد دوم ص 450) شاعری کی ابتداء چونکہ مجازی ورومانوی فضا میں ہوئی اس لیے حسن بریلوی نے داغ کی ضرورت محسوس کی وگرنہ بقول

مصنف خمخانہ جاوید، نعت گوئی میں اپنے برادر بزرگ مولوی احمد رضا خاں صاحب سے مستفیض ہیں (ص 450) حضرت فاضل بریلوی خود لکھتے ہیں: ''مولانا کافی اور حسن میاں مرحوم کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرے میں ہے ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتا دیئے تھے۔ ان کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیار اعتدال پر صادر ہوتا جہاں شبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے۔'' (الملفوظ حصہ دوم ص 41 مطبوعہ کراچی) ثابت ہوا کہ مجازی رنگ کے ساتھ ساتھ نعت گوئی سے بھی بالکل ابتدائی دلچسپی تھی ایسی صورت میں مصنف خمخانہ جاوید کا یہ کہنا کہ ہر سال ایک دو مہینے ان کی خدمت میں رہ کر مستفیض ہوتے رہے'' یہ تحقیق بہم معلوم ہوتی ہے ہر سال کی وضاحت نہ ہونے پر یا تو زیادہ سے زیادہ دو تین سال تک سلسلۂ استفادہ کا گمان کیا جا سکتا ہے یا پھر اس روایت پر بھی اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ وہ مستقل سال بھر تک استفادہ کرنے کے بعد رامپور سے لوٹے ہوں کیونکہ حضرت حسن یوں بھی برابر رامپور جاتے رہتے تھے ان کے اپنے پھوپھا جناب فضل حسن خان صاحب راج دوارہ رامپور ہی میں رہتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا ہر سفر استفادہ کے لیے نہیں ہوتا ہوگا یہ اور بات ہے کہ استاد داغ سے تعلقات اور رسم و راہ زیادہ دنوں تک بنے رہے ہوں کیوں کہ یہ مشہور واقعہ اسی زمانے کا ہے کہ حضرت حسن نے اپنے استاد مرزا داغ دہلوی کو جب اپنے بڑے بھائی حضرت رضا بریلوی کی نعت کا یہ مطلع سنایا ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

تو داغ پھڑک اٹھے اور تعریف کرتے ہوئے کہا: ''مولوی ہو کے ایسے اچھے شعر کہتا ہے'' اس واقعہ کا ذکر اپنے ایک تاثراتی مضمون میں جناب ماہر القادری نے بھی کیا ہے (دیکھئے ماہنامہ فاران کراچی شمارہ ستمبر 1973ء ص 44) مگر یہ حقیقت ہے کہ استاد داغ سے اصلاح و استفادہ کا سلسلہ اس قدر ضرور رہا کہ مجازی و رومانی شاعری کی ابتداء پختگی و بالیدگی تک پہنچی اور ثمر فصاحت کے نام سے باقاعدہ ان کا غزلیہ دیوان مرتب ہوا اور اس میدان میں بھی انہوں نے ایسے ایسے فکری وفنی جوہر دکھائے کہ مجھے یہ کہنے میں کوئی تکلف نہیں کہ ثمر فصاحت کے سیکڑوں اشعار اساتذہ فن سے بہتر ہیں اور فکر وفن کے اعلیٰ نمونہ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت حسن کی پوری عشقیہ شاعری پر اپنے استاد کا رنگ غالب ہے۔ اسلوب اور لب ولہجہ ملتا جلتا ہو خود کہتے ہیں ؎

کیوں نہ ہو میرے سخن میں لذت سوز و گداز
اے حسن شاگردہوں میں داغ سے استاد کا

مگر گھر کے مذہبی ماحول نے ایسی عشقیہ شاعری کا سلسلہ زیادہ دنوں تک چلنے نہ دیا اور پھر حضرت حسن اپنے برادر بزرگ کی ڈگر اپناتے ہوئے نعتیہ شاعری کی طرف رایسا راغب ہوئے کہ پھر تادم آخر نعت رسول ہی کی عبادت میں مصروف رہے حسن بریلوی کا دیوان ''ذوق نعت'' نعتیہ شعر و ادب کا قیمتی گنجینہ اور فکری کاوشوں کا لاجواب تحفہ ہے 1326ھ میں شائع اور حضرت فاضل بریلوی نے قطعۂ تاریخ طباعت کہہ کرخراج تحسین پیش کیا۔

نعت حسن آمدہ نعت حسن حسن رضا باد بزیں سلام
اِنّ من الذوق لسحر ہمہ اِنّ من الشعر لحکمۃ تمام
کلک رضا داد چناں سال آں
یافت قبول از شہ راس الانام
(۱۳۳۶ھ)

ذوق نعت میں حمد مسدس نعتیہ غزل، سلام، منقبت، قصیدہ، مثنوی، شہادت نامہ، رباعی اور قطعہ سب کچھ موجود ہے ان کا ضخیم نعتیہ دیوان ہر صنف سخن کی طبع آزمائی اورفنی عظموں سے معمور نظر آتا ہے، مگر وہ بنیادی طور پر غزل ہی کے شاعر تھے۔ ان کے بعض قابل قدر جدید ہیئتی تجربوں اور فنی پیکروں نے دنیائے نعت کو ایک دور زریں سے روشناس کرایا ہے۔ چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں حضرت رضا بریلوی کے بعد حسن بریلوی ہی وہ واحد شاعر ہیں جنہوں نے کئی اعتبار سے نعتیہ شعر و ادب کی زلفیں سنواریں وسیع امکان پیدا کیے اور ساتھ ہی معنی اخیزی، مضمون آفرینی اور فکری بلندیوں کی تابانیوں سے مجلی کر کے اپنی آواز کا ممتاز بنایا جس کے تحت یہ حقیقت سامنے آئی کہ حسن بریلوی کی عظیم نعتیہ شاعری اصحاب فکر وفن کے لیے مشعل راہ بنی۔ ذوق شعری کو ایمان افروز حوصلوں کی آنچ میں کسی طرح تپایا جا سکتا ہے ایسے حوصلہ شناسوں میں حسن بریلوی کا بڑا انفرادی مقام ہے وہ اگر ایک طرف عظمت رسالت، اظہار معصیت، التجائے مغفرت اور احساس ندامت جیسے حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی شاعری کا حق ادا کرتے ہیں تو دوسری طرف عمیق

معنویت، فنی تہہ داری، فصاحت و بلاغت اور لطیف طرز اسلوب پر بھی خصوصی زور دیتے ہیں۔ قدم قدم پر منصب رسالت کی رعایت، نزاکت و نفاست اور شرعی احتیاط و پابندی کے باوجود آزاد فکروں کو متاثر کر دینے والی فنی بلاغتوں اور فکری کاوشوں کے قیمتی موتی بکھیر دینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا مگر کچھ کر گزر جانے کے ایمانی حوصلے نے حسن بریلوی کو ہر اعتبار سے سرخرو کیا اردو کا کوئی بھی عظیم نعت گو ہو حضرت حسن نے کسی سے مرعوب ہوتے نظر آتے ہیں اور نہ ہی کسی شاعر کے سامنے ان کا شعری وقار ہلکا دکھائی دیتا ہے ان کی شاعری قرآن واحادیث، تاریخ وسیر، واقعات و کردار اور تہذیبی عوامل کی ترجمانی سے منور ہے اور پورا دیوان عشق و محبت میں رچے بسے اور مہکتے اشعار سے معطر ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان کے رخسار پر ڈھلکے ہوئے سارے آبگینے ان کے دیوان کے صفحات پر بکھر کر رہ گئے ہوں نعت گوئی کو انہوں نے ایک فریضہ ایک عبادت کے طور پر اپنایا اور جذبۂ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے الشعراء تلامیذ الرحمٰن کی صف میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ گنبد خضریٰ کی بھینی بھینی چھاؤں میں دم بھرتا ہوا حضرت حسن کا بے لوث عشق، عظمت حبیب کردگار کو کس والہانہ انداز میں بیان کرتا ہے چند اشعار ملاحظہ کیجئے ؏

دکھائی جائے گی محشر میں شان محبوبی — کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہوگا
عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاس کرے — خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک رسول
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

ہوا دل سوختہ کو چاہیے تھی ان کے دامن کی — الٰہی صبح محشر کا گریباں چاک ہوجاتا

حسن بریلوی نے شاعری میں مضمون آفرینی کا وقار بہت اعلیٰ ہے اور ان کی شاعری کا یہ وصف نمایاں اور اہم ہے داخلی محرکات و کوائف میں غضب کی بے ساختگی ہے۔ وہ تقدس مآب مشاہدات و تخیلات کو ترتیب دے کر بڑی آسانی سے اشعار کے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں آورد کی زور آزمائی سے مبرا ان کے جذبات میں ہر جگہ آمد آمد کا بہاؤ ہے۔ اس جذباتی بہاؤ نے اپنی قدر و قیمت کو کہیں بھی ہلکا نہیں ہونے دیا۔ انتخاب الفاظ یا شوکت الفاظ کی آب و تاب کے ساتھ ساتھ استعارہ و کنایہ اور تمثیلات و تشبیہات کی جلوہ گری بھی ان کی شعری عظمتوں میں اضافہ کرتی ہے زبان و بیان اگر چہ

صاف و سلیس ہے مگر فارسی عربی کی آمیزش کا زور ایک نئی کیفیت و معیار کا تعین کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مشکل سے مشکل زمین کو آسان بنا کر اعلیٰ افکار و تخیلات کی دولت سے نواز دینا یہ بھی حسن بریلوی کی پختہ کاری کا نمایاں ثبوت ہے۔ محاوروں کے ماہرانہ استعمال پر تو گویا انہیں مہارت حاصل تھی ویسے جدت نوازی اور معنوی آفرینی ان کی شاعری کا سب سے قیمتی جوہر ہے جو عشق رسالت کی تابانیوں سے مجلی ہے چنانچہ ان جملہ مرکزی و بنیادی اوصاف محاسن کی روشنی میں انہوں نے اپنے شعری و فنی منصب کو کہیں بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا اور نعتیہ شعر و ادب کے دامن کو وسیع کرنے میں غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ 1982ء میں مجھے انٹرویو دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں معروف محقق قاضی عبدالودود نے کہا تھا کہ ''حسن بریلوی نعت کے بہترین شاعر تھے انہوں نے حضر ت حسن کے دو اشعار سنانے کے بعد یہ بھی کہا تھا کہ رضا بریلوی صاحب بھی نعت کے اچھے شاعر تھے'' اس تاثر سے اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی عبدالودود جیسے مشہور و معروف محقق اور ادیب اپنے دل میں حضرت رضا اور حضرت حسن کے نعتیہ فکر وفن کی کتنی قدر و منزلت رکھتے تھے۔ نعتیہ غزلوں کے علاوہ یہی فنی کیفیت دیگر اصناف سخن میں بھی سلامت نظر آتی ہے مثلاً مسدس ذکر معراج اور نغمۂ روح ''قصیدہ وسائل بخشش'' اور مثنوی ولادت حضور سرور، میں ان کی زور بیانی، فکر آفرینی اور سلاست و روانی پوری طرح نکھری دکھائی دیتی ہے انہیں شعری محاسن سے ''شہادت نامہ'' سلام اور مناقب بھی آراستہ ہیں ان کے متعدد مناقب شعری حسن اور عظمتوں کے حامل ہیں گویا حضرت حسن جس صنف سخن کی طرف بھی ملتفت ہوئے اپنی پختہ کاری، بالغ نظری، دیدہ وری اور تلاش و جدت کی غیر معمولی چھاپ چھوڑ گئے۔ ذوق نعت میں کمزور اور ڈھیلے اشعار کی تعداد بہت کم ہے۔

آپ زیارت حرمین شریفین کی آرزو میں ہمیشہ تڑپتے رہے، فرماتے ہیں ؎

جانے والے چل دیے ہم رہ گئے   اپنی اپنی اے حسن تقدیر ہے

اللہ تعالیٰ نے ان کی دیرینہ آرزو پوری کی اور وفات سے ایک سال قبل مناسک حج اور زیارت گنبد خضریٰ سے مشرف ہوئے، دو روایات کے مطابق 22 رمضان المبارک یا 3 شوال المکرّم 1326ھ/ 1908ء کو وفات ہوئی نور اللہ مرقدہ۔ ''شعر حسن'' میں مرید احمد چشتی نے حضرت حسن کے جن تلامذہ کا ذکر کیا ہے ان کے اسماء یہ ہیں حکیم سید برکت علی نامی، منشی دوارکا پرشاد حلم بریلوی،

حافظ وہاج احمد محشر، سید محمود علی عاشق، منشی ہدایت یار خان قیس، منشی اختر حسین اختر، منشی برج موہن کشور فیروز، منشی مظہر حسین مظہر، حکیم سید مسعود غوث فیض، منشی تہور علی تہور، منشی محمد حسین اثر بدایونی اور منشی اعجاز احمد قیصر مرادآبادی وغیرہم ص 8 لیکن ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب کی تصنیف ''تذکرہ نعت گویان بریلی'' کے مطالعہ سے جن تلامذۂ کا ذکر ملتا ہے وہ مرید چشتی کی فہرست سے بالکل مختلف ہے۔ تعجب ہے کہ تلامذۂ حسن کی تحقیق میں اتنا فرق کیوں ہوا۔ ادیب نے مندرجہ ذیل تلامذہ کا ذکر کیا ہے۔ حکیم سید برکت علی نامی، جمیل الرحمان جمیل بریلوی، سید محمد فدا علی دامق، محمد ضیاء اللہ خاں ضیاء، حافظ ارشاد علی ارشاد اور حمید اللہ خاں حمید داماد حسن بریلوی، ان تلامذہ میں حضرت جمیل بریلوی (متوفی 1343ھ) کی حیثیت بہت اہم اور موقر ہے۔ نعتیہ شعر و ادب کے فروغ میں ایک اہم ستون سمجھے جاتے ہیں ''قبالۂ بخشش'' کے نام سے ایک ضخیم نعتیہ دیوان 1341ھ میں شائع ہو چکا ہے جو فکر و فن عشق و محبت اور زبان اور بیان کا قیمتی یادگار تحفہ ہے۔

نمونۂ کلام

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے　　اٹھا لے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے
کوئی فردوس ہو یا خلد ہو ہم کو غرض مطلب　　لگایا اب تو بستر آپ ہی کے آستانے سے
تمھارے تو وہ احساں اور یہ نافرمانیاں اپنی　　ہمیں تو شرم سی آتی ہے تم کو منہ دکھانے سے
بہار خلد عاشق ہورہی ہے روئے عاشق پر　　کھلی جاتی ہیں کلیاں دل کی تیرے مسکرانے سے
زمیں تھوڑی سے دے دے بہر مدفن اپنے کوچے میں　　لگادے میرے پیارے میری مٹی بھی ٹھکانے سے
پلٹتا ہے جو زائر اس سے کہتا ہے نصیب اسکا　　ارے غافل قضا بہتر ہے یاں کے پھر کے جانے سے
تمھارے در کے ٹکڑوں سے پڑا پلتا ہے اک عالم　　گزارا سب کا ہوتا ہے اسی محتاج خانے سے
نہ پہنچے ان کے قدموں تک نہ کچھ حسن عمل ہی ہے
حسن کیا پوچھتے ہو ہم گئے گزرے زمانے سے

......[2]......

کہوں کیا حال زاہد وادیٔ طیبہ کی نزہت کا　　کہ ہے خلد بریں چھوٹا سا ٹکڑا میری جنت کا

بلاتے ہیں اسی کو جس کی بگڑی وہ بناتے ہیں کمر بندھنا دیار طیبہ کو کھلنا ہے قسمت کا
نکر رسوائے محشر واسطہ محبوب کا یا رب یہ مجرم دور سے آیا ہے سن کر نام رحمت کا
مرادیں مانگنے سے پہلے ملتی ہیں مدینہ میں ہجوم جود نے روکا ہے بڑھنا دست حاجت کا
شب اسریٰ ترے جلوے نے کچھ ایسا سماں باندھا کہ اب تک عرش اعظم منتظر ہے تیری رجعت کا
یہاں کے ڈوبتے دم میں ادھر جا کر ابھرتے ہیں کنارا ایک ہے نہر ندامت بحر رحمت کا
غنی ہے دل بھرا ہے نعمت کونین سے دامن گداہوں میں فقیر آستانِ خود بدولت کا
الٰہی بعد مردن پر دہائے حائل اٹھ جائیں اجالا میرے مرقد میں ہو ان کی شمع قربت کا
سنا ہے روز محشر آپ ہی کا منھ تکیں گے سب کہاں پورا ہوا مطلب دل مشتاق رویت کا
ہمیں بھی یاد رکھنا ساکنان کوچۂ جاناں سلام شوق پہنچے بیکسانِ دست غربت کا

حسن سرکار طیبہ کا عجب دربار عالی ہے
در دولت پہ اک میلا لگا ہے اہل حاجت کا

......[3]......

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں لیے ہوئے یہ دل بیقرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا ترے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں
ادھر بھی توسنِ اقدس کے دو قدم جلوے تمھاری راہ میں مشت غبار ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک رسول تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں
یہ کس شہنشہ والا کا صدقہ بٹتا ہے کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں
تمھاری ایک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے پڑے ہوئے تو سر رہگزار ہم بھی ہیں
حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں انہیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

......[4]......

عجب کرم شہ والا تبار کرتے ہیں کہ ناامیدوں کو امیدوار کرتے ہیں
جو خوش نصیب یہاں خاک در پہ بیٹھے ہیں جلوس مسند شاہی سے عار کرتے ہیں
سنا کے وصف رُخ پاک عندلیب کو ہم رہین آمد فصل بہار کرتے ہیں

بنائی پشت نہ کعبہ کی ان کے گھر کی طرف　　جنہیں خبر ہے وہ ایسا وقار کرتے ہیں
سگانِ کوئے نبی کے نصیب پر قرباں　　پڑے ہوئے سر رہ افتخار کرتے ہیں
کشو و عقدۂ مشکل کی کیوں میں فکر کروں　　یہ کام تو مرے طیبہ کے خار کرتے ہیں
حسن کی جان ہو اس وسعت کرم پہ نثار
کہ اک جہان کو امیدوار کرتے ہیں

......[5]......

اگر قسمت سے میں ان کی گلی میں خاک ہوجاتا　　غم کونین کا سارا بکھیڑا پاک ہوجاتا
لب جاں بخش کی قربت حیات جاوداں دیتی　　اگر ڈوڑا نفس کا ریشۂ مسواک ہوجاتا
ہوا دل سوختوں کو چاہیے تھی ان کے دامن کی　　الٰہی صبح محشر کا گریباں چاک ہوجاتا
اگر پیوند ملبوس پیمبر کے نظر آئے　　ترا اے حلیۂ شاہی کلیجہ چاک ہوجاتا
کماندار نبوت قادر اندازی میں یکتا ہیں　　دو عالم کیوں نہ ان کا بستۂ فتراک ہوجاتا
نہ ہوتی شاق گردر کی جدائی تیرے ذرّے کو　　قمر اک اور بھی دوشِ سر افلاک ہوجاتا
حسن اہل نظر عزت سے آنکھوں میں جگہ دیتے
اگر یہ مشت خاک ان کی گلی کی خاک ہوجاتا

......[6]......

وہ جب تشریف لائے گھر سے در تک　　بھکاری کا بھرا ہے در سے گھر تک
دہائی ناخدائے بے کساں کی　　کہ سیلاب الم پہنچا کمر تک
الٰہی دل کو دے وہ سوز الفت　　پھنکے سینہ جلن پہنچے جگر تک
نہ ہو جب تک تمہارا نام شامل　　دعائیں جا نہیں سکتیں اثر تک
خدا یوں ان کی الفت میں گما دے　　نہ پاؤں پھر کبھی اپنی خبر تک
نہ کھول آنکھیں نگاہِ شوقِ ناقص
بہت پردے ہیں حسن جلوہ گر تک

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی
مالیگاؤں۔ بھارت

اُستاذِ زمن علامہ حسؔن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری

نعت اردو کی دیگر اصنافِ سخن کے مقابلے میں سب سے زیادہ طاقت ور، معظّم، محترم اور محبوب و پاکیزہ صنف ہے۔اس کا آغاز یومِ میثاق ہی سے ہو چکا تھا۔قادرِ مطلق جل شانہٗ نے قرآنِ عظیم میں جابجا اپنے محبوبِ مکرّم ﷺ کے اوصاف وکمالات کو بیان فرما کر نعت گوئی کا سلیقہ وشعور بخشا ہے۔صحابۂ کرام ، ازواجِ مطہرات، اہلِ بیتِ اطہار، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، سلف صالحین، اغواث، اقطاب، ابدال، اولیا، صوفیہ، علما اور بلاتفریق مذہب و ملّت شعراوادبا کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جنہوں نے اس پاکیزہ صنف کا استعمال کرتے ہوئے بارگاہِ محبوبِ کردگار ﷺ میں اپنی عقیدت ومحبت کے گل ولالہ بکھیرے ہیں۔

ہندوستان میں نعتیہ شاعری کے باضابطہ طور پر آغاز کے آثار سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں ملتے ہیں۔طوطیِ ہند حضرت امیر خسرؔو کو ہندوستان میں نعتیہ شاعری کے میدان کا مستند شاعر کہا جاتا ہے۔امیر خسرؔو فارسی زبان وادب کے ماہر تھے۔آپ کا کلامِ بلاغت نظام بھی فارسی ہی میں موجود ہے۔بعد ازاں جب اردو زبان کا وجود ہوا تب ہی سے اردو میں نعتیہ شاعری کا بھی آغاز ہوا۔خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، فخرِ دین نظامی، غلام امامؔ شہید، لطف علی لطفؔ بدایونی، کفایت علی کافؔی، کرامت علی شہیدؔی، احمد نورؔی مارہروی، امیر مینائی، بیدمؔ شاہ وارثی، نیاؔز بریلوی، آسؔی غازی پوری، محسن کاکوروی اور امام احمد رضا بریلوی سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں حسؔن بریلوی تک پہنچا اور اردو نعت گوئی کا یہ ناختم ہونے والا مقدس سفر ہنوز جاری وساری ہے۔

امام احمد رضا بریلوی بلاشبہ بیسویں صدی کے سب سے عظیم نعت گو شاعر گزرے ہیں آپ حسّان الہند ہیں۔نعتیہ شاعری کے سرتاج اور اس فن کی عزت وآبرو کے ساتھ ساتھ سخنورانِ عجم کے امام بھی ......اسی طرح آپ کے برادرِ اصغر علامہ حسن رضا بریلوی کے دیوان کے مطالعہ کے بعد

انھیں بھی بلا تردد اردو کا ممتاز نعت گو شاعر قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ کے نعتیہ دیوان ''ذوقِ نعت'' میں جہاں کلاسیکیت کے عناصر اور تغزّل کے رنگ کی بھر پور آمیزش ہے وہیں پیکر تراشی، استعارہ سازی،تشبیہات، اقتباسات،فصاحت وبلاغت،حُسنِ تعلیل وحُسنِ تشبیب،حُسنِ طلب وحُسنِ تضاد ،لف ونشر مرتب و لف ونشر غیر مرتب ،تجانیس،تلمیحات،تلمیعات،اشتقاق،مراعاۃ النظیر وغیرہ صنعتوں کی جلوہ گری بھی......اس دیوان میں نعت کے ضروری لوازم کے استعمال سے مدحِ سرورِ کائنات ﷺ کی انتہائی کامیاب ترین کوششیں ہیں۔علامہ حسن رضا بریلوی کی بعض نعتوں کو اردو ادب کا اعلیٰ شاہ کار قرار دیا جا سکتا ہے۔آپ کا پورا کلام خود آگہی،کائنات آگہی اور خدا آگہی کے آفاقی تصور سے ہم کنار ہے۔مگر کیا کہا جائے اردو ادب کے اُن مؤرخین و ناقدین اور شعرا کے تذکرہ نگاروں کو جنھوں نے گروہی عصبیت اور جانبداریت کے تنگ حصار میں مقید ومحبوس ہوکر اردو کے اس عظیم شاعر کے ذکرِ خیر سے اپنی کتابوں کو یکسر خالی رکھا نیز یہ شاعر جس قادر الکلام شاعر کی بارگاہ میں اپنے نعتیہ کلام کو زیورِ اصلاح سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے لیے پیش کرتا تھا اُس (یعنی امام احمد رضا بریلوی) کا بھی ذکرِ خیر اپنی کتابوں میں نہ کرکے اردو ادب کے ساتھ بڑی بد دیانتی اور سنگین ادبی جُرم کا ارتکاب کیا ہے۔وہ تو بھلا ہو لالہ سری رام کا جنھوں نے ''خمخانۂ جاوید'' جلد دوم کے صفحہ ۴۵۰ پر علامہ حسن رضا بریلوی کا تذکرہ کرکے اپنے آپ کو متعصب مؤرخینِ اردو ادب سے جدا کرلیا ہے۔موصوف لکھتے ہیں۔

> ''سخنورِ خوش بیاں،ناظمِ شیریں زباں مولانا حاجی محمد حسن رضا خاں صاحب حسنؔ بریلوی خلف مولانا مولوی نقی علی خاں صاحب مرحوم و برادر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب عالمِ اہلِ سنت و شاگردِ رشید حضرت نواب فصیح الملک بہادر داغؔ دہلوی............نعت گوئی میں اپنے برادرِ بزرگ مولوی احمد رضا خاں سے مستفیض ہیں اور عاشقانہ رنگ میں بلبلِ ہندوستان داغؔ سے تلمذ تھا۔''

یہاں یہ امر باعثِ حیرت و استعجاب ہے کہ ''خمخانۂ جاوید'' جیسے ضخیم تذکرے میں امام احمد رضا بریلوی کا ذکر محض اس مقام کے علاوہ کہیں اور نہیں ہے جبکہ آپ کا ذکر بحیثیتِ شاعر الگ سے ہونا چاہیے تھا، یہاں پر آپ کا تذکرہ صرف علامہ حسن رضا بریلوی کے بڑے بھائی کی حیثیت سے

ہے اس موقع پر ماہرِ غالبیات کالی داس گپتا رضاؔ کی اس تحریر کو نقل کرنا غیر مناسب نہ ہوگا، گپتا صاحب رقم طراز ہیں۔

''تاہم حیرت ہے کہ اس ضخیم تذکرے میں اِن (حسنؔ رضا بریلوی) کے بڑے بھائی ''عالمِ اہلِ سنت اور نعت گوئی میں اُن کے استاذ جناب احمد رضا خاں کے ذکر نے جگہ نہ پائی۔'' (ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر، اپریل ۱۹۸۹ء، مضمون: امام احمد رضا بحیثیتِ شاعر، از: کالی داس گپتا رضا، ص ۴۵۶)۔

استاذِ زمن علامہ حسن رضا بریلوی کا کلام بلاغت نظام معنی آفرینی کے لحاظ سے جس قدر بلند و بالا ہے اس پر اس قدر کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہوا ہے۔ غالبًا آپ کی شاعری پر پہلا مقالہ رئیس المتغز لین سید فضل الحسن قادری رضوی رزّاقی مولانا حسرتؔ موہانی علیہ الرحمۃ (م) کا تحریر کردہ ہے جو کہ ''اردوئے معلّٰی''، علی گڑھ کے شمارہ جون ۱۹۱۲ء میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ (سیرتِ اعلیٰ حضرت، از: فرزندِ استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں بریلوی، مطبوعہ، مکتبۂ مشرق، بریلی، ص ۱۳ سے ۱۷ تک مولانا حسرتؔ موہانی کا یہ مضمون درج ہے)۔

اس مسلمہ حقیقت سے قطعاً انکار ممکن نہیں کہ محبت واُلفتِ رسول ﷺ خانوادۂ رضا کا طرۂ امتیاز ہے۔ حدائقِ بخشش (از: امام احمد رضا بریلوی) اور ''ذوقِ نعت'' کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دونوں بھائیوں کو محبت واُلفتِ رسول ﷺ گھٹی میں گھول کر پلائی گئی ہے۔ ''حدائقِ بخشش'' محبت واُلفتِ رسول ﷺ کا ایک ایسا میخانہ ہے جہاں کی پاکیزہ شراب سے آج ساری دنیا کے خوش عقیدہ مسلمان سیراب ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ''ذوقِ نعت'' بھی محبت واُلفتِ رسول ﷺ کا ایک حسین مجموعہ ہے جس کا ورق ورق محبتِ رسول ﷺ سے تابندہ وفروزاں اور سطر سطر میں تعظیم وادبِ رسالت کی جلوہ گری ہے۔

نام تیرا ، ذکر تیرا تو ترا پیارا خیال
ناتوانوں بے سہاروں کا سہارا ہوگیا
یہ پیاری ادائیں ، یہ نیچی نگاہیں
فدا جانِ عالم ہے اے جانِ عالم

یہ کس کے روئے نکو کے جلوے زمانے کو کر رہے ہیں روشن
یہ کس کے گیسوے مشک بو سے مشامِ عالم مہک رہا ہے

رہے دل کسی کی محبت میں ہر دم
رہے دل میں ہر دم محبت کسی کی

تیری عظمت وہ ہے کہ تیرا
اللہ کرے وقار آقا

علامہ حسن رضا بریلوی کا روئے سخن نعت گوئی سے قبل غزل گوئی کی طرف تھا۔مگر جب آپ نے اپنے برادرِ اکبر امام احمد رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کیا تو طبیعت میں انقلاب برپا ہوگیا، دل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی دبی ہوئی چنگاری شعلۂ جوالہ بن کر اُبھر گئی اور آپ نعتیہ شاعری کے میدان کے ایک ایسے عظیم ترین شہسوار بن گئے کہ جلد ہی ''اُستاذِ زمن'' کے لقب سے دنیائے شعر وادب میں پہچانے جانے لگے۔امام احمد رضا بریلوی کی اس نظرِ عنایت کا انھیں بھی اعتراف ہے۔''ذوقِ نعت'' میں ایک مقام پر اپنے برادرِ معظّم کے حق میں یوں دعا کی ہے ؎

بھلا ہے حسنؔ کا جنابِ رضاؔ سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضاؔ کا

میرے خیال میں ''حدائقِ بخشش'' کے اشعارِ آبدار کے معنی ومفہوم کے فہم میں ''ذوقِ نعت'' کا مطالعہ ناگزیر ہے۔حدائقِ بخشش جہاں فکر وتخیل کا ایک بحرِ بیکراں اور معنی آفرینی میں اپنی مثال آپ ہے وہیں ذوقِ نعت اس بحرِ بیکراں کی غواصی کے ذریعہ حاصل کردہ صدف سے نکالے گئے قیمتی موتیوں سے پرویا ہوا خوشنما ہار ہے اور اس کے اشعار فکرِ رضا کے سہل انداز میں شارح وترجمان ہیں ؎

قرآن کھا رہا ہے اسی خاک کی قسم
ہم کون ہیں خدا کو ہے تیری گلی عزیز

کس کے دامن میں چھپے کس کے قدم پر لوٹے
تیرا سگ جائے کہاں چھوڑ کے ٹکڑا تیرا

ذات بھی تیری انتخاب ہوئی
نام بھی مصطفیٰ ہوا تیرا

قمر اک اشارے میں دو ٹکڑے دیکھا
زمانہ پہ روشن ہیں طاقت کسی کی
وہی سب کے مالک انھیں کا ہے سب کچھ
نہ عاصی کسی کے نہ جنت کسی کی

علامہ حسن رضا بریلوی کا نعتیہ کلام شاعری کی بہت ساری خوبیوں اور خصوصیات سے سجا سنورا اور تمام تر فنّی محاسن سے مزین اور آراستہ ہے موضوعات کا تنوع ،فکر کی ہمہ گیری،محبتِ رسول ﷺ کے پاکیزہ جذبات کی فراوانی کے اثرات جابجا ملتے ہیں۔آپ کے کلام میں اندازِ بیان کی ندرت بھی ہے اور فکر و تخیل کی بلندی بھی،معنی آفرینی بھی ہے،تصوّ فانہ آہنگ بھی،استعارہ سازی بھی ہے، پیکر تراشی بھی ،طرزِ ادا کا بانکپن بھی ہے، جدت طرازی بھی ،کلاسیکیت کا عنصر بھی ہے،رنگِ تغزل کی آمیزش بھی ،ایجاز واختصاراور ترکیب سازی بھی ہے،عربی اور فارسی کا گہرا رچاؤ بھی ؎

لبِ جاں بخش کی تعریف اگر ہو تجھ میں
ہو مجھے تارِ نفَس ہر خطِ مسطر کاغذ

کریں تعظیم میری سنگِ اسود کی طرح مومن
تمہارے در پہ رہ جاوں جو سنگِ آستاں ہوکر

آستانہ پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو

اونچی ہوکر نظر آتی ہے ہر اک شَے چھوٹی
جاکے خورشید بنا چرخ پہ ذرّہ تیرا

شاعری میں ایجاز واختصار کلام کی ایک بڑی اور اہم خوبی ہے۔اس میں علامہ حسن رضا بریلوی کو کافی ملکہ حاصل تھا۔مشکل اور طویل مضامین کو سہل انداز میں ایک ہی شعر میں کہہ کر گزر جانا آپ کے مسلم الثبوت شاعر ہونے کی واضح اور روشن دلیل ہے؛مثالیں خاطر نشین ہوں ؎

گناہ گار پہ جب لطف آپ کا ہوگا
کِیا بغیر کِیا بے کِیا ہوگا
کیا بات تمہارے نقشِ پا کی
ہے تاج سرِ وقار آقا
بت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے
مل مل کے گلے روتے ہیں کفار و صنم آج
گر وقتِ اجل سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

اسی طرح کم سے کم لفظوں میں مفہوم کی ادائیگی اور شعر میں بلاغت بھرنے کے لیے ترکیب سازی کی بڑی اہمیت ہے۔شاعری میں محبوب یا ممدوح کے اوصافِ بلیغ کے اظہار میں تراکیب اہم رول ادا کرتی ہیں۔علامہ حسن رضا بریلوی کے نعتیہ کلام میں جہاں تمام ادبی وفنّی محاسن موجود ہیں وہیں ترکیب سازی کے بہت ہی دل کش اور نادر نمونے ملتے ہیں ؎

اس مہک پر شمیم بیز سلام
اس چمک پر فروغ بار دُرود
زخم دل پھول بنے آہ کی چلتی ہے نسیم
روز افزوں ہے بہارِ چمنستانِ قفس
تو نے ہی اسے مطلعِ انوار بنایا
زمیں کے پھول گریباں دریدہ غمِ عشق
فلک پہ بدر ، دل افگارِ تابِ حسن ِملیح
صبیح ہوں کہ صباحتِ جمیل ہوں کہ جمال
غرض سبھی ہیں نمک خوارِ بابِ حسنِ ملیح
اگر دودِ چراغِ بزمِ شہ چھو جائے کاجل کو
شبِ قدرِ تجلّی کا ہو سرمہ چشمِ خوباں میں

علامہ حسؔن رضا بریلوی کے کلام کی خصوصیات پر اگر قلم کو جنبش دی جائے تو اس متنوع خوبیوں اور محاسن سے لبریز کلام کا احاطہ اس مختصر سے مقالے میں ناممکن ہے۔ کیوں کہ آپ کی شعری کائنات کے کما حقہٗ تعارف کے لیے ایک عظیم دفتر درکار ہے۔ اسی لیے اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف اجمالی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

مالکِ کون ومکاں باعثِ کن فکاں ﷺ کو خالقِ مطلق جل شانہٗ نے مجبور و بے کس نہیں بل کہ مالِک ومختار بنا کر اس خاک دانِ گیتی پر مبعوث فرمایا ہے۔ آقا و مولا صاحبِ اختیار ہیں اور آپ کے کمالات ارفع واعلا ہیں، اس طرح کے اظہار سے ''ذوقِ نعت'' کے اوراق مزین وآراستہ ہیں ؎

ملا جو کچھ جسے وہ تم سے پایا
تمھیں ہو مالکِ مِلکِ خدا خاص
وہی سب کے مالک انھیں کا ہے سب کچھ
نہ عاصی کسی کے نہ جنت کسی کی
کنجی تمھیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا
کیوں نہ ہو تم مالکِ مِلکِ خدا مُلکِ خدا
سب تمہارا ہے ، خدا ہی جب تمہارا ہوگیا

سرورِ کائنات ﷺ افضل الانبیا والمرسلین ہیں۔ آپ کے اوصاف وکمالات، شمائل وفضائل اس قدر ارفع و اعلا، افضل و بالا ہیں کہ اس میں دوسرے انبیا آپ کے شریک نہیں اور خداوندِ قدوس سے آپ کو سب سے زیادہ قربت حاصل ہے ؎

شریک اس میں نہیں کوئی پیمبر
خدا سے ہے جو تجھ کو واسطہ خاص

تمام بندگانِ خدا ہر ہر کام میں اپنے خالق و مالک جل شانہٗ کی مرضی و مشیت کے طلب گار ہیں۔ مگر سرورِ عالم ﷺ کی جو مرضی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بھی خوش نودی و رضا ہے۔ نقاشِ ازل جل شانہٗ نے سرورِ کائنات ﷺ کی تابندہ پیشانی پر یہ بات بہ خطِ قدرت ازل ہی میں تحریر فرمادی تھی ؎

قدرت نے ازل میں یہ لکھا ان کی جبیں پر
جو ان کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہو

ایک عاشق کی یہ سب سے بڑی آرزو اور خواہش ہوتی ہے کہ اسے محبوبِ رعنا (ﷺ) کے روئے منور کی زیارت نصیب ہوجائے۔ علامہ حسنؔ رضا بریلوی جامِ روئے جاناں کی تشنگی رکھتے ہیں اور آپ کی یہ تشنگی اتنی فزوں تر ہے کہ اگر نزع کے وقت حورانِ خلد آکر آپ کے آگے جام پر جام لنڈھائیں بھی تو آپ ان کی طرف نگہِ التفات کرنے کی بجائے اپنا رُخ دوسری جانب پھیر لیں گے ؎

دے اس کو دمِ نزع اگر حور بھی ساغر
منھ پھیر لے جو تشنۂ دیدار ترا ہو

عاشق چاہتا ہے کہ سرورِ انس و جاں ﷺ کے جلووں سے دل منور و مجلّا ہوجائے اور ہمہ وقت اس میں مدینے کی یاد رچی بسی رہے ؎

رہیں ان کے جلوے بسیں ان کے جلوے
مرا دل بنے یادگارِ مدینہ

لالہ وگل کی نکہتوں اور گلستانوں کے رنگ و بہار پر صحرائے مدینہ کو اس طرح فوقیت دی جارہی ہے ؎

رنگِ چمن پسند نہ پھولوں کی بُو پسند
صحرائے طیبہ ہے دلِ بلبل کو تُو پسند

علامہ حسنؔ رضا بریلوی آقا و مولا ﷺ کے شہرِ پاک کی خواہش و تمنا کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں یوں دعا گو ہیں ؎

مرادِ دلِ بلبلِ بے نوا دے
خدایا دکھادے بہارِ مدینہ

صحرائے مدینہ کے حصول کے بعد جنت اور بہارِ گلشن کی حیثیت پر سوالیہ نشان لگاتے ہوئے ان کو صحرائے مدینہ کے آگے یوں ہیچ بتایا ہے ؎

خلد کیسا کیا چمن کس کا وطن
ہم کو صحرائے مدینہ مل گیا

جب زاہد عاشق کو جنت کے باغوں کا پھول دے کر اسے اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ جنت کے لالہ وگل کو محبوبِ دل نواز (ﷺ) کے شہرِ رعنا کے خوش نما کانٹوں کے آگے بے وقعت سمجھتے ہوئے زاہد کو اس طرح خطاب کرتا ہے کہ ؎

گلِ خلد لے کے زاہد تمہیں خارِ طیبہ دے دوں
مرے پھول مجھ کو دیجے بڑے ہوشیار آئے

علامہ حسؔن رضا بریلوی کو مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کی اتنی تڑپ اور لگن ہے کہ اس دنیا سے جاتے وقت بھی وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی زبان پر ترانۂ نعت جاری رہے ؎

خدا سے دعا ہے کہ ہنگامِ رخصت
زبانِ حسؔن پر ہو مدحت کسی کی

موت کے بعد مدینۂ طیبہ کا غبار بننے اور سرورِ کائنات ﷺ کے مقدس کوچہ میں دفن ہونے کی ایمانی خواہش کا یوں اظہار کرتے ہیں ؎

مری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کردے غبارِ مدینہ
مٹی نہ ہو برباد پسِ مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو
زمیں تھوڑی سی دیدے بہرِ مدفن اپنے کوچے میں
لگا دے میرے پیارے میری مٹی بھی ٹھکانے سے

عاشق کی نظر میں روزِ محشر کا انعقاد صرف اسی لیے ہوگا کہ اس دن محبوبِ خدا (ﷺ) کی شانِ محبوبی دکھائی جائے گی کیوں کہ آپ اس روز عصیاں شعاروں اور گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی

عاشق کہتا ہے کہ مجھے میدانِ محشر میں کوئی خوف نہیں ہوگا کیوں کہ یہ آقا و مولا میرا شفیع ہے ۔

خدا شاہد کہ روزِ حشر کا کھٹکا نہیں رہتا
مجھے جب یاد آتا ہے کہ میرا کون والی ہے

جب کہ اس کے برعکس منکرینِ شفاعت اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے گستاخ ایک ایک کا منھ تکتے اِدھر اُدھر بھٹکتے رہیں گے ۔

حشر میں اک ایک کا منھ تکتے پھرتے ہیں عدو
آفتوں میں پھنس گئے تیرا سہارا چھوڑ کر

سرورِ کائنات ﷺ کی ولادت کی محافل میں پڑھے جانے والے بہت سارے میلاد نامے ''ذوقِ نعت'' ہی کے ہیں وہ تمام کے تمام شعری کمال کے اعلانمونے ہیں۔ چند اشعار خاطر نشین ہوں ۔

فلک پہ عرش بریں کا گمان ہوتا ہے
زمینِ خلد کی کیاری ہے بارہویں تاریخ
جھکالائے نہ کیوں تاروں کو شوقِ جلوۂ عارض
کہ وہ ماہِ دل آرا اَب زمیں پر آنیوالا ہے
وہ مہر مِہر فرما وہ ماہِ عالم آرا
تاروں کی چھاوں آیا صبحِ شبِ ولادت
خوشبو نے عنادل سے چھڑائے چمن و گل
جلوے نے پتنگوں کو شبستاں سے نکالا

علامہ حسنؔ رضا بریلوی کا یہ کمالِ شاعری ہے کہ آپ ایک لفظ کو ایک معنی پر ایک شعر میں اس پُرکاری اور ہنرمندی سے استعمال کرتے ہیں کہ تکرار کا نقص نہیں بل کہ تخیل کا حسن پیدا ہوجاتا ہے مثلاً ۔

ہمیں ہیں کسی کی شفاعت کی خاطر
ہماری ہی خاطر شفاعت کسی کی

رہے دل کسی کی محبت میں ہر دم
رہے دل میں ہر دم محبت کسی کی
نکالا کب کسی کو بزمِ فیضِ عام سے تم نے
نکالی ہے تو آنیوالوں کی حسرت نکالی ہے

علامہ حسنؔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں کلاسکیت اور تغزل کا رنگ حد درجہ غالب ہے۔نعت کے اعلا ترین تقدس اور غزل کی رنگینیِ بیان دونوں کو یک جا کر کے سلامت روی کے ساتھ گذر جانا علامہ حسنؔ رضا بریلوی کی قادرالکلامی کی بیّن دلیل ہے۔ذیل میں برنگِ تغزل آپ کے چیدہ چیدہ اشعار خاطر نشین فرمائیں ؎

مرے دل کو دردِ الفت ، وہ سکون دے الٰہی
مری بے قراریوں کو نہ کبھی قرار آئے
کرے چارہ سازی زیارت کسی کی
بھرے زخم دل کے ملاحت کسی
روشن ہے ان کے جلوۂ رنگیں کی تابشیں
بلبل ہیں جمع ایک چمن میں ہزار صبح
ہوا بدلی گھرے بادل کھلیں گل بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہارِ بے خزاں آئی گلستاں میں
کیا مزے کی زندگی ہے زندگی عشاق کی
آنکھیں ان کی جستجو میں دل میں ارمانِ جمال
زینتیں پاتی ہیں جلوے تری زیبائی کے
جمال والوں میں ہے شورِ عشق اور ابھی
ہزار پردوں میں ہے آب و تابِ حسنِ ملیح
اپنا ہے وہ عزیز جسے تو عزیز ہے

ہم کو تو وہ پسند جسے آئے تو پسند
دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو
بے چین رکھے مجھ کو ترا دردِ محبت
مٹ جائے وہ دل پھر جسے ارمانِ دوا ہو
تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرِ رہِ گذار ہم بھی ہیں

''ذوقِ نعت'' میں نعتیہ کلام کے علاوہ قابلِ لحاظ حصہ مناقب پر بھی مشتمل ہے۔حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین وشہدائے کربلا رضی اللہ عنہم حضرت غوثِ اعظم، حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت شاہ اچھے میاں و شاہ بدیع الدین مدار قدست اسرارہم کی شانِ اقدس میں منقبتیں جہاں ایک طرف شعری وفنی کمال کا نمونہ ہیں وہیں علامہ حسنؔ رضا بریلوی کی اپنے ممدوحین سے بے پناہ عقیدت ومحبت کا مظہرِ جمیل بھی۔

علاوہ ازیں ''ذوقِ نعت'' میں شامل ایک نظم بہ عنوان ''کشفِ رازِ نجدیت'' لطیف طنز وظرافت کا بے مثال فنی نمونہ ہے، اسی طرح اس دیوان میں مسدّس منظومات، نعتیہ رباعیات اور سلامیہ قصائد بھی موجود ہیں۔ جہانِ لوح وقلم اور دنیاے سنیت میں استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی کے نام چند صفحات تحریر کرکے آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں ان کی وسیع تر شعری کائنات کے تعارف کا حق ادا کر رہا ہوں، بل کہ خدائے لم یزل کی طرف سے ملنے والی اس رحمتِ بے پایاں اور ثوابِ عظیم میں خود کو شریک کر رہا ہوں جو اُلفتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں ڈوبے ہوئے ''ذوقِ نعت'' کے اشعارِ آب دار کو پڑھ کر گناہ گاروں کی قسمت میں ارزاں کر دیا جاتا ہے۔

شبیر احمد قادری
فیصل آباد

مولانا حسن رضا خاں کی نعت

''ذوق نعت'' (۱) دیوان کی صورت ہے۔ الف تا ردیف یائے تحتانی، میرے سامنے جو نسخہ موجود ہے، وہ ایک سو اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ شمس بریلوی ہے۔ زیادہ تر نعتیں، غزلیہ بیت میں ہیں۔ دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی گئی ہے۔ ان میں مسدس، مثنوی اور رباعی شامل ہیں، آغاز دو حمدوں سے ہوتا ہے، مناقب کے لیے الگ گوشہ نہیں بنایا گیا۔ پہلی منقبت کے اشعار حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں پیش کیے گئے ہیں، دیگر مناقب کے عناوین درج ذیل ہیں۔

☆ منقبت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ☆ منقبت خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ
☆ منقبت خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ ☆ منقبت خلیفہ چہارم رضی اللہ عنہ
☆ ذکر شہادت ☆ استغاثہ بجناب غوثیت
☆ منقبت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ☆ منقبت حضور اچھے میاں
☆ ذکر شہادت ☆ نغمہ روح 1309ھ

استمداد حضرت سلطان بغداد، مناقب حضرت شاہ بدی الدین مدار قدس سرہٗ الشریف ازروئے موضوعات ''ذوق نعت'' باکمال مجموعہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و خصائل، سیرت طیبہ، عدل وانصاف، سخاوت، عجز و انکار، نرم مزاجی، رحمت و شفقت، سادگی اور قناعت، برداشت، تحمل، معجزات اور ایسے بہت سے اوصاف و خصائص نبوی کو منعوت کر کے اپنی شاعری کو وقار بخشتا ہے۔

مضمون آفرینی شاعر کا کمال فن سمجھا جاتا ہے۔ عمومی موضوعات میں پیروی کا رجحان عام ہے۔ قدما کی شاعری کے معامین کی تکرار اور تقلید محض وہ لطف نہیں دیتی، جتنا لطف وہ اشعار دیتے ہیں جن میں مضمون کی تنظیم نئے انداز سے کی گئی ہو، ایک رنگ کے مضمون کو سو رنگ میں باندھنا معراج فن ہے، مولانا حسن رضا خان کے بہت سے اشعار بقول نظیر لدھیانوی اس نوع کے ہیں:

''مولانا، نعت گوئی میں دوسرے نعت گو شعراء کے نقال نہیں کہ میلاد شریف کا ذکر

کریں تو وہی بات بہ الفاظ دیگر کہہ دیں جو دوسرے شعراء کہہ چکے ہیں، یا معراج کا مضمون ہو تو ہر مقام اور ہر جگہ پر نئی بات کہنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے بہت سے اشعار میں نئے نئے مضامین ہیں۔''(۲)

اس ضمن میں نظیر نے غالب، امیر مینائی کے غزلیہ اشعار درج کر کے مولانا حسن رضا خان کے نعتیہ اشعار نقل کیے جو مضمون آفرینی کی عمدہ مثال ہیں، مرزا غالب کا ایک شعر ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

نظیر رقم طراز ہیں کہ غالب کا خیال ہے کہ کچھ حسینوں کی شکلیں تو لالہ و گل کی صورت میں ظاہر ہو گئیں اور بہت سی مٹی میں دب کر رہ گئیں، لیکن مولانا کو اس سے اتفاق نہیں، انہوں نے اس سے ایک نیا مضمون پیدا کیا ہے فرماتے ہیں:

کر گیا آ کر لباس لالہ و گل میں ظہور
خاک میں ملتا نہیں خون شہیدان جمال

مزید اشعار:

الٰہی بعد مردن پردہ ہائے حائل اٹھ جائیں
اجالا میرے مرقد میں ہو ان کی شمع تربت کا
نور ولادت مہ طیبہ کا فیض ہے
رہتی ہے جنتوں میں جو لیل و نہار صبح
بس چل سکے تو شام سے پہلے سفر کرے
طیبہ کی حاضری کے لیے بے قرار صبح
ترے دامن کا سایہ اور دامن کتنے پیارے ہیں
وہ سایہ دشت محشر کا یہ حامی دیدۂ تر کا
اتر سکتی نہیں تصویر بھی حسن سراپا کی
کچھ اس درجہ ترقی پر تمہاری بے مثالی ہے(۳)

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے حسن نے بہت اشعار کہے، ایک میلادیہ

کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

سحاب رحمت باری ہے بارہویں تاریخ
کرم کا چشمہ جاری ہے بارہویں تاریخ
ہمیں تو جان سے پیاری ہے بارہویں تاریخ
عدو کے دل کو کٹاری ہے بارہویں تاریخ
اسی نے موسم گل کو کیا ہے موسم گل
بہار فصل بہاری ہے بارہویں تاریخ
بنی ہے سرمۂ چشم بصیرت و ایماں
اٹھی جو گرد سواری ہے بارہوں تاریخ(۴)

معجزات نبوی کا بیان، نعت کا مستقل موضوع ہے، ''ذوق نعت'' میں اس موضوع کا بیان اہتمام سے کیا گیا ہے۔ ان اشعار میں شعری قرینوں کو پوری ہنرمندی کے ساتھ برتا گیا ہے:

تیری طلعت سے زمین کے ذرے مہ پارہ بنے
تیری ہیبت سے فلک کا مہ دو پارا ہو گیا(۵)

....

شب معراج وہ دم بھر میں پلٹے لامکاں ہو کر
بہار بہشت جنت دیکھ کر ہفت آسماں ہوکر(۶)

نعت میں شہر رسول سے اظہار محبت کے ان گنت قرینے موجود ہیں، یہ اہل حب کی تو جہات خاص کا محور ہے، حاضری اور حضوری کی تمنا ہر مسلمان کی طرح ناعتین کے اذہان وقلوب میں بھی جاگزیں ہے، حسن نے اپنے ایک شعر میں زائرین کی کیفیات قلبی کو بڑی عمدگی سے سمویا ہے:

مر کے جیتے ہیں، جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر(۷)

سرزمین اقدس تک رسائی کی خواہش کے مقابلے میں دنیا کی تمام نعمتوں کو ہیچ سمجھتے ہیں، حتی کہ جنت کے بارے میں بھی ایسے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، جو ظاہر ہے درست انداز نہیں ہے۔

حصول جنت کی تمنا تو انبیاء و مقبولان بارگاہ الٰہی نے بار بار کی ہے۔ تمنائے حضوری و حاضری کے ذیل میں حسن رضا خان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

اے مدینے کی ہوا دل میرا افسردہ ہے
سوکھی کلیوں کو کھلا جاتا ہے جھونکا تیرا(۸)

....

عاصیوں کو در تمہارا مل گیا
بے ٹھکانوں کو ٹھکانہ مل گیا
فضل رب سے پھر کمی کس بات کی
مل گیا سب کچھ، جو طیبہ مل گیا(۹)

....

دست مدینہ کی عجب پر بہار صبح
ہر ذرہ کی چمک سے عیاں ہیں ہزار صبح(۱۰)

....

مرادیں مل رہی ہیں، شاد شاد ان کا سوالی ہے
لبوں پر التجا ہے ہاتھ میں روضہ کی جالی ہے(۱۱)

....

سیر گلشن کون دیکھے، دشت طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر(۱۲)

سراپا نگاری، حسن کی شاعری کا ایک اہم زاویہ ہے۔ حضور ﷺ کی شخصیت کے ظاہری اور باہری اوصاف و خصائص اس دلپذیر انداز سے بیان کیے ہیں کہ اسے اردو شاعری (نعتیہ) میں شان دار اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا(۱۳)

....

ان کے در دنداں کا وہ صدقہ تھا کہ جس نے
ہر قطرۂ نیسان در شہوار بنایا(۱۴)

....

روئے انور پہ نور بار سلام
زلف اطہر پہ مشکبار سلام(۱۵)

....

عارض پاک کی تعریف ہو جس پرچہ میں
سو سیہ نامہ اجالے وہ منور کاغذ
ورق مہر اسے خط غلامی لکھ دے
ہو جو وصف رخ پرنور سے انور کاغذ
لب جاں بخش کی تعریف اگر ہو تجھ میں
ہو مجھ تار نفس ہر خط مسطر کاغذ(۱۶)

....

جلوۂ موئے محاسن چہرۂ انور کے گرد
آبنوسی رحل پر رکھا ہے قرآن جمال
ابروئے پر خم سے پیدا ہے ہلال ماہ عید
مطلع عارض سے روشن بدر تابان جمال(۱۷)

....

کان ہیں کان کرم، جان کرم
آنکھ ہے یا چشمۂ تنویر ہے(۱۸)

....

ہے کس کی گیسوئے مشک بو کی شمیم عنبر فشانیوں پر
کہ جائے نغمہ صفر بلبل سے مشک اذفر ٹپک رہا ہے

یہ کس کے روئے نکو کے جلوے زمانے کو کر رہے ہیں روشن
یہ کس کے گیسوئے مشک بو سے مشامِ عالم مہک رہا ہے
حسن عجب کیا ہے جو ان کے رنگ ملیح کی تہ ہے پیرہن پر
کہ رنگ پرنور مہر گردون کئی فلک سے چمک رہا ہے(۱۹)

....

تمہارا قامت یکتا ہے اکا بزم وحدت کا
تمہاری ذات بے ہمتا مثال بے مثالی ہے
فروض اختر بدر آفتاب جلوۂ عارض
ضیائے طالع بدر، ان کا ابروئے ہلالی ہے(۲۰)

....

عہد حسن، سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے زوال اور فرنگیوں کے تسلط سے عبارت تھا، اپنے تسلط کو استحکام بخشنے کے لیے وہ مقامی افراد خاص طور پر اہل اسلام پر ظلم وستم کے ساتھ انسانیت سوز سلوک روا رکھے ہوئے تھے، اہل قلم نے اس گھمبیر صورت حال کو جز وشعر بنایا، ناعتین کے ہاں بھی ایسے مضامین بکثرت ملتے ہیں، نبض وقت پر ان کا ہاتھ تھا، وہ اس امر سے پوری طرح آگاہ تھے کہ ہندو اور سکھ، فرنگیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازش کر رہے ہیں، انتشار و افتراق کی آگ کو مزید بھڑکایا گیا، حامی و رضا کے مانند حسن رضا خاں نے بھی استغاثہ وفریاد کے لہجے کو عام کیا اور بارگاہ سرور دارین نبی اکرم ﷺ میں عرض گزار ہو کر اہل اسلام کو پستیوں سے نکال کر شان دار ماضی جیسی عظمت و رفعت عطا کرنے کی بات کی، حسن کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

دشمن ہے گلے کا ہار آقا
لٹتی ہے میری بہار آقا
چکرا گئی ناؤ بے کسوں کی
آنا میرے غم گسار آقا

ایماں کی تاک میں ہے دشمن
آؤ دم احتضار آقا(۲۱)

....

ردیف ثائے مثلثہ کے تحت استغاثہ وفریاد کی نہایت عمدہ مثال ہے۔ الغیاث، ردیف کے تحت ایسے پہلو سمٹ آئے ہیں جن کا تاثر الگ الگ اشعار میں ظاہر نہیں ہوسکتا، اس میں ایک فرد کے مسائل واحوال کے بیان کو فوقیت دی گئی ہے اور شاعر نے اعضائے شریفہ کی مناسبت سے بہت عمدہ شعر کہے ہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

عارض رنگیں خزاں کو دور کر
اے جناں آرا گلستاں الغیاث
اے دہن اے چشمہ آب حیات
مر مٹے دے آب حیواں الغیاث
اے بغل اے صبح کافور بہشت
مہر برشام غریباں الغیاث
اے کف دست اے ید بیضا کی جاں
تیرہ دل ہو نور افشاں الغیاث
سخت دشمن ہے حسن کی تاک میں
المدد محبوب یزداں الغیاث(۲۲)

....

کلام حسن میں روزمرہ اور محاورے کی پابندی کو شمس بریلوی داغ کی شاگردی کی دین سمجھتے ہیں، ان کی رائے ہیں:

''حضرت داغ دہلوی کے کلام کی شہرت بہت کچھ ان کے انداز بیان کی طرفگی پر مبنی ہے، غزل میں انداز بیان کو شوخ و بانکپن سے بہت پر کیف بنایا جاسکتا ہے، جیسا کہ داغ کے یہاں یہ خصوصیت ہر جگہ نمایاں ہے، لیکن نعت کا محدود و وقیع موضوع اس کی

اجازت نہیں دیتا، نہ وہاں مبالغہ کی گنجائش ہے نہ استعارے و کنائے کو آزادہ روی کا موقع دیا جاسکتا ہے اور نہ شوخی و بانکپن کا اس راہ میں گزر ہے، شریعت کے حدود قدم کو آگے بڑھانے سے روکتے ہیں، حدود ادب بیبا کی کی اجازت نہیں دیتے، ان قیود کے ہوتے ہوئے اگر نعت گو شاعر انداز بیان میں طرفگی پیدا کر دکھائے تو یہ اس کا کمال شاعری ہے، جناب حسن مرحوم نے اس راہ میں بہت دیدہ وری کے ساتھ قدم اٹھایا ہے۔''(۲۳)

شمس بریلوی نے جو اشعار بطور نمونہ پیش کیے ہیں جن میں درج بالا اوصاف موجود ہیں، ان میں سے چند اشعار یہ ہیں:

کمان دار نبوت قادر اندازی میں یکتا ہیں
دو عالم کیوں نہ ان کا بستہ فراک ہوجاتا(۲۴)

....

گل نہ ہو جائے چراغ زینت گلشن کہیں
اپنے سر میں ہوئے دست جاناں لے چلا(۲۵)

....

اب یہاں ایسے اشعار نقل کرتا ہوں، جنہیں قبول عام کا درجہ ملا۔ محافل میلاد میں یہ نعتیں لحن کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

....

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
لئے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں(۲۶)

....

دل میں یاد تری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو(۲۷)

....

دل درد سے بسمل کی طرف لوٹ رہا ہو
سینہ پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو(۲۸)

....

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ(۲۹)

....

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری(۳۰)

....

ایسا تجھے خلق نے طرح دار بنایا
یوسف کو ترا طالب دیدار بنایا
کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا(۳۱)

....

کون کہتا ہے کہ زینت خلا کی اچھی نہیں
لیکن اے دل فرقت کوئے نبی اچھی نہیں(۳۲)

....

مولانا احسن رضا خاں قادر الکلام شاعر تھے، انہوں نے نعت، بر بنائے عقیدت ہی لکھی بلکہ اسے فنی لوازم سے بھی مالا مال کیا ہے، فکر کے ساتھ فن کے تال میل کی بنا پر وہ ایک ناعت کی حیثیت سے مابعد ناعتین کے لیے شان دار، قابل قدر اور لائق تقلید ہیں، حضرت رضا کے خاندان کے روشن چراغ ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

مولانا حسن رضا خاں رحمہ اللہ کثیر الکتب شاعر و نثار تھے، تصانیف و رسائل درج ذیل ہیں:

۱: ''تزک مرتضوی در اثبات تفضیل شیخین۔''

۲: ''نگارستان لطافت در ذکر میلاد شریف۔''

۳: بے موقع فریاد کا مہذب جواب میں اثبات مسئلہ قربانی۔

۴: آئینہ قیامت ذکر واقعہ کربلا و معلیٰ۔

۵: دین حسن حقانیت اسلام ورد

۶: ''وسائل بخشش مثنوی، ذکر کرامات عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ۔

۷: ''ثمر فصاحت''

۸: ''قند پارسی کلام مجاز فارسی''

۹: ''صمصام حسن بردابر فتن''

۱۰: ندوہ کی روداد رسوم کا نتیجہ رد ندوہ

''ثمر فصاحت'' کے بارے میں نظر لدھیانوی لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا حسن بریلوی رحمہ اللہ کا دیوان غزلیات ''ثمر فصاحت'' کے تاریخی نام سے ۱۳۱۹ ہجری میں شائع ہوا تھا۔ جو اب نایاب ہے، اس کا ایک قدیم نسخہ جو مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھپا ہے، جناب احسان دانش کے کتب خانے میں موجود ہے، جو موصوف نے کمال مہربانی سے مجھے مطالعہ کے لیے عطا کیا...... مولانا حسن بریلوی نواب مرزا خان داغ دہلوی کے ارشد تلامذہ میں تھے اور ان کی غزلوں میں تمام وہ خصوصیات پائی جاتی ہیں، جو داغ کے کلام کا طرۂ امتیاز ہیں، مولانا حسن بریلوی نے خود بھی داغ کی شاگردی پر فخر کیا ہے، ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں:''

کیوں نہ ہو میرے سخن میں لذت سوز و گداز
اے حسن شاگرد ہوں میں داغ سے استاد کا

۱: نظیر لدھیانوی، شعر حسن، لاہور: رضا پبلی کیشنز، ۱۹۷۸ء، ص ۳۹۔

۲: نظیر لدھیانوی، شعرِ حسن، لاہور: رضا پبلی کیشنز، بار اول ۱۹۷۸ء، ص ۱۹۔

۳: ایضاً، ص ۲۱۔۱۹

۴: حسن رضا خاں، مولانا ذوقِ نعت، کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، س ن، ص ۶۲.

۵: ایضاً، ص ۴۴

۶: ایضاً، ص ۶۶

۷: ایضاً، ص ۶۷

۸: ایضاً، ص ۲۸

۹: ایضاً، ص ۳۰

۱۰: ایضاً، ص ۶۰

۱۱: ایضاً، ص ۱۰۱

۱۲: ایضاً، ص ۶۷

۱۳: ایضاً، ص ۲۸

۱۴: ایضاً، ص ۳۵

۱۵: ایضاً، ص ۶۳

۱۶: ایضاً، ص ۶۵

۱۷: ایضاً، ص ۸۰

۱۸: ایضاً، ص ۱۰۰

۱۹: ایضاً، ص ۱۰۱

۲۰: ایضاً، ص ۱۰۲

۲۱: ایضاً، ص ۴۱۔۴۰

۲۲: ایضاً، ص ۵۷۔۵۵

۲۳: شمس بریلوی، مقدمہ: ذوقِ نعت، ص ۱۳۔۱۲

۲۴: حسن رضا خاں، مولانا، ذوقِ نعت، ص ۴۰

۲۵: ایضاً، ص ۳۳

۲۶: ایضاً، ص ۸۷

۲۷: ایضاً، ص ۹۳

۲۸: ایضاً، ص ۹۵

۲۹: ایضاً، ص ۹۶

۳۰: ایضاً، ص ۱۰۷

۳۱: ایضاً، ص ۳۵

۳۲: ایضاً، ص ۸۷

محمد شہزاد مجدّدی
لاہور

مولانا حسن رضا کا رنگِ تغزل

حضرت مولانا حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۶ھ، 1860ء میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خان بریلی کے عالم باعمل اور صوفی بزرگ تھے ابتدائی تعلیم والد مکرم اور برادرِ اکبر حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ فیض میں حاصل ہوئی۔ آپ کا خاندان علم وفضل اور زہد و تقویٰ کی ثروت سے مالا مال تھا۔

حضرت حسن رضا کی بیعت حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری مارہرہ سے تھی۔ حسن رضا کو اپنی خاندانی روایت کے مطابق شعر و شاعری کا شوق ابتدا ہی سے تھا سنِ شعور کو پہنچے تو فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کی شاگردی سے اس ذوق کی تکمیل کی اور نعت گوئی میں حضرت مولانا احمد رضا کے شاگرد ہوئے۔

حسن رضا نے حمد ونعت، غزل، مثنوی، رباعی، تاریخ، قصائد، منقبت ہر صنفِ شعر میں طبع آزمائی کی لیکن ۱۳۲۵ ہجری میں اپنے عیال کے ساتھ حج بیت اللہ اور زیارتِ دیارِ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو گئے اور واپسی پر غزل گوئی ترک کر دی اور صرف نعت گوئی کو اپنا مشغلہ بنایا۔

حسن رضا کا وصال ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۲ ہجری کو بعمر ۵۰ سال ۶ ماہ ہوا۔ بریلی شریف کے گردو نواح کے اکثر شعرا جو خصوصی اہمیت کے حامل تھے آپ کے دامنِ کمال سے وابستہ تھے۔ لالہ سری رام دہلوی نے اپنے تذکرہ کی دوسری جلد میں حسن رضا کے حالات کو اس طرح بیان کیا ہے:

آپ کے بزرگوں میں حضرت محمد اعظم علی • رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑی دولت وثروت چھوڑ کر تارک الدنیا ہو گئے تھے آپ صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ داغ کو حسن رضا سے خاص انس تھا اور اکثر انہیں ''پیارے شاگرد'' کہا کرتے تھے۔ [1]

کراچی یو نیورسٹی شعبہ اردو کے پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب ''اردو کی نعتیہ

شاعری'' میں مولانا حسن رضا کے بارے میں رقمطراز ہیں:

مولانا احمد رضا کے چھوٹے بھائی حسن رضا بھی صاحب دیوان شاعر ہیں حسن رضا کا رنگ سخن تقریباً وہی ہے جو ان کے بڑے بھائی کا ہے دونوں بھائیوں کی نعتوں میں جو چیز خاص طور پر متاثر کرتی ہے وہی سادگی و صفائی بیان کے ساتھ ساتھ ان کے جذباتِ عشقیہ کی وہ شدت ہے جو سید عالم ﷺ سے ان کے والہانہ لگاؤ کا ثبوت ہر قدم پر مہیا کرتی ہے۔(۲)

ڈاکٹر پروفیسر نفیس سندیلوی رسالہ ''نگار'' کے داغ نمبر میں اپنے مقالہ ''داغ کے بعض مشہور تلامذہ'' میں حسن رضا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حاجی مولانا حسن رضا خاں کو شعر و سخن کا طبعی اور فطری ذوق تھا۔غیر معمولی ذہانت اور ذکاوت کے مالک تھے۔مزاج میں شوخی، شگفتگی اور زندہ دلی تھی۔حضرت داغ کے ارشد تلامذہ میں شمار تھا نعتیہ کلام میں ان کا دیوان ''ذوقِ نعت'' یادگار ہے۔''(۳)

مولانا حسرت موہانی نے اپنی تصنیف ''نکاتِ سخن'' میں حسن رضا کے اشعار بطور سند پیش کئے ہیں یہاں سے آپ کی استادانہ حیثیت مسلم ثابت ہوتی ہے۔

جید عالم اور مذہبی سکالر حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری فرماتے ہیں کہ مولانا حسن رضا نے اپنی استادانہ صلاحیتوں کو اپنے کلام میں خوب اجاگر کیا ہے۔امام احمد رضا کے کلام بلاغت مقام میں وہ سب کچھ موجود ہے جو نعتیہ کلام میں ہونا چاہئے لیکن حسن رضا کا اندازِ بیاں نعت گو حضرات میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو داغ کا غزل گو شعراء میں''۔(۴)

اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی اپنی کتاب ''شعرِ حسن'' میں رقمطراز ہیں:

حسن رضا کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ''ذوقِ نعت'' ہے اس کی ترتیب میں عام اساتذہ کے دیوانوں کی طرح حروفِ تہجی کی ترتیب کا التزام ہے۔آپ کے کلام کی بڑی خوبی مضمون آفرینی ہے حسن رضا کی نعتوں میں ندرتِ خیال بھی ہے اور حقیقت آرائی بھی۔حسن رضا ہر شعر میں موقع کی اہمیت اور نزاکت کے مطابق نہایت مناسب و موزوں الفاظ اور برمحل محاورات استعمال کرتے ہیں۔تشبیہات نہایت لطیف اور عام فہم ہیں اس لئے ان کا کلام فصاحت اور بلاغت کا خزینہ بن گیا ہے۔لفظی رعایات ہر شعر میں موجود ہیں بعض الفاظ کو مقدم مؤخر کر کے یا الفاظ کے ہیر پھیر سے بے ساختہ

مضمون پیدا کرلیا ہے بعض اشعار میں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نگینے باصرہ افروز ہیں۔ (۵)

اہل لغت نے تغزل کے حوالے سے معروف ادبی معانی ہی لکھے ہیں۔ فرہنگِ عامرہ میں ہے:

تغزل: عشق کرنا، غزل کہنا۔ (۶)

عاشقانہ رنگ میں مضامین کا بیان وغیرہ مجازاً، غزل کا سا حسن اور غزل والا انداز۔ جیسے کہا جاتا ہے قصیدے کی تشبیہ میں تغزل کا سا لطف ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق'' تغزل کے معنی عاشقانہ راز و نیاز کے ہیں لیکن اصطلاح میں غزلیہ اشعار کہنا'' تغزل'' ہے۔ بعض مبصروں نے اسلوب بیاں کی خوبی اور طرزِ ادا کے حسن کو تغزل کا نام دیا ہے۔ تغزل عاشقانہ جذبات کا اظہار تو ہے اور حسنِ ادا بھی اس کا خاصہ ہے لیکن غزل کے مطالعے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غزل اس داخلی اور ایمائی کیفیت کا نام ہے جو مجموعی طور پر غزل کی تکنیک، حسب خیال اور اسلوبِ بیاں کی خوبی اور ہم آہنگی سے پیدا ہوتی ہے تغزل جوہرِ غزل ہے اور اظہارِ واردات کی ایک نغماتی کیفیت کا نام ہے''۔ (۷)

انگریزی میں اسے کہتے ہیں (Poetry in Element Love) راقم کی دانست میں'' تغزل نام ہے مدحیہ کلام میں ایسی لطافتِ اظہار اور کیفیتِ نشاط کا پیدا کرنا کہ جسے سن کر محبوب و ممدوح پہلے سے زیادہ اپنے مداح ومحبّ کی طرف متوجہ ہو جائے، یعنی ایسا والہانہ شعری اہتمام کہ جس سے عام پڑھنے اور سننے والے تک بھی عاشقِ صادق کے جذبات اسی طرح منتقل اور منعکس ہوں جیسے کہ شاعر کے اوپر وارد اور طاری ہورہے ہوتے ہیں۔''

ہمارے ممدوح حضرت حسن رضا بریلوی دبستانِ داغ دہلوی کے اہم نمائندہ اور مجالسِ فصیح الملک کے عناصرِ خمسہ میں سے ایک رکنِ اعظم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ صنفِ غزل کو آپ نے کمال مہارت سے برتا اور پھر اسے اپنے رنگ میں رنگ کر مشرف بہ نعت کرلیا۔

حسن رضا جس دور کے شاعر ہیں وہ کم وبیش تصنع کا دور ہے تہذیب وتمدن اپنی عظمتِ دیرینہ کھو کر رو بہ انحطاط ہے۔ ظاہری نمود ونمائش نے باطن کی تابناکیوں پر پردے ڈال دیئے ہیں۔ تصوف وزہد وتقویٰ نے اپنے گرد چلمنیں حائل کرلی ہیں۔ روپے اور پیسے کی ریل پیل ہے قیصر

باغ میں میلوں کی دھوم ہے سامانِ تعیش کی فراوانی ہے اور کہنے والا کہ رہا ہے'' جس کو نہ دے مولیٰ اس کو دے آصف الدولہ'' اس فضا میں ایسی شاعری کی توقع کرنا جسے جزو پیغمبری کہا جاتا ہے کہاں کی معقولیت ہے اور پھر درجہ اول کی نعت کا معاملہ تو اس سے بھی مشکل ہے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اس دور کے شعراء خود کو عشق و عاشقی کے اضلاع میں مقید کئے ہوئے ہیں۔ وہی معاملہ بندی ، وہی عاشقانہ چھیڑ چھاڑ ، وہی رامش و رنگ ، مگر حیرت ہے کہ حواسِ خمسہ کی شاعری کے اس رنگ کو بھی شعراء نے سورنگ سے باندھا ہے یہ ان حضرات کا کمال ہے ادھر اس دور کی نعت بھی ان اثرات سے دامن کش نہ ہوسکی مگر چونکہ اس کا معاملہ نفس مضمون کے لحاظ سے غزل سے بالکل الٹ تھا لہٰذا یہاں زبان و بیان کی رعنائی نے جو پیکر تراشے ہیں وہ دیدنی ہیں۔

جس زمانے میں حضرت حسن رضا نے دشتِ شاعری میں قدم رکھا اس زمانے میں ہر دلعزیز اور مقبول صنفِ شاعری ، غزل اوجِ ثریا پر متمکن تھی اور جہانِ شاعری میں استاذ الاساتذہ نواب مرزا داغ دہلوی کا طوطی بول رہا تھا۔ چنانچہ حضرت حسن رضا نے زمانے کے مروجہ روش کے مطابق شاعری کی شروعات غزل ہی سے کی اور مشہور زمانہ شاعر نواب مرزا داغ دہلوی کے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور شاعری کے جملہ اسرار و رموز کے متعلق کماحقہ شناسائی حاصل کی ، چنانچہ آپ غزل گوئی میں داغ دہلوی سے اصلاحِ سخن لیتے رہے اور رام پور کے قیام کے دوران طویل عرصے تک استاد کے دامن سے وابستہ رہے جن کی حک و اصلاح کے باعث غزل گوئی میں بلند مرتبہ پایا، مگر اپنے برادرِ گرامی قدر کی صحبت کے فیض سے ختم الرسل ، مولائے کائنات ، اور دانائے سبل ﷺ کی نعت گوئی کی طرف مائل ہوئے اور بارگاہِ رسالت سے لطف و کرم کے سائل ہوئے یہی وجہ ہے کہ آپ کی نعت گوئی پر اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کی نعت کے اثرات واضح ہیں، اسی لیے آپ کی نعت بھی وہی شکوہِ الفاظ ، تراکیب کی بندش ، بندش کی چستی ، عشقِ رسول ﷺ کی شدت ، عقیدت و محبت اور مضامین کی جدت موجود ہے جو حضرت احمد رضا بریلوی کی نعت کے نمایاں اوصاف ہیں۔

نواب مرزا داغ دہلوی کو اپنی زبان دانی پر بہت ناز تھا وہ اردو کو اپنے گھر کی لونڈی کہا کرتے تھے۔ ان کا شعر ہے:

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اس زمانے میں بلا شبہ داغ دہلوی مسلمہ استاد شاعر تھے اور ان کا فرمایا ہوا سند کا درجہ رکھتا تھا ان کی زبان دانی کا شہرہ بلادِ ہند میں ہر جگہ تھا۔ ان کی زبان دہلی کی خالص اردو تھی جو روزمرہ اور محاورہ سے بدرجہ اتم مزین تھی۔ ان کی زبان دانی کا تلامذہ کے کلام میں در آنا فطری امر تھا چنانچہ حسن رضا بریلوی کی نعت گوئی میں استاد کے سبب زبان کی صفائی، روزمرہ اور محاورات کا موزوں استعمال بدرجہ غایت موجود ہے۔ نعت میں اگرچہ مضمون کو اولیت حاصل ہے اور مضمون کی بلند پائیگی سے ہم آہنگ ہونے والے الفاظ یا زبان کی حیثیت ثانوی ہے، تاہم حسن رضا بریلوی کی نعت میں مضمون کی بلندی اور نازک خیالی کے پہلو بہ پہلو دہلی کی شستہ ورفتہ زبان موجود ہے جس کی بدولت کلام میں سلاست، روانی، وارفتگی اور برجستگی پیدا ہوگئی ہے:

نور کے سانچے میں ڈھالا ہے تجھے
کیوں تیرے جلووں کا ڈھلتا آفتاب
گرمیوں پر ہے وہ حسنِ بے زوال
ڈھونڈتا پھرتا ہے سایہ آفتاب
کہہ رہی ہے صبح مولد کی ضیاء
آج اندھیرے سے ہے نکلا آفتاب

حسن رضا کی ایک نعت جو اپنی ظاہری ہیئت میں کچھ کچھ قصیدے کے رنگ میں اور کچھ کچھ غزل کی شستگی اور نرمی لئے ہوئے ہے اس طرح شروع ہوتی ہے:

کیا مژدہ جاں بخش سنائے گا قلم آج
کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج
آمد ہے یہ کس بادشہِ عرش مکاں کی
آتے ہیں فلک سے جو حسینانِ ارم آج

آپ اس نعت میں قصیدے کے ہلکے سے پرتو میں الفاظ کے دروبست اور برابر کے مصرعوں کی سج دھج کے ساتھ ایک یہ شعر بھی ملاحظہ کریں:

تسلیم میں سر، وجد میں دل، منتظر آنکھیں
کس پھول کے مشتاق ہیں مرغانِ حرم آج

نعت کے اس شعر میں محض بیان کی خوبی اور جدتِ ادا کی رعنائی ہی نہیں دلِ گداختہ کی کار فرمائی بھی صاف دکھائی دیتی ہے اور یہ حسن رضا کا خاص رنگ ہے۔موصوف زبان و بیان کی ان تمام باریکیوں سے کماحقہ واقف ہیں جو کسی بڑے فنکار کے لئے ضروری ہے۔نعت کا یہ مطلع دیکھئے:

سرِ صبح سعادت نے گریباں سے نکالا
ظلمت کو ملا عالم امکاں سے نکالا

اب ذرا زبان و بیان کے اس شعر میں جذبات کی رنگ آمیزی کا کرشمہ بھی دیکھئے:

ارمان زدوں کی ہیں تمنائیں بھی پیاری
ارمان نکالا تو کس ارماں سے نکالا

جدتِ خیال کی یہ لطیف صورت بھی ملاحظہ کیجئے:

کانٹا غمِ عقبیٰ کا حسن اپنے جگر سے
امت نے خیالِ سرِ مژگاں سے نکالا

جواب کی ردیف میں یہ جواب بھی لا جواب کئے دیتا ہے:

مہر و مہ ذرے ہیں ان کی راہ کے
کون دے نقشِ کفِ پا کا جواب

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ حسن رضا کی نعت محض زبان و بیان ہی کی کرشمہ سازیوں تک محدود نہیں بلکہ مدح رسول ﷺ میں ان کا دل جس انداز سے وادءِ شوق میں جادہ پیما ہوا ہے وہ انھی کا حصہ ہے۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

نبی پاک ﷺ سے قلبی لگاؤ نے ان کے اندر جو کیفیات کا دریا موجزن کر دیا ہے اس سے آپ بھی متمتع ہوں:

دمِ اضطراب مجھ کو جو خیالِ یار آئے
مرے دل میں چین آئے تو اسے قرار آئے
مجھے نزع چین بخشے ، مجھے موت زندگی دے
وہ اگر میرے سرہانے دمِ احتضار آئے

اسی نعت میں مکالمہ کا ایک شعر لب ولہجہ کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ اپنا منفرد رنگ لئے ہوئے ہے موصوف کا نعت میں یہ مخصوص رنگ دیکھئے اور یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ نعت اس انداز کے شعر کی کس خوبصورتی سے متحمل ہوسکتی ہے:

گلِ خلد لے کے زاہد تمہیں خارِ طیبہ دے دوں
مرے پھول مجھ کو دیجے بڑے ہوشیار آئے

یہ شعر گویا دبستانِ دہلی اور پھر داغ سکول کا نمائندہ شعر قرار دیا جا سکتا ہے اردو غزل کی تمام تر خوبیاں اور جدید نعت کی بنیاد اس شعر میں باہم متحد ہیں ۔ یہاں یہ وضاحت بھی ناگزیر ہے کہ مضامین کی ندرت اور تجدیدِ روایت کا حسین امتزاج مولانا حسن رضا کو جدید اردو نعت کا بانی قرار دینے پر مجبور کرتا ہے، اور بلا شبہ یہ فیضِ رضا ہی ہے ۔ جو ایک نعتیہ مقطع میں فرماتے ہیں:

جو یہ کہے کہ شعر و شرع دونوں کا لطف کیونکر آئے
لا اسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

اسی لئے مولانا حسن رضا نے اپنے برادر اکبر اور استاذ جلیل امام احمد رضا فاضل بریلوی کو والہانہ انداز سے منظوم دعائیں دی ہیں:

بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے
بھلا ہو الٰہی جناب رضا کا

آپ کی ایک نعت ''عصیاں لے چلا'' ''یزداں لے چلا'' کی ردیف وقافیہ میں ہے ہر شعر اپنے رنگ میں منفرد ہے سادگی و پرکاری ان کی ادائے خاص کی غمازی کر رہی ہے ۔ دھیمے لہجے میں نرم و نازک الفاظ گویا اندھیری رات میں جگمگاتے جگنو ہیں جو نور و سرور کا سماں باندھ رہے ہیں اس نعت کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں:

اللہ اللہ صر صر طیبہ کی رنگ آمیزیاں
ہر بگولا نزہتِ سروِ گلستاں لے چلا
قطرہ قطرہ ان کے گھر سے بحرِ عرفاں ہو گیا
ذرہ ذرہ ان کے در سے مہرِ تاباں لے چلا

حسن رضا کے ہاں جو جدت ادا کی گونا گونی اور اظہار بیان کی بوقلمونی ہے ، وہاں لطافتِ مضمون کی جھلکیاں بھی جا بجا دکھائی دیتی ہیں۔نعت جو ہر ہر قدم کہنے والے سے سنجیدگی اور متانت کا تقاضا کرتی ہے وہاں لطافتِ مضمون اور رعنائیِ فکر کی بھی متقاضی ہے ۔ یہ بات بہت کم شعراء کو ، خصوصاً نعت گوشعرا حضرات کونصیب ہوتی ہے کہ وہ شعر میں سادگی ، روانی اور متانت کے ساتھ ساتھ لطافتِ مضمون کوملحوظِ خاطر رکھیں۔موصوف کے یہ دوشعر ملاحظہ کیجیے۔

حسن رنگینی و طلعت سے تمہارے جلوے
گل و آئینہ بنے محفلِ زیبائی کے
جلوہ گر ہو جو کبھی چشمِ تمنائی میں
پردے آنکھوں کے ہوں پردے تری زیبائی کے

موصوف نے حروفِ تہجی کی ترتیب سے قریب قریب ہر ردیف میں نعت کہی ہے اور سچ بات تو یہ ہے کہ اس ہفت خواں کو جس آسانی سے عبور کر گئے ہیں اس پر حیرت ہوتی ہے۔ص اور غ کی ردیفوں میں نعت کے بلند پایہ اشعار کہنے کے ساتھ ساتھ اپنے مخصوص رنگ سے انحراف نہیں کیا۔ ہر شعر ان کے کمالِ فن پر دلالت بنا ان کے لب ولہجہ کو اجاگر کر رہا ہے۔خاص کی ردیف میں یہ اشعار دیدنی ہیں:

خدا کی خلق میں سب انبیاء خاص
گروہِ انبیاء میں مصطفٰی خاص
غریبوں، بے نواؤں، بے کسوں کو
خدا نے در تمہارا کر دیا خاص

حسن رضا کی نعتوں کا بہ تعمق نظر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشّمس ہوگی کہ انہوں نے داغ دہلوی کے مخصوص رنگ کو نعت میں اپنا کر ایک طرف ان کا حقِ شاگردی ادا کر دیا ہے اور دوسری طرف نعت کو زبان و بیان کی جدتوں رعنائیوں اور دلآویزیوں سے مالا مال کر دیا ہے اور کچھ پیکر ایسے بھی تراش دیئے ہیں جو بعد میں آنے والوں کے لئے دلیلِ راہ ثابت ہوئے ہیں۔نعت کی یہ خاص ادا بھی مشتاقانِ نعت کو جی سے مرغوب ہے اس میں سلاست ہے روانی ہے، شستگی اور شگفتگی ہے، نہ

اسلوب کا طنطنہ، نہ الفاظ کی گھن گرج، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ توصیف میٹھے الفاظ، کان میں رس گھولتا لہجہ، نہ ایچ نہ پیچ، سامنے کی باتیں جیسے داغ گنگنا رہا ہو:

الٰہی یہ محشر میں ہم کہتے جائیں
کہاں ہے کہاں ہے ہمارا محمدؐ

اب ذرا نعت میں ان کا پیغام بھی سن لیں کس تڑپ کس جذبے سے یہ شعر کہا ہے:

آباد کر خدا کے لئے ان کے نور سے
ویران دل ہے، دل سے زیادہ کھنڈر دماغ

مولانا حسن رضا کی نعتوں کے بعض اشعار میں بالکل نئے خیالات ہیں جو پیشتر ازیں سننے میں نہیں آئے:

الٰہی بعد مردن پردہ ہائے حائل اٹھ جائیں
اجالا میرے مرقد میں ہو ان کی شمع تربت کا

گو بے شمار جرم ہوں، گو بے عدد گناہ
کچھ غم نہیں جو تم ہو گنہگار کی طرف

حسن تغزل اور شریعت وشعریت کی یکجائی اس شعر میں ملاحظہ فرمایئے:

جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی
منہ پھیر بیٹھیں ہم تیری دیوار کی طرف

مولانا حسن رضا کو زبان پر اس قدر قابو اور بیان پر اس قدر قدرت حاصل ہے کہ اشعار میں جا بجا صنعتِ تواتر اور صنعتِ تقسیم کا لطف پیدا کر دیا ہے:

ہوا بدلی گھرے بادل کھلے گل بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہارِ جاں فزا آئی گلستاں میں

باغِ فردوس کھِلا، فرش بچھا ، عرش سجا
اک ترے دم کی یہ سب انجمن آرائی ہے

حضرت مولانا حسن رضا نے حتی الامکان تشبیہات اور استعارات کا استعمال کم کیا ہے لیکن جہاں کہیں کیا ہے استعارے عام فہم اور تشبیہات نہایت لطیف ہیں جن سے شعر پر اثر اور لطف دوبالا

ہو گیا ہے:

ان کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے
چمک جاتا مقدر جب درِ دنداں کی طلعت سے
نہ کیوں رشتہ گہر کا رشتہ مسواک ہو جاتا
کانٹا غمِ عقبیٰ کا حسنؔ اپنے جگر سے
امت نے خیالِ سر مژ گاں سے نکالا

معراج شریف کے حوالے سے نعت گو شعرا نے بہت کچھ لکھا ہے مگر مولانا حسن رضا کی پرواز سایہِ پرِ جبریل میں بہت بلند نظر آتی ہے آپ فرماتے ہیں:

شبِ اسریٰ ترے جلووں نے کچھ ایسا سماں باندھا
کہ اب تک عرشِ اعظم منتظر ہے تیری رخصت کا

پھر ایک اور نعت میں کہا:

شبِ معراج تھے جلوے پہ جلوے
شبستانِ دنیٰ سے ان کے گھر تک

بعض نعت گو شعراء نے حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بھی لکھا اور سر سے پائے مبارک تک ایک ایک عضو مقدس کی صفت و ثنا کی اور خوب زورِ طبع آزمایا ہے مولانا حسن رضا نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا لکھا جس کے دو اشعار ملاحظہ ہوں:

غم سے ہوں ہمدوش اے دوش المدد
دوش پر ہے بارِ عصیاں الغیاث

پھر آخر میں کہا:

اے سراپا، اے سراپا لطفِ حق
ہوں سراپا جرم و عصیاں الغیاث

لباس کی تعریف دیکھیے:

اے عمامہ دورِ گردش دور کر
گرد پھر پھر کر ہوں قرباں الغیاث
نیچے نیچے دامنوں والی عبا
خوار ہے خاکِ غریباں الغیاث

کچھ اشعار ملاحظہ کیجیے:

کھیل بگڑا ناؤ ٹوٹی میں چلا
اے مرے والی بچا فریاد ہے
کون سے دل میں نہیں یادِ حبیب
قلبِ مومن مصطفیٰ آباد ہے
ان کے در پر گر کے پھر اٹھا نہ جائے
جان و دل قربان کیا اُفتاد ہے

تمام تر شعریت اور حسنِ تغزل کے ساتھ ساتھ مولانا حسن رضا نے عقائد کی پختگی اور تصلّبِ دینی کا مظاہرہ بھی نہایت التزام سے فرمایا ہے۔ یہ شعر ملاحظہ فرمائیں:

یہ عبادت زاہدو بے حبّ دوست
مفت کی محنت ہے سب برباد ہے

نعت میں غزل کی مانند شوخی، بے باکی، اور مبالغہ آرائی کی قطعی گنجائش نہیں ہوتی اس لئے نعت گوئی کا میدان محدود ہے اور نعت گو اندازِ بیاں میں ندرت اور جدت پیدا نہیں کر سکتا مگر حسن رضا نے کمال فنکاری اور پختہ کاری سے نعت میں اندازِ بیاں کی طرفگی اور ندرت پیدا کی ہے جو آپ کے استادانہ رنگ کی غمازی کرتی ہے:

اجالا طور کا دیکھیں جمالِ جانفزا دیکھیں
کلیم آ کر اٹھا دیکھیں ذرا پردہ تیرے در کا
تمہارے کوچہ و مرقد کے زائر کو میسر ہے
نظارا باغِ جنت کا تماشا عرشِ اکبر کا

مولانا حسن رضا کے مجموعہ غزل ''ثمرِ فصاحت'' کے بعض اشعار سے بھی ذوقِ نعت چھلک رہا ہے:

قدم سے ان کے لگی پھرتی ہے بہارِ چمن
نہ کیوں ہوں نقشِ کفِ پا مرے رسول کے پھول
مداحِ قد و زلف و دہانِ حضور ہوں
سر پر ہے میرے سایہ الف لام میم کا(۸)

درج ذیل منتخب اشعار میں بھی تغزل کی جولانیاں لائق داد ہیں:

حسنِ تغزل

صورت بنائی حق نے تری اپنے ہاتھ سے
پیارے ترا نظیر نہ پیدا ہوا ،نہ ہو
اے بوالہوس نصیب تجھے کیمیا کہاں
جب تک تو خاکِ پائے حبیبِ خدا نہ ہو
یا رب! وہ نخل سبز رہے ، جس کی شاخ میں
جزُ داغِ عشق اور کوئی گل کھلا نہ ہو
رو رہا ہوں یادِ دندانِ شہِ تسنیم میں
عین دریا میں ہے مجھ کو آب گوہر کی تلاش
سایہ نخلِ مدینہ ہو ، زمینِ طیبہ ہو
تختِ زریں کی مجھے خواہش، نہ افسر کی تلاش
اُن لبوں کی یاد میں دل کو فدا کیجیے حسنؔ
لعل پتھر ہیں، کریں ہم خاک پتھر کی تلاش
جنابِ مصطفیٰ ہوں جس سے ناخوش
نہیں ممکن کہ ہو اس سے خدا خوش
پسندِ حق تعالیٰ تیری ہر بات
ترے انداز خوش تیری ادا خوش
فترضیٰ کی محبت کے تقاضے
کہ جس سے آپ خوش ، اُس سے خدا خوش

اپنے مضمون کے اختتام مولانا حسن رضا صاحب کے حوالے سے کیے گئے اپنے اس منقبت پر کرتا ہوں جس کے اشعار نذرِ قارئین ہیں:

ہے عندلیب گلشنِ مدحت حسن رضا
بزمِ سلام و نعت کی زینت حسن رضا
یہ جذب و شوق و حسنِ عقیدت حسن رضا
تجھ کو ہوئے ازل میں ودیعت حسن رضا
مارہروی و نوری و چشتی و قادری
اہلِ سخن میں صاحبِ نسبت حسن رضا
فیضِ رضاؔ و داغؔ کا شہکار بے نظیر
نوریؔ میاں کی ایک کرامت حسن رضا
شیدائے غوث و خواجہ و مداحِ اہل بیت
ہے رہنمائے اہل ارادت حسن رضا
حاصل ہے تجھ کو رفعت ذکرِ نبی کا فیض
کیسی ہے لازوال یہ دولت حسن رضا
شاہد ہے ''ذوقِ نعت'' ترے ذوقِ نعت کا
کھولے ہیں کیا رموزِ محبت حسن رضا
دیتے ہیں داد اہل زباں جھوم جھوم کر
پائی ہے کیا لطیف طبیعت حسن رضا
کیونکر نہ تم پہ فخر کریں سب اساتذہ
اے نورِ چشم عزت و عظمت حسن رضا
احمد رضا کا فیض ہے تیرے کلام میں
یکجا ہوئے ہیں شعر و شریعت حسن رضا
تیرے کمال شعر و سخن کا ہے معترف
جس نے پڑھی ہے تیری عبارت حسن رضا

ایک ایک شعر نخلِ فصاحت کا ہے ثمر
تیری غزل ہے جانِ بلاغت حسن رضا
بے تاب ہو کے مجمعِ محشر میں دیکھنا
خود ڈھونڈ لے گی تم کو شفاعت حسن رضا
قربان جاؤں تیرے وثوق و یقین پر
نازاں ہیں تجھ پہ عشق و اطاعت حسن رضا
تجھ پہ کھلی ہیں خارِ مدینہ کی عظمتیں
اے خضرِ راہِ شہرِ محبت حسن رضا
تو نے دیا شعورِ ادب اہلِ نعت کو
اے آشنائے شانِ رسالت حسن رضا
کس نعت گو پہ تیری نوازش نہیں رہی
کس پر نہیں ہے تیری عنایت حسن رضا
شہزاد کی دعا ہے کھلے جب لوائے حمد
حاصل ہمیں ہو حسن رفاقت حسن رضا

مصادر ومراجع:

۱: سری رام دہلوی، خمخانِ جاوید: جلد دوئم، ص ۴۵۰، مطبوعہ دہلی
۲: فرمان فتح پوری، اردو کی نعتیہ شاعری: ص ۸۶، ۸۷، مطبوعہ لاہور
۳: نگار لکھنؤ، داغ نمبر، جنوری فروری ۱۹۵۳ء، ص ۱۳۳، ۱۳۴
۴: ماہنامہ نعت لاہور، حسن بریلوی کی نعت نمبر، شمارہ جنوری ۱۹۹۰، ص ۳۳
۵: نظیر: اصغر حسین، لدھیانوی، شعرِ حسن: ص ۱۸ ط، رضا پبلی کیشنز۔ لاہور
۶: فرھنگِ عامرہ: ص ۱۸۵، مطبوعہ دہلی
۷: اردو دائرہ معارف اسلامیہ: جلد ۱۴/۲، ص ۴۹۳
۸: ثمرِ فصاحت: ص ۱۵۰، ص ۱۷

محمد قاسم کیلانی
حافظ آباد

مولانا حسن رضا کی منقبت نگاری کا موضوعاتی مطالعہ

اردو ادب میں مدحیہ شاعری کو حضرت مولٰنا حکیم شاہ نقی علی خاں بریلویؒ کے دو صاحبزادوں (مولٰنا احمد رضا خاںؒ اور مولٰنا حسن رضا خاںؒ) نے جس بام عروج پر پہنچایا وہ اظہر من الشّمس ہے۔ دونوں بھائیوں کی تخلیقات و نگارشات نے زبان شعر میں اظہارِ عشق رسولؐ کی نئی طرح ڈالی۔ان کا لکھا ہر دور میں مُستند مانا گیا۔ان کی خدمات کو تسلیم کیے بغیر اردو نعت ومنقبت کا دروازہ نہیں کھلتا۔ ''حدائق بخشش''اور''ذوقِ نعت'' کا ورق ورق ،مصرع مصرع اور لفظ لفظ ان کی علم آرائی ، قادر الکلامی ،فصاحت افروزی ، بلاغت بیزی ،نکتہ پروری ،اثر آفرینی ،سخن بانی اور ادب گیری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

استاذِ زمن ،شہنشاہِ سخن حضرت مولٰنا حسن رضا خاںؒ ،شہرۂ آفاق عالمِ دین،فقیہہ،محدث، مفسر،محقق،اعلیٰ حضرت امام محمد احمد رضا خاں بریلویؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔آپ قندھاری پٹھانوں کے ایک علمی اور آسودہ حال خاندان کے چشم و چراغ تھے۔مولٰنا حسن رضا خاں۲۲ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۸ نومبر ۱۸۵۹ء کو پیدا ہوئے اور۳ شوال المکرّم ۱۳۲۶ھ بمطابق ۲۸ ،اکتوبر۱۹۰۸ء کو انتقال فرمایا۔بحیثیت شاعر،فروغ نعت ومنقبت کے سلسلہ میں آپ ایک رجحان ساز شخصیت تھے۔ فن شاعری میں آپ کو فصیح الملک حضرت نواب مرزا خاں داغؔ دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔آپ ایک مدت تک رام پور میں رہ کر حضرت داغؔ دہلوی سے اکتساب فیض کرتے رہے۔آپ کی شعری تخلیقات میں''ساغر پر کیف''،مجموعۂ غزلیات،''ثمر فصاحت''بہاریہ دیوان،''ذوقِ نعت''نعتیہ دیوان اوراس میں اضافہ شدہ آخری حصہ''وسائلِ بخشش''شامل ہیں۔نعتیہ دیوان''ذوقِ نعت''

(۱۳۲۶ھ) کے تاریخی نام سے موسوم ہے یہی آپ کا سالِ وفات بھی ہے۔ مولٰنا حسن رضا خاں ایک بلند پایہ عالم دین، مبلغ شریعت اور سچّے عاشقِ رسولؐ تھے۔ 'نعت' کے دشوار گزار کوچے سے وہ جس کامیابی اور سلاست سے گزرے ہیں ان کے نقوش قدم آج بھی رہروانِ راہِ نعت کے لیے رہبر و رہنما ہیں۔ نعت نگاری میں تو ان کا پایہ ادبی، فنی اور شرعی لحاظ سے بلند ہے ہی، منقبت نگاری میں بھی وہ ایک جداگانہ مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں 'ذوقِ نعت' میں شامل مولٰنا حسن رضا خاں کی مناقب کا دو حوالوں سے موضوعاتی مطالعہ مقصودِ نگارش ہے۔ اولاً انھوں نے کس کس شخصیت کو اپنی مناقب کا موضوع بنایا، ثانیاً ممدوح شخصیت کی سیرت و حیات مقدسہ کا کون کون سا پہلو زیرِ تذکرہ آیا۔

حسبِ نظمِ دیوان'' ذوقِ نعت'' میں کلام کی ترتیب ردیف وار ہے۔ الف سے یا تک ہر ردیف کی نعتیں دیوان میں موجود ہیں۔ نعتوں کے ساتھ مناقب بھی اسی ردیفی ترتیب کے مطابق شامل ہیں۔ مثلاً منقبت خواجہ غریب نوازؒ، مناقب خلفائے راشدینؓ، مناقب اہل بیتؓ، ذکرِ شہادت، مناقب غوث اعظمؒ اور منقبت اچھے میاں مارہرویؒ۔ اختتام دیوان کے بعد تین مسدسات ہیں پہلی ذکرِ معراج شریف میں، دوسری نغمہ استمد ادبحضور سلطانِ بغدادؒ اور تیسری منقبت درشانِ حضرت شاہ بدیع الدین مدارؒ ہے۔ تمام مناقب فکر وفن اور جذبہ و تخیل کا حسین امتزاج ہیں۔ مولٰنا نے اپنی مناقب میں حب اصحابؓ و اہل بیتؓ کے بیان میں اسی توازن و اعتدال کو پیش نظر رکھا ہے جو عقائد اہل سنت کا خاصہ ہے مسلک حقہ ہر دو حلقوں میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی افراط و تفریط کا شکار نہیں۔ بحمداللہ تعالیٰ اہل سنت کی جبینیں جہاں درِ آلِ رسولؐ پر جھکتی ہیں وہیں بارگاہِ اصحابِ رسولؐ میں بھی سلام عقیدت پیش کرتی ہیں۔ اوَلیائے کاملینؒ کی شانِ عظمت و آنِ کرامت پر بھی اہل محبت کے سینے کشادہ اور دل احترام سے معمور ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ نعت کہنا کارِ احتیاط ہے۔ کامیاب ناعت کی طرح ایک ناقب کو بھی دامن احتیاط تھامے رکھنے کی بہت شدید ضرورت ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی اسی نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' منقبت نگاری کے ضمن میں یہ امر نہایت ضروری ہے کہ حفظ مراتب سے کہیں بھی صرف نظر نہ کیا جائے۔''

حافظ محمد افضل فقیر نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ ہے کہ جس طرح نعت گو پر لازم ہے کہ پیرایہ اظہار، حدودِ نعت سے نکل کر دائرۂ حمد میں داخل نہ ہو جائے۔ اس طرح منقبت نگار پر بھی یہ احتیاط لازم ہے کہ اہل ولایت کی شان میں جو مضامین و خیالات منظوم ہوں، نعت میں ان کا ادغام نہ ہو سکے۔ طالب الہاشمی کے نزدیک: ''ایک ایسی نظم جس کو صحیح معنوں میں اچھی منقبت کہا جا سکے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں غلو سے کام نہ لیا گیا ہو اور نہ اس کو فرضی باتوں کا سہارا لے کر ''بڑھا ہی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لیے'' کا مصداق بنایا گیا ہو۔

مولٰنا حسن رضا خاں کی مناقب میں جو خوبی قاری کا دامن توجہ کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے تمام منقبتیں سلیقے اور قرینے سے کہی ہیں اور اس بات کا خیال رکھا ہے کہ کوئی بے بنیاد بات راہ نہ پانے پائے۔ ان کی منقبت نگاری ان کی ممدوح ہستیوں کی محض ستائش نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت دستاویز ہے۔ انھوں نے منقبت نگاری کے فن کو روایتی مضامین کے ساتھ ساتھ بیسیوں نئے مضامین و مفاہم سے آشنا کیا ہے۔ سلاست زبان، ندرتِ بیان، طرز ادا، بلندیٔ تخیل، مصرعوں کا درو بست اور اسلوب کا رکھ رکھاؤ مجموعی طور پر مل کر ان کے لہجہ و اظہار میں نور و سرور کی چاشنی بھر دیتے ہیں۔ انھوں نے محض رسماً اور تبرکاً نہیں بلکہ پورے مقصد و اہتمام اور رچاؤ کے ساتھ اپنے اکابر اور مشاہیر کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ خلفائے راشدینؓ کی مناقب ''الف'' کی ردیف کے تحت شامل ہیں۔

منقبت خلیفۂ اوّل، تاجدارِ صداقت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صدیق اکبرؓ کا
ہے یار غار محبوب خدا صدیق اکبرؓ کا

سیّدنا صدیق اکبرؓ کی فضیلت و تشرفِ نسبت کے نمایاں ترین پہلو کو اس مطلع کا موضوع بنایا گیا ہے۔ مصرع اوّل کے استفہام کا جواب، مولٰنا مصرع ثانی میں دیتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یارِ غارِ مصطفیٰؐ ہونا کائنات میں آپ کا تنہا شرف و اعزاز ہے اور اس بات پر ساری امت کا اجماع ہے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبرؓ افضل البشر بعد از انبیاء ہیں۔ اس شان کا شعری پیکر ملاحظہ ہو:

رسل اور انبیاء کے بعد جو افضل ہو عالم سے
یہ عالم میں ہے کس کا مرتبہ صدیق اکبرؓ کا

خاصانِ خدا سے نسبت رکھنے والے ''عامیان'' بھی محرومِ کرم نہیں رہتے۔اس شعر میں سیّدنا صدیق اکبرؓ سے نسبت رکھنے والوں کی عظمت کا بیان ہے نیز دونوں مصرعوں میں خدا، فضل ،صدیق اکبر اور گدا کے الفاظ کا استادانہ استعمال بھی قابل داد ہے:

گدا صدیق اکبر کا خدا سے فضل پاتا ہے
خدا کے فضل سے میں ہوں گدا صدیق اکبرؓ کا

نسبت صدیقیہ اور طریقت نقشبندیہ کے حاملین وامین مبارکباد کے مستحق کیوں نہ ہوں کہ وہ نقشِ پائے صدیق سے صفائے قلب حاصل کرتے ہیں اور اس کو دیکھ دیکھ کر منازل سلوک وعرفان طے کرتے ہوئے کوئے پیمبرؐ میں باریاب بھی ہوتے ہیں۔شانِ حسن تعلیل ملاحظہ ہو:

صفا وہ کچھ ملی خاک سر کوئے پیمبرؐ سے
مصفّا آئینہ ہے نقشِ پا صدیق اکبرؓ کا

مولنا حسن رضا خاں مشرب قادریہ کے جید علمبردار ہو کر طریقتِ نقشبندیہ کو کس قدر احسن دلیل کے ساتھ خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔مصرع اوّل میں بالترتیب اصحاب ثلاثہ کے اسمائے گرامی اور مصرع ثانی میں ''سلاسل'' کی معنوی قربت لاجواب ہے۔

ہوئے فاروقؓ و عثمانؓ و علیؓ جب داخل بیعت
بنا فخر سلاسل سلسلہ صدیق اکبرؓ کا

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حینِ حیاتِ ظاہری ہمہ وقت سرکار دو عالمؐ کی رفاقت ومعیت کا اعزاز حاصل رہا اور عالم برزخ میں بھی آپؓ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں گنبدِ خضریٰ کے اندر آرام فرما رہے ہیں۔علمائے متقدمین ومتاخرین اس بات پر متفق ہیں کہ گنبدِ خضریٰ کے اندر زمین کا وہ ٹکڑا جہاں محبوبِ خداؐ تشریف فرما ہیں وہ پوری کائنات سے بلکہ عرشِ علیٰ سے بھی زیادہ فضیلت وافضیلت رکھتا ہے۔کیا نصیبہ ہے شیخینؓ کا جنھیں بہر راحت وآرام وہ گوشہ عالی شان میسر آیا۔یہ شعر جناب صدیق اکبرؓ کی سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دونوں جہانوں میں لازوال، دائمی ودوامی قربت کا خوبصورت ترین اظہاریہ ہے۔

مقامِ خواب راحت چین سے آرام کرنے کو

بنا پہلوئے محبوبِ خدا ؐ صدیق اکبرؓ کا

آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''علیؓ کی محبت اور ابوبکرؓ و عمرؓ کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا''۔ اس حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں لکھا گیا مولٰنا حسن رضا خاں کا یہ شعر رافضیت کے لیے تازیانہ عبرت ہے۔ لفظ ''دشمن'' کا چار مرتبہ استعمال ''چار یار'' کے ہر دشمن کے لیے برق ساطع اور تیغ برّاں سے ہرگز کم نہیں۔ مصرع ثانی پڑھ کر عقل سرشار ہو جاتی ہے۔ الفاظ کا در و بست یو پی کے شعری اسلوب اور رکھ رکھاؤ کا غماز ہے۔

علیؓ ہے اس کا دشمن اور وہ دشمن علیؓ کا ہے
جو دشمن عقل کا، دشمن ہوا صدیق اکبرؓ کا

سیّدنا صدیق اکبرؓ نے تبلیغ اسلام کے ابتدائی انتہائی کٹھن دور سے لے کر ایّام خلافت کے آخر تک اپنا مال و متاع اسلام، پیغمبر اسلام اور اہل اسلام پر دل کھول کر خرچ کیا۔ ایک مرتبہ جناب صدیق اکبرؓ سے آپؓ کے تین پسندیدہ کاموں کی بابت پوچھا گیا تو آپؓ نے برملا فرمایا مجھے دنیا میں تین کام محبوب ترین ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہمہ وقت رفاقت و زیارت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اپنا مال خرچ کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام پڑھنا۔ آپ کا جذبۂ سخاوت و ایثار آپ کی مناقب کا ایک روشن باب ہے۔ اس کا تذکرہ اکثر منقبت نگاروں کے ہاں ملتا ہے۔ بطور مثال مولٰنا حسن رضا خاں کے استاد بھائی علامہ اقبالؒ کی لکھی منقبت بہ عنوان ''صدیق'' کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو، جس میں علامہ اقبالؒ نے سیّدنا صدیق اکبرؓ کی سخاوت و ایثار اور نصرتِ لشکرِ اسلام کا نقشہ خوب کھینچا ہے اور اختتامی شعر میں نتیجتاً عقیدۂ اہل سنت کی بھرپور تائید فرمائی ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار

بولے حضورؐ چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ ٔ مہ وانجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس!
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس!

یہ حق ہے کہ دنیوی محبوب ومقاصد کے حصول کے لیے گھر لٹانے سے بالآخر گھر اُجڑ جاتا ہے لیکن حضور اکرمؐ کی ذاتِ گرامی پہ جس نے بھی اپنا تن من دھن لٹایا وہ لٹا نہیں آباد بلکہ ابدالآباد ہوتا گیا۔اب مولٰنا حسن رضا خاں کا مقطع دیکھیے اور جذبہ عشقِ مصطفےٰؐ کی عمل داری کا لطف لیجیے:

لٹایا راہ حق میں گھر کئی بار اس محبت سے
کہ لٹ لٹ کر حسنؔ گھر بن گیا صدیق اکبرؓ کا

بزرگانِ دین ،آلِ اطہار اور اصحابِ رسولؐ سے نسبت روحانی اور اعانت طلبی بھی منقبت نگاری کے دل نشین ودل آویز اور مقبول ومرغوب موضوعات ہیں ۔کیونکہ ان نفوس قدسیہ کی ارواح بعد از وصال بھی خلق کی مدد ورہبری کے لیے باذن اللہ مامور من اللہ ہیں ۔سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کی منقبت کے مطلع کے دونوں مصرعوں میں انھی محبوب موضوعات کی جلوہ فرمائی دیکھئے:

نہیں خوش بخت محتاجانِ عالم میں کوئی ہم سا
ملا تقدیر سے حاجت روا فاروق اعظمؓ سا

اصحاب رسول کریمؐ آپس میں شیر وشکر تھے۔درج ذیل شعر اصحاب رسولؐ کی آپس میں محبت واخوّت اور قرابت داری کا مدلل ثبوت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ آئینۂ تاریخ پر دشمنانِ اسلام کی طرف سے ڈالی گئی غلط فہمی کی گرد کو بھی صاف کرتا ہے ۔سیّدنا فاروقِ اعظمؓ دامادِ مرتضیٰؓ بھی ہیں۔ اس حوالہ کا مضمون مولٰنا کی تاریخ پر گہری نظر کا مظہر ہے ۔محبت آل واصحاب رسولؐ پر مبنی تاریخی صداقت نے حسنِ شعری کو ہرگز مجروح نہیں ہونے دیا۔

فدا اے امّ کلثومؓ آپ کی تقدیرِ یاور کے
علیؓ بابا ہوا، دولھا ہوا فاروقِ اعظم ؓ سا

اس منقبت میں ردیف کی صوتی، صوری، معنوی اور ادبی خوبصورتی بے مثال ہے۔ ہر شعر میں ردیف ''بولتی'' نظر آتی ہے اور معنوی لحاظ سے مصرع ''سا'' کے بعد جب مکمل ہوتا ہے تو قاری ایک ترنگ آمیز شادکامی سے جھوم اٹھتا ہے۔ فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مفہوم ہے کہ عمرؓ جس رستہ پہ آئے شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ یہ مضمون بھی مناقب فاروقیؓ کا ایک لازمی خاصہ ہے۔ مولٰنا نے اس مضمون کو بہت عمدگی سے بیان کر کے دونوں مصرعوں کو باہم مربوط کیا اور ردیف کو خوب خوب نبھایا ہے۔ مصرع اوّل میں 'شیاطین' اور مصرع ثانی میں 'رفاض بداطوار' کے لفظ وترکیب میں پوشیدہ بدطینتی منکرین شانِ فاروقیؓ کے لیے باعث خفت و ندامت ہے۔ یہ شعر حضرت سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کی شانِ جرأت وغیرت کا روشن بیانیہ ہونے کے ساتھ آپؓ کی عزت و ناموس کے تحفظ کا مضمون بھی سمیٹے ہوئے ہے۔

شیاطیں مضمحل ہیں تیرے نام پاک کے ڈر سے
نکل نہ جائے کیوں رفاض بد اطوار کا دم سا

خلیفۂ ثالث، دامادِ مصطفٰے، جامع القرآن، ذوالنورین حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں مولٰنا حسن رضا خاں یوں رطب اللساں ہوتے ہیں کہ مطلع میں ہی یحببکم اللہ کا مفہوم کھل کھل جاتا ہے۔

اللہ سے کیا پیار ہے عثمانِ غنیؓ کا
محبوب خداؐ یار ہے عثمانِ غنیؓ کا

حسن مطلع ملاحظہ ہو!

رنگین وہ رخسار ہے عثمان غنیؓ کا
بلبل گل گلزار ہے عثمان غنیؓ کا

اے بلبل! رنگینیٔ رخسارِ عثمان غنیؓ، وہ گل ہے جو سارے گلزار کے لیے باعث آبرو اور وجہ افتخار ہے۔ ''رنگین وہ رخسار'' اور ''گلِ گلزار'' علی الترتیب حیائے عثمان غنیؓ اور جماعت صحابہ کرامؓ کے کیا خوب استعارے ہیں۔ بریلی شریف کے لکھنؤ اور دہلی کے درمیان واقع ہونے کے باوصف یہاں کی ادبی فضا دونوں دبستانوں کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ تیسرا اور چوتھا مطلع بھی یوپی کے ادبی

ماحول اور شعری فضا کی پہچان کراتا ہے ۔ مولٰنا حسن رضا خاں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت و فیاضی کے مضامین کو نئے نویلے نویکلے اور اچھوتے انداز میں پیش کرتے ہیں ۔ ان دونوں اشعار پر گن کر ایک لاکھ بار بھی ''سبحان اللہ'' کہا جائے تو شاید مولٰنا کی قدرت بیان اور ندرت خیال کا حق ادا نہ ہو۔ خرمنِ داغ دہلوی کی خوشہ چینی اپنی جگہ ایسے اشعار مولنا احمد رضا خاں کے بھائی ہی کہہ سکتے ہیں۔

گرمی پہ یہ بازار ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا
اللہ خریدار ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا
کیا لعل شکر بار ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا
قند ایک نمک خوار ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا

یہ شعر سیّدنا عثمان غنی کے حسن صورت اور حسن سیرت کا مظہر ہے ۔ آپؓ کو حضور سرورِ عالمؐ کی قربت وقرابت کا انعام'' آئینۂ نورِ الٰہی'' کی صورت ملا، شعر پڑھیے!

جس آئینہ میں نور ِ الٰہی نظر آئے
وہ آئینہ ٔ رخسار ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا

درج ذیل شعر سیدنا عثمان غنیؓ کی عظمت اور آپ کے غلاموں کی عظمت کا دریچہ وا کرتا ہے ۔ جس کا نظارہ آپ کے غلام کو تسکین اور تاثیر کی ان دیکھی فضاؤں میں لے جاتا ہے۔ دونوں مصرعوں کے پہلے دونوں الفاظ یکساں ۔۔۔۔ مگر شعر مکمل ہونے تک مفاہیم نظریات کے الگ الگ جہانوں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں ۔ وہ شخص جو سیدنا عثمانِ غنیؓ کی نسبتِ غلامی سے آزاد ہے وہ دونوں جہانوں کی بلاؤں میں گرفتار ہے اور جو آپ کی غلامی و محبت کا اسیر ہے وہ ہر غمِ دہر سے آزاد ہے ۔ سبحان اللہ کیا عمدہ مضمون نکالا ہے:

آزاد گرفتار ِ بلائے دو جہاں ہے
آزاد گرفتار ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا

اگلے شعر میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے لیکن طرز ادا، جدت نوا سے ہم کنار ہے ۔

بیمار ہے جس کو نہیں آزارِ محبت
اچھا ہے جو بیمار ہے عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا

فیضان نظر اور اعانت و استمداد کا تیقّن ، مصرع اوّل میں اور اس تیقّن وطمانیت کی علّت مصرع ثانی میں جلوہ گر ہے۔ اس مقطع میں مولٰنا حسن رضا خاں، مرزا غالب سے متاثر نظر آتے ہیں۔

اس کی امّت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ ؐ کے غالب گنبدِ بے در کھلا

اب حسن میاں کا مقطع ملاحظہ ہو!

رک جائیں میرے کام حسنؔ ہو نہیں سکتا
فیضان مددگار ہے عثمان غنی ؓ کا

منقبت مولائے کائنات حضرت علی المرتضٰی علیہ السلام میں مولٰنا حسن رضا خاں نے نئے مضامین مودّت کو سلک نظم میں پرویا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اپنے وطن سے محبت انسان تو انسان، حیوان کی سرشت میں بھی موجود ہوتی ہے۔ وہ حتی المقدور اپنا گھر بار ترک نہیں کرتا لیکن عشاق کی بات اور ہے انھیں اپنے محبوب سے اس درجہ محبت ہوتی ہے کہ وہ محبوب سے منسوب ہر چیز کو دل و جان سے عزیز سمجھتے ہیں خواہ وہ اس کا لباس ہو، طرز طعام ہو، طریق بودو باش ہو، اس کا وطن ہو یا اس کے اعزہ و اقربا ہوں۔ ایک سچا محبّ تمام منسوبات ومتعلقات محبوب سے محبت کرتا ہے۔ مولٰنا حسن رضا خاں کی مولائے کائنات جناب امیر علیہ السلام کے مسکن، وطن اور شہر سے محبت اپنے وطن ہندوستان سے ان کی محبت پر غالب ہے۔ مطلع میں وہ اپنی حب الوطنی سے مخاطب ہیں:

اے حب وطن ساتھ نہ یوں سوئے نجف جا
ہم اور طرف جاتے ہیں تو اور طرف جا

اگلے شعر میں محبت اہل بیتؓ سے غافل لوگوں کو جھنجھوڑتے ہوئے اور متلاشیان علم کو مرکز علوم و معارف کا پتہ بتاتے ہوئے وہ کاروانِ حکمت وآگہی کے حدی خوان بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔

دونوں مصرعوں میں حسنِ تکرارِ لفظی سے پیدا ہونے والی مفہوم کی شدّت، جذبے کی حدّت اور خیال کی جدّت درجہ کمال پر ہے۔ حسن میاں کے حسن تخاطب اور طرزِ تکلّم کا لطف لیجیے:

چل ہند سے، چل ہند سے، چل ہند سے غافل
اٹھ سوئے نجف، سوئے نجف، سوئے نجف جا

اہل معرفت کے نزدیک مولیٰ علی علیہ السلام کی محبت وہ نور ہے جو تاریک دلوں کو جگمگا دیتا ہے۔حسن میاں مولیٰ علیؑ کی طلعت کو انھی کی قسم دے کر اپنے دل کی زندگی وتابندگی کے لیے بلاتے ہیں اور مصرع ثانی میں دل کی ظلمت کو مولیٰ کے رخ کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ تو اب یہاں سے چلی جا۔میرا دل ان کی محبت کا مسکن ہے۔ یہاں تیرے ٹھہرنے کی گنجائش کبھی تھی نہ ہے نہ ہوگی تو کہیں اور اپنا ٹھکانہ کر لے۔اس شعر میں طلعت اور ظلمت کا تضاد۔۔نیز'مولیٰ کی قسم'اور'رخ کا حلف'، جیسے الفاظ اپنے اندر بے پناہ معنوی حسن رکھتے ہیں۔یہ مضمون بھی جدت آور اور کیف آفریں ہے۔

اے طلعت شہؓ آ تجھے مولیٰ کی قسم آ
اے ظلمت دل جا تجھے اس رخ کا حلف جا

اپنی ذات کی طرف بڑھنے والی کلفتوں ،مصیبتوں اور پریشانیوں کو مخاطب کر کے انھیں بھی یہی سندیسہ دیتے ہیں:

اے کلفت غم بندۂ مولیٰ سے نہ رکھ کام
بے فائدہ ہوتی ہے تری عمر تلف جا

درج ذیل شعر میں صحابہ کرامؓ کی جماعت اوران کی حقیقی مقلد جماعت اہل سنت کی فضیلت خوب صورت پیرایہ میں بیان کر کے اہل رافضیت کو للکارا ہے کہ اگر تمھیں مولیٰ علی علیہ السلام کی امامت عزیز ہے تو ان کی اقتداء وتقلید والی جماعت میں رہو۔جو جماعت سے الگ ہوا وہ گویا امام کی عظمتِ امامت کا قائل نہ رہا۔

مولا کی امامت سے محبت ہے تو اے غافل
ارباب جماعت کی نہ تو چھوڑ کے صف جا

حضور مولائے کائنات علیہ السلام کی نسبت ونسب کے سبب مولٰنا ، بہت لطیف انداز میں حضرت سلطانِ بغداد، پیر پیراں ، میر میراںؒ کی توقیر وتعظیم کی تلقین فرماتے ہیں ۔شعر کے اندرونی قوافی نے مفہوم کی چاشنی کو کئی گناہ بڑھا دیا ہے۔

جیلاں کے شرف حضرتِ مولیٰ کے خلف ہیں
اے ناخلف اٹھ! جانبِ تعظیم خلف جا

اپنے برادرِ اکبر اعلیٰ حضرت محدث بریلویؒ کی طرح استاذِ زمن مولٰنا حسن رضا خاں کا قلم بھی نجدیت، خارجیت، رافضیت اور دیگر عقائد باطلہ کے خلاف ہر لحہ برسرِ پیکار ہا آپ نے ہر محاذ پر علی الاعلان سنیت کا پرچار فرمایا۔ اپنی ایک نظم ''کشفِ رازِ نجدیت'' میں منکرینِ استمدادِ اولیا کو مخاطب کرتے ہوئے سرزنش کرتے ہیں۔ دو اشعار ملاحظہ ہوں:

کھلے لفظوں میں کہے قاضیٔ شوکاں مددے
یاعلیؓ سن کے بگڑ جائے طبیعت تیری
ہم جو اللہ کے پیاروں سے اعانت چاہیں
شرک کا چرک اگلنے لگے ملّت تیری

منقبت کے مقطع میں اعانت طلبی کا مضمون لائے ہیں۔ مصرع ثانی میں الفاظ کے تیور دیکھیے، سبحان اللہ! یہ ناز و انداز۔۔۔ ایک ایک مصرع میں پورا منظر و ماحول دکھا دینا بریلی والے ''رضا برادران'' کا ہی خاصہ ہے:

کہہ دے کوئی گھیرا ہے بلاؤں نے حسن کو
اے شیرِ خداؓ بہرِ مدد تیغ بکف جا

امام احمد رضا خاںؒ کا شعری وژن عقائد کے حسن توازن اور شعورِ اعتدال سے متصف ہونے کے باوصف اہل سنت کے سینوں کو محبت آل واصحاب رسولؐ سے سرشار کر دیتا ہے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسولؐ
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہؐ کی

یہی حسنِ عقیدت مولٰنا حسن رضا خاں کے ہاں بھی رخشندہ و تابندہ ہے۔ اصحاب رسولؐ کی شان میں بصد عجز و ادب خامہ فرسائی کرنے کے بعد اہل بیت کرامؓ کی عظمت و رفعت میں گل پاشی اور گوہر افشانی کرتے ہیں۔ ''ذکرِ شہادت'' کے عنوان سے منقبتِ اہل بیت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آلِ اطہار خصوصاً شہدائے کربلا کی شان وشوکت اور مرتبہ و مقام کو واضح کرتی ہے اور میدان کربلا کے رزمیہ ماحول کی بھی عکاسی کرتی ہے۔ مطلع، محبان اہل بیتؓ کو باغ جنت کی نوید اور دشمنانِ اہل بیتؓ کو نارِ دوزخ کی وعید سناتا ہے۔

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہل بیتؓ
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہل بیتؓ

اگلے شعر میں طہارتِ اہل بیتؓ کی قرآنی تلمیح پر مبنی خدائی اعلان کی بازگشت آفاق کی وسعتوں سے ہمکنار ہوتی ایوان ہائے فردوس کے بالا خانوں میں گونجتی سنائی دیتی ہے ۔ وہ اس لیے کہ سیّدۂ کائنات سلام اللہ علیہا تمام جنتی مستورات کی سردار ہیں اور آپ کے دونوں شہزادے جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں ۔

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت

اہل بیت کرامؓ کے تقدس وتشرف پر مولنا کا یہ شعر شہرۂ آفاق مقبولیت و پذیرائی کا حامل ہے۔ مصرع ثانی بیک وقت اہل بیتؓ اور غلامانِ اہل بیتؓ کی شان میں بولتا نظر آتا ہے ۔''قدر والے'' کا عقدہ و مفہوم کوئی صاحبِ نظر ہی کھول سکتا ہے۔

ان کے گھر میں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدرو شانِ اہل بیتؓ

درج ذیل شعر بھی تلمیحی آہنگ اور شانِ صداقت رکھتا ہے ۔ اس مضمون کی تاریخی سچائی سے کون منحرف ہوسکتا ہے؟

مصطفٰے ؐ عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمان اہل بیتؓ

یہ اشعار،'معرکہ کربلا' کے جملہ پس منظری و ضمنی موضوعات پر محیط ہیں۔ امام عالی مقامؓ'' مجسم رضائے حق'' اور'' مجسم عشق'' تھے جو اپنے لشکر سمیت امتحان گاہ میں کامیاب و کامران ٹھہرے ۔آپ کے لشکر کا ہر سپاہی نوشۂ فردوس بریں ہے ۔حوران جنت جس کی بصد نیاز ناز برداری، راحت وتسکین اور خاطر و خدمت کے لیے ہمہ تن وقف ہیں ۔

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحان اہل بیتؓ

حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دولھا بنا ہے ہر جوان اہل بیتؓ

تشنگانِ میدانِ کربلا کو خراج مودّت پیش کرنے کے لیے ''عید دید''، ''آبِ تیغ'' اور'' صائمانِ اہل بیت'' کی تراکیب موضوع کے تمام ابہامات کو دور کر دیتی ہیں۔ کئی روز کے پیاسے نوجوانانِ اہل بیت آب تیغ سے اپنے روز کھولنے کے بعد عید دیدار ذوالجلال سے مشرف ہوتے ہیں:

ہوگئی تحقیق عیدِ دید آب تیغ سے
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہل بیتؓ

یہی مضمون دوسرے شعر میں ملاحظہ ہو!

دولت ِدیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دوکانِ اہل بیتؓ

یوم عاشور کو شہزادگانِ اہل بیت اپنی زندگی کی کتابیں بند کر کے جان پر'' کھیلنے'' کی'' ایمانی ہم نصابی سرگرمی'' میں حصہ لیتے ہیں۔ مولٰنا حسن رضا خاں کے ہاں اہل بیتؓ کے ضبط و اختیار کی ایک عمدہ مثال دیکھیے!

جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کر کے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہل بیتؓ

شبّانِ خانوادۂ رسالت ﷺ کی شہادت پر ایک مومنِ کامل کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔

اے شباب فصلِ گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہل بیتؓ

یزید اور یزیدیت پر افسوس صد افسوس، حیف صد حیف! یہ اشعار نوحہ گری کا آہنگ لیے ہوئے ہیں۔

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہل بیتؓ
اہل بیت پاکؓ سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیتؓ

ذکرِ شہدائے کربلا کے ہمراہ دریائے فرات کا تذکرہ بھی مرثیہ نگاری کا لازمہ ہے۔مولٰنا کے ہاں ذکرِ فرات دیکھیے!

خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہل بیتؓ

شامِ کربلا کے بعد قافلہ مظلومین وشہداء جب سوئے دمشق چلا تو بدبخت یزیدی فوجیوں نے شہداء کے بریدہ سر اپنے نیزوں کی انیّوں پر اٹھا رکھے تھے۔حفظِ مراتب اور حسن تعلیل دیکھیے کہ مولٰنا نے اس سوگوار فضا کو کیسے پرشکوہ ماحول میں تبدیل کر کے افسردگی کو رعب و دبدبہ میں بدل دیا ہے۔

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہل بیتؓ

بعد از شہادت کربلا کے خونی منظر کا ایک دل سوز کنایہ دیکھیے!

اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کر گئے
کون سی بستی بسائی تاجرانِ اہل بیتؓ

جنتی حوریں بھی نوجوانانِ اہل بیت کی شہادت پر محوِ گریہ اور ماتم کناں ہیں!

حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر برپا ہے میانِ اہل بیتؓ

مقطع میں اُسی قطعی، باطل سوز اور دبنگ لہجے کی کھنک سنیے جو ''بریلی والوں'' اور ''بریلویوں'' کا طرۂ امتیاز ہے۔سبحان اللہ!

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ!
یوں کہا کرتے ہیں سنّی داستانِ اہل بیتؓ

''ذکرِ شہادت'' کے عنوان سے ایک اور نظم جو ''ذوقِ نعت'' کے آخیر پر شامل ہے، میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔اس منقبت کو بھی مولٰنا حسن رضا خاں نے نئے مضامین سے آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔استقبالِ شہدائے اہل بیتؓ:

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزار جنت کی
سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبت کی

ادھر افلاک سے لائے فرشتے ہار رحمت کے
ادھر ساغر لیے حوریں چلی آتی ہیں جنت کی
ادھر چلمن اٹھی حسن ازل کے پاک جلووں سے
ادھر چمکی تجلّی بدر تابانِ رسالتؐ کی

برائے ہوا فرشتوں کے پروں کا اور شربت دیدار کی سبیلوں کا مضمون دیکھیے !

ہوائے یار نے پنکھے بنائے پر فرشتوں کے
سبیلیں رکھی ہیں دیدار نے خود اپنے شربت کی

حسنین کریمینؓ کی آفاقی سیادت و قیادت:

علیؓ کے پیارے خاتون قیامتؓ کے جگر پارےؓ
زمین سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی

فلسفہ شہادت اور وصل بالحق کا مضمون اور '' وصل و فرقت '' کا تضاد مل کر کیا ایجاز و اختصار پیش کرتا ہے ۔

جدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے ، جاناں سے ملتے ہیں
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وصل وفرقت کی

درج ذیل اشعار میں شمعوں سے مراد شمع ہائے بزم عصمت و طہارت یعنی پاک باز و پاک طینت مستوراتِ اہل بیتؓ ہیں ۔ جو میدان کارزار میں جرأت و استقامت، استحکام و استقلال اور حوصلہ وصبر کی مضبوط ترین چٹانیں ثابت ہوئیں اور انھوں نے کائنات کی خواتین کو اپنے عمل و کردار اور اسوۂ وسیرت سے درسِ صبر و رضا دیا۔

یہ وہ شمعیں نہیں جو پھونک دیں اپنے فدائی کو
یہ وہ شمعیں نہیں رو کر جو کاٹیں رات آفت کی
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جانِ تازہ پائیں پروانے
یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شب مصیبت کی

سرِ بے تن ۔۔۔ اور تنِ بے سر کی تراکیب مولٰنا حسن رضا خاں کے فن ترکیب سازی اور

استادانہ مہارت کی آئینہ دار ہیں۔ دونوں کا حسنِ معنوی لائق صد تبریک ہے۔

سرِ بے تن، تن آسانی کو شہر طیبہ میں پہنچا
تنِ بے سر کو سرداری ملی ملک ِ شہادت کی

مقطع ،اہل سنت کی ادب نوازی، ادب آگاہی اور ادب شناسی کا دلکش مرقع اور عقائد اہل سنت کی روح کا شعری پیکر ہے۔

حسنؔ سنّی ہے پھر افراط وتفریط اس سے کیونکر ہو
ادب کے ساتھ رہتی ہے روش اربابِ سنت کی

مولٰنا حسن رضا خاں نے اہل بیتِ نبوت کی مناقب کے بعد بارگاہ غوثیت مآبؓ میں نذرانہ ہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔ حضور شہنشاہِ بغداد، سلطان الاؤلیاء، محبوب سبحانی، مطلوب یزدانی، قطب ربّانی، قندیل نورانی، روح قرآنی، عالم معارف قرآنی، غوث جیلانی، پیر پیراں، میر میراںؒ، پیر دستگیر الشیخ المخدوم السید عبدالقادر جیلانی جعفری بغدادی رضی اللہ عنہ کی چار مناقب لکھی ہیں۔ جن میں استغاثہ وفریاد، اعانت واستمداد، مدد و دستگیری، وسیلہ وتوسل، اہل اللہ کی سیادت وسرداری، حضور غوث پاک کا تعلق بااللہ اور بارگاہ رسولؐ میں آپ کا مقام ایسے مضامین آئے ہیں۔

استغاثہ وفریاد کے اشعار ملاحظہ ہوں:

گلے تک آگیا سیلاب غم کا
چلا میں ، آیئے ، فریادیاغوثؒ
مرے غم کی کہانی آپ سن لیں
کہوں میں کس سے یہ رودادیاغوثؒ
کھلا دو غنچہ ٔ خاطر کہ تم ہو
بہارِ گلشن ایجاد یاغوثؒ
مریدی لا تخف فرماتے آؤ
بلاؤں میں ہے یہ ناشاد یاغوثؒ

آپؓ کا اپنے غلاموں کی امداد و دستگیری فرمانا، مناقب غوثیہ کا کلیدی موضوع ہے۔

اس حسین روایت کے اشعار دیکھئے!

قسم ہے مشکل کو مشکل نہ پایا
کہا ہم نے جس وقت یا غوث اعظمؒ
پڑے مجھ پر نہ کچھ اُفتاد یاغوثؒ
مدد پر ہو تیری امداد یاغوثؒ

حضرت غوث اعظمؒ کا تعلق باللہ و بالرسولؐ:

جسے خلق کہتی ہے پیارا خدا کا
اسی کا ہے تو لاڈلا غوث اعظمؒ

آپؒ کی ذاتِ گرامی خلق خدا کا وسیلہ ہے:

اللہ برائے غوث اعظمؒ
دے مجھ کو ولائے غوث اعظمؒ

جو خوش نصیب انسان سرکارِ غوث پاکؒ کی زیارت سے مشرف ہوا، خواہ وہ زیارت۔۔۔ غوث پاکؒ کی حیات ظاہری میں ہوئی یا بعد از وصال حالت بیداری میں یا عالم رؤیا میں۔۔۔ مولٰنا حسن رضا خاں نے اس خوش بخت کو مبارکباد دے کر ''دید پیر دید کبریا'' کی ترجمانی کیا خوب فرمائی ہے۔ مناقب غوثیہ میں یہ ایک اچھوتا موضوع ہے جو محض شاعرانہ خیال آرائی نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہے اور مفاہیم فرامینِ مصطفٰےؐ کی تائید ہے۔

دیدارِ خدا تجھ کو مبارک
اے محوِ لقائے غوث اعظمؒ

غلامانِ غوث الوریٰؒ کو دنیا و عقبٰی میں کسی قسم کی تنگ دستی ومحتاجی کا ہرگز خوف نہ ہے:

وہ اور ہیں جن کو کہیئے محتاج
ہم تو ہیں گدائے غوث اعظمؒ

نسبت قادریہ شاعر کے لئے دارین میں وجہ افتخار و شرف ہے۔ وہ اسی حوالہ سے اپنا تعارف پیش کرتے ہیں:

وہ کون؟ کریم صاحبِ جود
میں کون؟ گدائے غوث اعظمؓ

یہی نسبت گرمیٔ میدانِ حشر میں بھی مریدین ومتوسلین کے سروں پر سائبانِ کرم بن کر چھاؤں کرے گی اور دوزخ سے نجات کا پروانہ عطا کرے گی۔

کیا تیزیٔ مہرِ حشر سے خوف
ہیں زیرِ لوائے غوث اعظمؓ
کیوں ہم کو ستائے نارِ دوزخ
کیوں ردّ ہو دعائے غوث اعظمؓ

سیدنا ومولٰنا ومرشدنا حضور غوث اعظمؓ کے قدم مبارک کا مقام یہ ہے کہ ہر ولی کی گردن پر آپ کا قدم ہے۔ بقول اعلیٰ حضرت ؎

اونچے اونچوں کے سروں سے ہے قدم اعلیٰ تیرا

آپؓ کے نقش پا کی عظمت کے خوبصورت مناظر حسن میاں کے ان اشعار میں دیکھیے:

وہاں سر جھکاتے ہیں سب اونچے اونچے
جہاں ہے ترا نقش پا غوث اعظمؓ
سروں پر جسے لیتے ہیں تاج والے
تمہارا قدم ہے وہ یا غوث اعظمؓ
آئینۂ روئے خوبرویاں
نقش کف پائے غوث اعظمؓ

دہلیز غوثیہ بوسہ گاہِ اولیا:

مشائخ جہاں آئیں بہرِ گدائی
وہ ہے تیری دولت سرا غوث اعظم

مشکلوں کی گرہ کشائی میں ناخن پائے غوث اعظمؓ کے مضمون کی جدت طرازی دیکھیے:

سب کھولدے عقد ہائے مشکل
اے ناخن پائے غوث اعظمؓ

آپؓ کا فیضان یافتہ، زمانے بھر کے لیے قسام الفیوضات بن جاتا ہے:

لپٹ جائیں دامن سے اس کے ہزاروں
پکڑ لے جو دامن ترا غوث اعظمؓ

یہ شعر میں منزل فنافی الشیخ کی آرزو کا نقیب ہے:

اڑے تیری طرف بعد فنا خاک
نہ ہو مٹی مری برباد یا غوثؓ

حضور غوث پاکؓ کے جلوے اور آپؓ کی یاد دل میں بسانے کی تمنائیں دیکھیے:

میرے دل میں بسیں جلوے تمہارے
یہ ویرانہ بنے بغداد یا غوثؓ
نہ بھولوں بھول کر بھی یاد تیری
نہ یاد آئے کسی کی یاد یا غوثؓ

مقطع ملاحظہ ہو:

کہاں ان کی ثنا لکھوں حسنؔ میں
جاں باد فدائے غوث اعظمؓ

''نغمۂ روح'' استمداد حضرت سلطان بغداد رضی اللہ عنہ کے عنوان سے اٹھائیس بندوں پر مشتمل ایک منقبت در ہیئتِ مسدس میں سے صرف ایک مقطع کا بند تبرکاً پیش خدمت ہے۔ اس مسدس کا مجموعی آہنگ استغاثہ کا ہے:

ہیں کمر بستہ عداوت پر بہت اہل زمن
ایک جان ناتواں لاکھوں الم لاکھوں محن
سن لے فریادِ حسن فرما دے امدادِ حسن
صبح محشر تک رہے آباد تیری انجمن
روئے رحمت بر متاب اے کام جاں از روئے من
حرمت روح پیمبر یک نظر کن سوئے من

پیشوائے چشت اہل بہشت، خواجۂ خواجگاں، راحتِ سالکاں، عطائے رسول، سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ کی منقبت حسن میاں نے فاضل بریلویؒ کی زمین میں لکھی ہے۔ اس منقبت میں بھی انھوں نے اپنی عقیدت کے حسین گلاب کھلائے ہیں اور الفت کے درّ نایاب سجائے ہیں۔ آپ کی نغز گفتاری، قادرالکلامی، خوش بیانی اور شیریں لسانی نے اسے وقیع تر اور رفیع تر بنا دیا ہے۔ مطلع اور حسن مطلع میں ہی اظہار عقیدت کی سحر کاری اور اسلوب کی تازہ کاری مسحور کر دیتی ہے:

خواجۂ ہندؒ وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

مئے سر جوش در آغوش ہے شیشہ تیرا
بیخودی چھائے نہ کیوں پی کے پیالہ تیرا

یہ شعر خواجۂ اجمیرؒ کی سیرت پاک سے رت جگوں کا دریچہ وا کرتا ہے۔

خفتگان شب غفلت کو جگا دیتا ہے
سال ہا سال وہ راتوں کا نہ سونا تیرا

خواجہ غریب نوازؒ کی نسبت ایک ''ذرّہ'' کو بھی توقیر تشخص عطا کر کے جاودانی بنا دیتی ہے:

جورِ پامالئ عالم سے اسے کیا نسبت
خاک میں مل نہیں سکتا کبھی ذرہ تیرا

خواجہ پیاؒ کے وجود اقدس کی برکتیں پورے ہندوستان پر محیط ہیں۔ صنعت رعایت لفظی اور مفہوم تازہ سے مزین شعر ملاحظہ ہو:

گلشن ہند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے
واہ اے ابر کرم زور برسنا تیرا

درج ذیل شعر عالمگیر وسعت کا حامل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خواجہ کا روضہ مبارک سارے عالم اسلام کو فیض یاب کر رہا ہے۔ ''تختۂ گلشنِ فردوس'' کی ترکیب ''روضۃ من الریاض الجنۃ'' کی حقیقت و معرفت کو آشکار کرتی ہے۔

کیا مہک ہے کہ معطر ہے دماغِ عالم
تختہ ٔ گلشنِ فردوس ہے روضہ تیرا

خواجہ ٔ اجمیر، شہنشاہِ بغداد کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کی سرکارِ غوث پاکؓ سے قرابت و نیاز مندی بھی آپ کی دوگونہ فضیلت کا باعث ہے۔ جب سرکارِ بغدادؓ نے فرمایا کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے یہ اعلان تشرف سن کر فوراً جواب دیا کہ ''ہاں! آپ کا قدم میری گردن و سر پر ہی نہیں میری آنکھوں پر بھی ہے''۔ درج ذیل اشعار میں حضور غوث پاکؓ کے فیض نسبت وعنایت کے حوالہ سے آپ کی مدح سرائی فرمائی گئی ہے۔

ظلّ حق غوث پہ ہے غوث کا سایہ تجھ پر
سایہ گستر سرِ خدّام پہ سایہ تیرا
تجھ کو بغداد سے حاصل ہوئی وہ شانِ رفیع
دنگ رہ جاتے ہیں سب دیکھ کے رتبہ تیرا
کرسی ڈالی تیری تخت شہِ جیلاں کے حضور
کتنا اونچا کیا اللہ نے پایا تیرا
جب سے تو نے قدم غوث لیا ہے سر پر
اولیا سر پہ قدم لیتے ہیں شاہا تیرا
محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدیں ہے
اے حسنؔ کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

اعلیٰ حضرت کے مرشدِ گرامی شیخ المشائخ حضرت سید آلِ احمد المعروف اچھے میاں مارہرویؒ کی منقبت میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ یہ منقبت صنعت تجنیس، تطبیق، حسن تعلیل، رعایت لفظی، حسن روزمرّہ ومحاورہ اور ایجاز واختصار کا عمدہ نمونہ ہے۔ مجموعی مضامین مدح، استغاثہ اور اعانت طلبی ہیں۔ اس کے کل تینتالیس اشعار ہیں جو حسن میاں کی پرگوئی اور زودنویسی پر دال ہیں:

سن لو میری التجا اچھے میاں
میں تصدق میں فدا اچھے میاں

اب کمی ہے کیا خدا دے بندہ لے
میں گدا تم بادشاہ اچھے میاں
دین و دنیا میں تمہارا ہو گیا
جو تمہارا ہو گیا اچھے میاں
اس بُرے کو آپ اچھا کیجیے
آپ اچھے میں بُرا اچھے میاں
ایسے اچھے کا بُرا ہوں میں بُرا
جس کو اچھوں نے کہا اچھے میاں
میں حوالے کر چکا ہوں آپ کے
اپنا سب اچھا بُرا اچھے میاں
مجھ بُرے کے کیسے اچھے ہیں نصیب
میں بُرا ہوں آپ کا اچھے میاں

درج ذیل اشعار میں مصرعۂ ثانی کی تکرار، کیفیات غم والم کی شدت اور سوز وسخن کی تاثیر کو دو چند کر دیتی ہے۔ ہر مشکل وقت اور مشکل مقام پر ایک جملۂ فریاد ہی حسن میاں کا ورد زباں ہے:

نزع کی تکلیف اغوائے عدو
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
وہ سوالِ قبر وہ شکلیں مہیب
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پرسشِ اعمال اور مجھ سا اثیم
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
بار عصیاں سر پہ رعشہ پاؤں میں
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں

خالی ہاتھ آیا بھرے بازار میں
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پا شکستہ اور عبورِ پل صراط
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
خائن و خاطی سے لیتے ہیں حساب
ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں

آخیر میں اپنے برادرِ مکرم کی رفاقت و سلامتی کے لیے التجا کناں ہوتے ہیں۔

میرے بھائی جن کو کہتے ہیں رضا
جو ہیں اس در کے گدا اچھے میاں
عمر بھر میں ان کے سائے میں رہوں
ان پہ سایہ آپ کا اچھے میاں

''ذوقِ نعت'' کے اختتام پر حضرت شاہ بدیع الدین مدارؒ کی شانِ اقدس میں ایک منقبتی مسدس ہے جو مدحی، فریادی اور استمدادی آہنگ رکھتی ہے۔ ایک بند ملاحظہ ہو!

ہوا ہے خنجرِ افکار سے جگر گھائل
نفس نفس ہے عیاں دم شماریٔ بسمل
مجھے ہو مرحمت اب داروئے جراحت دل
نہ خالی ہاتھ پھرے آستاں سے یہ سائل
مدار چشم عنایت زِمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسنؔ دریغ مدار

انتخابِ کلام

گوشہ ٔحسن رضا بریلوی

حمد باری تعالیٰ

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا
لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے
اللہ رے جگر ترے آگاہ راز کا
غش آ گیا کلیم سے مشتاق دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اس بے نیاز کا
ہر شے سے ہے عیاں مرے صانع کی صنعتیں
عالم سب آئینوں میں ہے آئینہ ساز کا
افلاک و ارض سب ترے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تو جہاں کے نشیب و فراز کا
مانند شمع تیری طرف لو لگی رہے
دے لطف میری جان کو سوز و گداز کا
تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہ حجاز کا
کیونکر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسن
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کارساز کا

حمد باری تعالیٰ

طور پر ہی نہیں موقوف اجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوہء زیبا تیرا
نئے انداز کی خلوت ہے یہ اے پردہ نشیں
آنکھیں مشتاق رہیں دل میں ہو جلوہ تیرا
سات پردوں میں نظر اور نظر میں عالم
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ معما تیرا
چار اضداد کی کس طرح گرہ باندھی ہے
ناخن عقل سے کھلتا نہیں عقدہ تیرا
دشت ایمن میں مجھے خاک نظر آئے گا
مجھ میں ہو کر نظر آتا نہیں جلوہ تیرا
ہر سحر نغمہء مرغان نوا سنج کا شور
گونجتا ہے ترے اوصاف سے صحرا تیرا
ہیں ترے نام سے آبادی و صحرا آباد
شہر میں ذکر ترا دشت میں چرچا تیرا
سارے عالم کو تو مشتاق تجلی پایا
پوچھنے جایئے اب کس سے ٹھکانا تیرا
کام دیتی ہیں یہاں دیکھئے کس کی آنکھیں
دیکھنے کو تو ہے مشتاق زمانہ تیرا
اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے
تو مرا مالک و مولیٰ ہے میں بندہ تیرا
اب جماتا ہے حسن اس کی گلی میں بستر
خوبرویوں کا یہ محبوب ہے پیارا تیرا

نعت شریف

عاصیوں کو در تمہارا مل گیا
بے ٹھکانوں کو ٹھکانا مل گیا
فضل رب سے پھر کمی کس بات کی
مل گیا سب کچھ جو طیبہ مل گیا
کشف راز من رانی یوں ہوا
تم ملے تو حق تعالیٰ مل گیا
ان کے درنے سب سے مستغنی کیا
بے طلب بے خواہش اتنا مل گیا
ہے محبت کس قدر نام خدا
نام حق سے نام والا مل گیا
ان کے طالب نے جو چاہا پا لیا
ان کے سائل نے جو مانگا مل گیا
اے حسن فردوس میں جائیں جناب
ہم کو صحرائے مدینہ مل گیا

☆......☆......☆

تصور لطف دیتا ہے، دہان پاک سرور کا
بھرا آتا ہے پانی میرے منہ میں حوض کوثر کا
مجھے بھی دیکھنا ہے حوصلہ خورشید محشر کا
لئے جاؤنگا چھوٹا سا کوئی ذرہ ترے در کا
اگر جلوہ نظر آئے کف پائے منور کا
ذرا سا منہ نکل آئے ابھی خورشید محشر کا
اگر دم بھر تصور کیجئے شان پیمبر کا
زباں پر شور ہو بے ساختہ اللہ اکبر کا

اگر اس خندہ دندان نما کا وصف موزوں ہو　　ابھی لہرا چلے بحرِ سخن سے چشمہ گوہر کا
ترے دامن کا سایہ اور دامن کتنے پیارے ہیں　　وہی سایہ دشت محشر کا یہ حامی دیدہء تر کا
تمہارے کوچہ و مرقد کے زائر کو میسر ہے　　نظارہ باغ جنت کا تماشا عرش اکبر کا
گنہگاران امت انکے دامن پر مچلتے ہوں　　الٰہی چاک ہو جس دم گریباں صبح محشر کا
ملائک جن وانساں سب اسی در کے سلامی ہیں　　دو عالم میں ہے اک شہرہ مرے محتاج پرور کا
الٰہی تشنہ کام ہجر دیکھے دشت محشر میں　　برسنا ابر رحمت کا چھلکنا حوض کوثر کا
وہ گریہ استن حنانہ کا آنکھوں میں پھرتا ہے　　حضوری نے بڑھایا تھا جو پایہ اوج منبر کا

سہارا کچھ نہ کچھ رکھتا ہے ہر فرد بشر اپنا
کسی کو نیک کاموں کا حسن کو اپنے یاور کا

☆......☆......☆

مجرم ہیبت زدہ جب فرد عصیاں لے چلا
لطف شہ تسکین دیتا پیش یزداں لے چلا
گل نہ ہو جائے چراغ زینت گلشن کہیں
اپنے سر میں میں ہوائے دشت طیبہ لے چلا
گو نہیں رکھتے زمانہ کی وہ دولت اپنے پاس
پر زمانہ نعمتوں سے بھر کے داماں لے چلا
تیری ہیبت سے ملا تاج سلاطیں خاک میں
تیری رحمت سے گدا تخت سلیماں لے چلا
ساز و سامان گدائے کوئے سرور کیا کہوں
اس کا منگتا سروری کے ساز و ساماں لے چلا
بزم خوباں کو خدا نے پہلے دیں آرائشیں
پھر مرے دولہا کو سوئے بزم خوباں لے چلا

غمزدوں کو جب شفاعت نے کیا امیدوار
عفو خوشخبری سناتا پیش یزداں لے چلا
قطرہ قطرہ انکے گھر سے بحر عرفاں ہو گیا
ذرہ ذرہ ان کے در سے مہر تاباں لے چلا
شافع روز قیامت کا ہوں ادنیٰ امتی
پھر حسن کیا غم اگر میں بار عصیاں لے چلا

☆......☆......☆

قبلہ کا بھی کعبہ رخ نیکو نظر آیا
کعبہ کا بھی قبلہ خم ابرو نظر آیا
محشر میں کسی نے بھی مری بات نہ پوچھی
حامی نظر آیا تو بس اک تو نظر آیا
اس در کے فدا جو ہے تری دید کا طالب
ان آنکھوں کے قرباں جنہیں تو نظر آیا
سلطان و گدا سب ہیں ترے در کے بھکاری
ہر ہاتھ میں دروازہ کا بازو نظر آیا
سجدہ میں جھکا جائے براہیم میں کعبہ
جب قبلہء کونین کا ابرو نظر آیا
محشر میں گنہگار کا پلہ ہوا بھاری
پلہ میں جو وہ قرب ترازو نظر آیا
یوسف سے حسیں اور تمنائے نظارہ
عالم میں نہ تم سا کوئی خوش رو نظر آیا
تکلیف اٹھا کر بھی دعا مانگی عدو کی
خوش خلق نہ ایسا کوئی خوش خو نظر آیا

ظاہر ہیں حسن احمد مختار کے معنے
کونین پہ سرکار کا قابو نظر آیا

☆......☆......☆

ایسا تجھے خالق نے طرحدار بنایا — یوسف کو ترا طالب دیدار بنایا
دیواروں کو آئینہ بناتے ہیں وہ جلوے — آئینوں کو جن جلوؤں نے دیوار بنایا
اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع — تو نے ہی اسے مطلع انوار بنایا
کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر — کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
عالم کے سلاطین بھکاری ہیں بھکاری — سرکار بنایا تمہیں سرکار بنایا
یہ لذت پابوس کہ پتھر نے جگر میں — نقش قدم سید ابرار بنایا
للہ کرم میرے بھی ویرانہء دل پر — صحرا کو ترے حسن نے گلزار بنایا
گلزار جناں تیرے لئے حق نے بنائے — اپنے لئے تیرا گل رخسار بنایا
بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے — ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا
ہر بات بداعمالیوں سے میں نے بگاڑی — اور تم نے مری بگڑی کو ہر بار بنایا
اس چہرہء پرنور کی وہ بھیک تھی جس نے — مہر و مہ انجم کو پر انوار بنایا

ان کے لب رنگیں کی نچھاور تھی وہ جس نے
پتھر میں حسن لعل پر انوار بنایا

☆......☆......☆

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہو گا
ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہو گا
خدا کا لطف ہوا ہو گا دستگیر ضرور
جو گرتے گرتے ترا نام لے لیا ہوگا

دکھائی جائے گی محشر میں شان محبوبی
کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہو گا
پکڑ کے ہاتھ کوئی حال دل سنائیگا
تو رو کے قدموں سے کوئی لپٹ گیا ہو گا
نشان خسرو دیں دور سے غلاموں کو
لوائے حمد کا پرچم بتا رہا ہو گا
کوئی قریب ترازو کوئی لب کوثر
کوئی صراط پہ ان کو پکارتا ہو گا
مقام فاصلوں پر کام مختلف اتنے
وہ دن ظہور کمال حضور کا ہو گا
کہیں گے اور نبی اذھبو الی غیری
میرے حضور کے لب پر انا لھا ہو گا
میں ان کے در کا بھکاری ہوں فضل مولے سے
حسن غلام کا جنت میں بسترا ہو گا

☆......☆......☆

واہ کیا مرتبہ ہوا تیرا — تو خدا کا خدا ہوا تیرا
تاج والے ہوں اس میں یا محتاج — سب نے پایا دیا ہوا تیرا
ہاتھ خالی کوئی پھرا نہ پھرے — ہے خزانہ بھرا ہوا تیرا
اور میں کیا خدا کی حمد لکھوں — حمد اسے وہ خدا ہوا تیرا
جو تیرا ہو گیا خدا کا ہوا — جو خدا کا ہوا ، ہوا تیرا
ایک عالم خدا کا طالب ہے — اور طالب خدا ہوا تیرا
میری طاعت سے میرے جرم فزوں — لطف سب سے بڑھا ہوا تیرا
ہر ادا دلنشیں بنی تیری — ہر سخن جاں فزا ہوا تیرا

صنع خالق کے جتنے خاکے ہیں　　رنگ سب میں بھرا ہوا تیرا
خلق کہتی ہے لامکاں جس کو　　شہ نشیں ہے سجا ہوا تیرا
ہوں زمیں والے یا فلک والے　　سب کو صدقہ عطا ہوا تیرا
مجھ سے کیا لے سکے عدو ایماں　　اور وہ بھی دیا ہوا تیرا

بگڑی باتوں کی فکر کر نہ حسن
کام سب ہے بنا ہوا ترا

☆......☆......☆

رنگ چمن پسند نہ پھولوں کی بو پسند
صحرائے طیبہ ہے دل بلبل کو تو پسند
اپنا عزیز وہ ہے جسے تو عزیز ہے
ہم کو ہے وہ پسند جسے آ جائے تو پسند
ہیں خانہ زاد بندہء احساں تو کیا عجب
تیری وہ خو ہے کرتے ہیں جس کو عدو پسند
کیونکر نہ چاہیں تیری گلی میں ہوں مٹ کے خاک
دنیا میں آج کس کو نہیں آبرو پسند
قل کہ کر اپنی بات بھی لب سے ترے سنی
اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند
ان کے گنہ گار کی امید عفو کو
پہلے کرے گی آیت لا تقنطوا پسند
طیبہ میں سر جھکاتے ہیں خاک نیاز پر
کونین کے بڑے سے بڑے آبرو پسند
ہے خواہش وصال در یار اے حسن
آئے نہ کیوں اثر کومری آرزو پسند

☆......☆......☆

مرحبا عزت و کمال حضور
ہے جلال خدا جلال حضور
دشت ایمن ہے سینہء مومن
دل میں ہے جلوہ خیال حضور
آفرینش کو ناز ہے جس پر
ہے وہ انداز بے مثال حضور
حسن یوسف کرے زلیخائی
خواب میں دیکھ کر جمال حضور
سکہ رائج ہے حکم جاری ہے
دونوں عالم ہیں ملک و مال حضور
جو نہ آئی نظر نہ آئے گی
ہر نظر میں ہے وہ مثال حضور
حال سے کشف راز قال نہ ہو
قال سے کیا عیاں ہو حال حضور
منزل رشد ے نجوم اصحاب
کشتی خیر دامن آل حضور
ہے مس قلب کے لئے اکسیر
اے حسن خاک پائمال حضور

☆......☆......☆

سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در جائے تمہارا چھوڑ کر
سرگزشت غم کہوں کس سے ترے ہوتے ہوئے
کس کے در پہ جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر

بے لقائے یار ان کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

کون کہتا ہے دل بے مدعا ہے خوب چیز
میں تو کوڑی کو نہ لوں ان کی تمنا چھوڑ کر

مر ہی جاوں میں اگر اس در سے جاؤں دو قدم
کیا بچے بیمار غم قرب مسیحا چھوڑ کر

کس تمنا پر جئیں یا رب اسیران قفس
آ چکی باد صباء باغ مدینہ چھوڑ کر

بخشوانا مجھ سے عاصی کا روا ہو گا کسے
کس کے دامن میں چھپوں دامن تمہارا چھوڑ کر

حشر میں ایک ایک کا منہ تکتے پھرتے ہیں عدو
آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر

مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

☆......☆......☆

جتنا مرے خدا کو ہے میرا نبی عزیز — کونین میں کسی کو نہ ہو گا کوئی عزیز
خاک مدینہ پر مجھے اللہ موت دے — وہ مردہ دل ہے جسکو نہ ہو زندگی عزیز
کیوں جائیں ہم کہیں کہ غنی تم نے کر دیا — اب تو یہ گھر پسند یہ در یہ گلی عزیز
جو کچھ تری رضا ہے خدا کی وہی خوشی — جو کچھ تری خوشی ہے خدا کو وہی عزیز
شان کرم کو اچھے برے سے غرض نہیں — اس کو سبھی پسند ہیں اس کو سبھی عزیز
منگتا کا ہاتھ اٹھا تو مدینہ ہی کی طرف — تیرا ہی در پسند تیری ہی گلی عزیز
کونین دے دئے ہیں ترے اختیار میں — اللہ کو بھی کتنی ہے خاطر تری عزیز

محشر میں دوجہاں کو خدا کی خوشی کی چاہ میرے حضور کی ہے خدا کو خوشی عزیز
قرآن کھا رہا ہے اسی خاک کی قسم ہم کون ہیں خدا کو ہے تیری گلی عزیز
دل سے ذرا یہ کہہ دے کہ ان کا غلام ہوں ہر دشمن خدا ہو خدا کو ابھی عزیز

طیبہ کے ہوتے خلد بریں کیا کروں حسن
مجھ کو یہی پسند ہے مجھکو یہی عزیز

☆......☆......☆

رحمت نہ کس طرح ہو گنہگار کی طرف رحمٰن خود ہے میرے طرفدار کی طرف
جان جناں ہے دشت مدینہ تری بہار بلبل نہ جائیگی کبھی گلزار کی طرف
منہ اس کا دیکھتی ہیں بہاریں بہشت کی جس کی نگاہ ہے ترے رخسار کی طرف
محشر میں آفتاب ادھر گرم اور ادھر آنکھیں لگی ہیں دامن دلدار کی طرف
پھیلا ہوا ہے ہاتھ ترے در کے سامنے گردن جھکی ہوئی تری دیوار کی طرف
یوں مجھ کو موت آئے تو کیا پوچھنا مرا میں خاک پر ، نگاہ در یار کی طرف
دے جاتے ہیں مراد جہاں مانگئے وہاں منہ ہونا چاہئے در سرکار کی طرف
آنکھیں جو بندہوں تو مقدر حسن کھلے جلوے خود آئیں طالب دیدار کی طرف

☆......☆......☆

اے مدینے کے تاجدار سلام اے غریبوں کے غمگسار سلام
تیری اک اک ادا پر اے پیارے سو درودیں فدا ہزار سلام
رب سلم کے کہنے والے پر جان کے ساتھ ہوں نثار سلام
میری بگڑی بنانے والے پر بھیج اے میرے کردگار سلام
ان کی محفل میں ساتھ لے جائیں حسرت جان بے قرار سلام
پردہ میرا نہ فاش حشر میں اے مرے حق کے راز دار سلام

وہ سلامت رہا قیامت میں پڑھ لئے جس نے دل سے چار سلام

عرض کرتا ہے یہ حسن تیر
تجھ پر اے خلد کی بہار سلام

☆......☆......☆

کون کہتا ہے کہ زینت خلد کی اچھی نہیں لیکن اے دل فرقت کوئے نبی اچھی نہیں
تیر دل کو جلوہء ماہ عرب درکار ہے چودھویں کے چاند تیری چاندنی اچھی نہیں
اس گلی سے دور رہ کر کیا مریں ہم کیا جئیں آہ ایسی موت ایسی زندگی اچھی نہیں
ان کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں
ذرہ طیبہ کی طلعت کے مقابل اے قمر گھٹتی بڑھتی چار دن کی چاندنی اچھی نہیں
بیکسوں پر مہرباں ہے رحمت بیکس نواز کون کہتا ہے ہماری بے کسی اچھی نہیں
بندہء سرکار ہو پھر کر خدا کی بندگی ورنہ اے بندے خدا کی بندگی اچھی نہیں

ان کے در پر موت آجائے تو جی جاؤں حسن
ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

☆......☆......☆

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں لئے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا ترے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں
ادھر بھی توسن اقدس کے دو قدم جلوے تمہاری راہ میں مشت غبار ہم بھی ہیں
کھلا دو غنچہء دل صدقہ باد دامن کا امیدوار نسیم بہار ہم بھی ہیں
تمہاری ایک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے پڑے ہوئے تو سر رہگزار ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشہ والا کا صدقہ بٹتا ہے
یہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

ہماری بگڑی بنی ان کے اختیار میں ہے
سپرد انہی کے ہیں سب کاروبار ہم بھی ہیں

حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انہی کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

☆......☆......☆

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دنیا کے ساماں میں
تمہیں دولہا بنا کر بھیجنا تھا بزم امکاں میں

خزاں کا کس طرح ہو دخل جنت کے گلستاں میں
بہاریں بس چکی ہیں جلوہء رنگین جاناں میں

تمہارا کلمہ پڑھتا اٹھے تم پر صدقے ہونے کو
جو پائے پاک سے ٹھوکر لگا دو جسم بے جاں میں

عجب انداز سے محبوب حق نے جلوہ فرمایا
سرور آنکھوں میں آیا، جان دل میں، نور ایماں میں

فدائے خار ہائے دشت طیبہ پھول جنت کے
یہ وہ کانٹے ہیں جن کو خود جگہ دیں گل رگ جاں میں

ظہور پاک سے پہلے بھی صدقے تھے نبی تم پر
تمہارے نام ہی کی روشنی تھی بزم خوباں میں

ہوا بدلی، گھرے بادل، کھلے گل، بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہار جانفزا آئی گلستاں میں

کسی کو زندگی اپنی نہ ہوتی اس قدر میٹھی
مگر دھوون تمہارے پاؤں کا ہے شیرہء جاں میں

اگر دود چراغ بزم شہ چھو جائے کاجل سے
شب قدر تجلی کا ہو سرمہ چشم خوباں میں

کرم فرمائے گر باغ مدینہ کی ہوا کچھ بھی
گل جنت نکل آئیں ابھی سرو چراغاں میں

چمن کیوں کر نہ مہکیں بلبلیں کیونکر نہ عاشق ہوں
تمہارا جلوہء رنگیں بھرا پھولوں نے داماں میں

یہاں کے سنگریزوں سے حسن کیا لعل کو نسبت
یہ ان کی رہگزر میں ہیں وہ پتھر ہے بدخشاں میں

☆......☆......☆

دل میں ہو یاد تری گوشہء تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

آستانہ پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو
پھر تو اے جان جہاں تو بھی تماشائی ہو

اس کی قسمت پہ فدا تخت شہی کی راحت
خاک طیبہ پہ جسے چین کی نیند آئی ہو

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
جب وہ چاہیں مری حشر رسوائی ہو

کیوں کریں بزم شبستان جناں کی خواہش
جلوہء یار جو شمع شب تنہائی ہو

یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے
ایسے یکتا کے لئے ایسی ہی یکتائی ہو

دیکھیں جاں بخشیء لب کو تو کہیں خضر مسیح
کیوں مرے کوئی اگر ایسی مسیحائی ہو

کبھی ایسا نہ ہوا ان کے کرم کے صدقے
ہاتھ پھیلنے سے پہلے نہ بھیک آئی ہو

بند جب خواب اجل سے ہوں حسن کی آنکھیں
اس کی نظروں میں ترا جلوہء زیبائی ہو

☆......☆......☆

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو

ٹوٹے ہوئے دم جوش پہ طوفان معاصی
دامن نہ ملے ان کا تو کیا جانئے کیا ہو

مٹی نہ ہو برباد پس مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو

منگتے تو ہیں منگتے کوئی شاہوں میں دکھا دو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

قدرت نے ازل میں یہ لکھا ان کی جبیں پر
جو ان کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہو

ہر وقت کرم بندہ نوازی پہ تلا ہے
کچھ کام نہیں اس سے برا ہو کہ بھلا ہو
شاباش حسن اور چمکتی سی غزل پڑھ
دل کھول کر آئینۂ ایماں کی جلا ہو

☆......☆......☆

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو
گر وقت اجل سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو
موقوف نہیں صبح قیامت ہی پہ یہ عرض
جب آنکھ کھلے سامنے تو جلوہ نما ہو
دیکھا انہیں محشر میں تو رحمت نے پکار
آزاد ہے جو آپ کے دامن سے بندھا ہو
آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو
ڈھونڈھا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی
وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو
تم کو تو غلاموں سے ہے کچھ ایسی محبت
ہے ترک ادب ورنہ کہیں ہم پہ فدا ہو
دے ڈالئے اپنے لب جان بخش کا صدقہ
اے چارۂ دل درد حسن کی بھی دوا ہو
☆......☆......☆

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ
مبارک رہے عندلیبو تمہیں گل
ہمیں گل سے بہتر ہے خار مدینہ
مری خاک یا رب نہ برباد جائے
پس مرگ کر دے غبار کردے غبار مدینہ
کبھی تو معاصی کے خرمن میں یارب
لگے آتش لالہ زار مدینہ
رگ گل کی جب نازکی دیکھتا ہوں
مجھے یاد آتے ہیں خار مدینہ
ملائک لگاتے ہیں آنکھوں سے اپنی
شب وروز خاک مزار مدینہ
جد ھر دیکھئے باغ جنت کھلا ہے
نظر میں ہیں نقش و نگار مدینہ
دو عالم میں بٹتا ہے صدقہ یہاں کا
ہمیں اک نہیں ریزہ خوار مدینہ
شرف جن سے حاصل ہوا انبیاء کو
وہی ہیں حسن افتخار مدینہ

☆......☆☆......☆

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لیجائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے
تمہارے در کے ٹکڑوں سے پڑا پلتا ہے اک عالم
گزارا سب کا ہوتا ہے اسی محتاج خانے سے
شب اسریٰ کے دولہا پر نچھاور ہونے والی تھی
نہیں تو کیا غرض تھی اتنی جانوں کے بنانے سے

بہار خلد صدقے ہو رہی ہے روئے عاشق پر
کھلی جاتی ہیں کلیاں دل کی تیری مسکرانے سے
پلٹتا ہے جو زایر اس سے کہتا ہے نصیب اس کا
ارے غافل قضا بہتر ہے یاں سے پھر کے جانے سے
نہ پہنچے ان کے قدموں تک نہ کچھ حسن عمل ہی ہے
حسن کیا پوچھتے ہو ہم گئے گزرے سے

☆......☆......☆

آپ کے در کی عجب توقیر ہے
جو یہاں کی خاک ہے اکسیر ہے
کام جو ان سے ہوا پورا ہوا
ان کی جو تدبیر ہے تقدیر ہے
جس سے کی باتیں انھی کا ہو گیا
واہ کیا تقریر پر تاثیر ہے
جو لگائے آنکھ میں محبوب ہو
خاک طیبہ سرمہء تسخیر ہے
مجرمو ان کے قدم پر لوٹ جاؤ
بس رہائی کی یہی تدبیر ہے
یا نبی مشکل کشائی کیجئے
بندہء در بیدل و دل گیر ہے
وہ سراپا لطف ہیں شان خدا
وہ سراپا نور کی تصویر ہے
کان ہیں کان کرم جان کرم
آنکھ ہے یا چشمہء تنویر ہے
جانے والے چل دیئے ہم رہ گئے
اپنی اپنی اے حسن تقدیر ہے

تم ہو حسرت نکالنے والے
نامرادوں کے پالنے والے
میرے دشمن کو غم ہو بگڑی کا
آپ ہیں جب سنبھالنے والے
تم سے منہ مانگی آس ملتی ہے
اور ہوتے ہیں ٹالنے والے
لب جاں بخش سے جلا دل کو
جان مردے میں ڈالنے والے
ہیں ترے آستاں کے خاک نشیں
تخت پر خاک ڈالنے والے
ختم کر دی ہے ان پہ موزونی
واہ سانچے میں ڈھالنے والے
ان کا بچپن بھی ہے جہاں پرور
کہ وہ جب بھی تھے پالنے والے
پار کر ناؤ ہم غریبوں کی
ڈوبتوں کو نکالنے والے
زنگ سے پاک صاف کر دل کو
اندگے شیشے اجالنے والے
خار غم کا حسن کو کھٹکا ہے
دل سے کانٹا نکالنے والے

☆......☆......☆

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری — فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے — ہمیں معلوم ہے دولت تری عادت تیری
تیری اندا ز یہ کہتے ہیں کہ خالق کو ترے — سب حسینوں میں پسند آئی ہے صورت تیری
اس نے حق دیکھ لیا جس نے ادھر دیکھ لیا — کہہ رہی ہے یہ چمکتی ہوئی طلعت تیری

بزم محشر کا نہ کیوں جائے بلاوا سب کو
کہ زمانہ کو دکھانی ہے وجاہت تیری

گھڑیاں بندھ گئیں پر ہاتھ ترا بند نہیں
بھر گئے دل نہ بھری دینے سے نیت تیری

موت آ جائے مگر آئے نہ دل کو آرام
دم نکل جائے مگر نکلے نہ الفت تیری

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

مجمع حشر میں گھبرائی ہوئی پھرتی ہے
ڈھونڈھنے نکلی ہے مجرم کو شفاعت تیری

ٹوپیاں تھام کے گر عرش بریں پر دیکھیں
اونچے اونچوں کو نظر آئے نہ رفعت تیری

حسن ہے جس کا نمک خوار وہ عالم تیر
جسکو اللہ کرے پیار وہ صورت تیری

چین پائیں گے تڑپتے ہوئے دل محشر میں
غم کسے یاد رہے دیکھ کے صورت تیری

ہم نے مانا کہ گناہوں کی نہیں حد لیکن
تو ہے انکا تو حسن تیری ہے جنت تیری

☆......☆......☆

باغ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے
کیا مدینہ پہ فدا ہو کے بہار آئی ہے

ان کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکتائی ہے

سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے
حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

جس کے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ہیں حسن و جمال
اے حسیں تیری ادا اس کو پسند آئی ہے

تیرے جلووں میں یہ عالم ہے کہ چشم عالم
تاب دیدار نہیں پھر بھی تماشائی ہے

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

تیرے قدموں کا تبرک ید بیضائے کلیم
تیرے ہاتھوں کا دیا فضل مسیحائی ہے

آپ آئے تو منور ہوئیں اندھی آنکھیں
آپ کی خاک قدم سرمہء بینائی ہے

جان دی تو نے مسیحا و مسیحائی کو
تو ہی تو جان مسیحا و مسیحائی ہے

چشم بیدار کے صدقے میں ہیں بیدار نصیب
آپ جاگے تو ہمیں چین کی نیند آئی ہے

فرش سے عرش تک اک دھوم ہے اللہ اللہ
اور ابھی سینکڑوں پردوں میں وہ زیبائی ہے

اے حسن حُسن جہاں تاب کے صدقے جاؤں
ذرے ذرے سے عیاں جلوہء زیبائی ہے

رباعیات

جان گلزار مصطفائی تم ہو
مختار ہو مالک خدائی تم ہو
جلوہ سے تمہارے ہے عیاں شان خدا
آئینہ ذات کبریا تم ہو

☆☆☆

یاران نبی کا وصف کس سے ہو ادا
ایک ایک ہے ان میں ناظم نظم ہدی
پائے کوئی کیونکر اس رباعی کا جواب
اے اہل سخن جسکا مصنف ہو خدا

☆☆☆

بدکار ہیں عاصی ہیں زیاں کار ہیں ہم
تعزیر کے بے شبہ سزاوار ہیں ہم
یہ سب سہی پر دل کو ہے اس سے قوت
اللہ کریم ہے گنہگار ہیں ہم

☆☆☆☆

برسائے وہ آزاد روی نے جھالے
ہر راہ میں بہہ رہے ہیں ندی نالے
اسلام کے بیڑے کو سہارا دینا
اے ڈوبتوں کے پار لگانے والے

جو لوگ خدا کی ہیں عبادت کرتے
کیوں اہل خطا کی ہیں حقارت کرتے
بندے جو گنہ گار ہیں کس کے ہیں
کچھ دیر اسے ہوتی ہے رحمت کرتے

☆☆☆☆

انتخاب مثنوی (وسائل بخشش)

اولیں آئینہ حسن لایزال ﷺ

آیا ہے جو ذکر مہ جبیناں قابو میں نہیں دل پریشاں
یاد آئی تجلی سر طور آنکھوں کے تلے ہے نور ہی نور
کس چاند کی چاندنی کھلی ہے یہ کس سے مری نظر ملی ہے
ہے پیش نگاہ جلوہ کس کا یا رب یہ کہاں خیال پہنچا
آیا ہوں میں کس کی رہ گزر میں بجلی سی چمک گئی نظر میں
آنکھوں میں بسا ہے کس کا عالم یاد آنے لگا ہے کس کا عالم
اب میں دل مضطرب سنبھالوں یا دید کی حسرتیں نکالوں
اللہ یہ کس کی انجمن ہے دنیا میں بہشت کا چمن ہے
ہر چیز یہاں کی دلربا ہے جو ہے وہ ادھر ہی دیکھتا ہے
شاہان زمانہ آ رہے ہیں بستر اپنا جما رہے ہیں
پروانوں نے انجمن کو چھوڑا بلبل نے چمن سے منہ کو موڑا
عالم کی جھکی ہوئی ہے گردن پھیلے ہیں ہزاروں دست و دامن
مظلوم سنا رہے ہیں فریاد ہے لائق لطف حال ناشاد

بیماروں کو مل رہی ہے صحت — کمزوروں کو مل رہی ہے طاقت
یہ شہر ہے یا جہان عزت — یہ در ہے یا آسمان عزت
اس در سے ہے عزو جاہ کونین — کہتے اسے ہیں پناہ کونین
اس در کو فلک جناب کہئے — ان ذروں کو آفتاب کہئے
عشاق کی آبرو یہ در ہے — محتاج کی آبرو یہ در ہے
ہم سب ہیں اس آستاں کے بندے — ہیں دونوں جہاں یہاں کے بندے
دربار ہے اس حبیب رب کا — مختار ہے جو عجم عرب کا
اے خامہء خوشبو سنبھلنا — اس راہ میں سر جھکائے چلنا
یہ وصف حبیب کبریا ہے — یہ نعت جناب مصطفیٰ ہے
اے دل نہیں وقت بے خودی یہ — ہے ساعت مدحت نبی یہ
دیکھ اے دل بے قرار و بیتاب — ملحوظ رہیں یہاں کے آداب
ہے منع یہاں بلند آواز — ہر بات عیاں ہو صورت راز
سب حال اشاروں میں ادا ہو — فریاد بھی ہو تو بے صدا ہو
جو جانتے ہیں یہاں کے رتبے — بھر لیتے ہیں منہ میں سنگریزے
خاموش ہیں یوں سب انجمن میں — گویا کہ زباں نہیں دہن میں
ہے جلوہ افزا وہ شاہ کونین — بے چین دلوں کا جس ہو چین
غمخوار یہی ہے غم زدوں کا — حامی یہی ہے ستم زدوں کا
ایمان کی جان ہے تو یہ ہے — قرآن کی زبان ہے تو یہ ہے
شادابی ہر چمن ہے یہ گل — ہیں آٹھوں بہشت اس کے بلبل
دیکھے تو کوئی یہ جوش فیضاں — عالم کے بھرے ہیں حبیب وداماں
ہے لطف یہ شان میزبانی — ہر وقت ہے سب کی میہمانی
دربانوں کے اس لئے ہیں پہرے — در پر کوئی آ کے نہ پھر جائے
ہر لحظہ یہاں یہی عطا ہے — ہر وقت یہ در کھلا ہوا ہے
مایوس گیا نہ کوئی مضطر — سنتے ہیں سب کی دل لگا کر

فریاد کی ہے یہاں رسائی ناشاد کی ہے یہاں رسائی
ہیں سب کی یہ داد دینے والے منہ مانگی مراد دینے والے
محروم عطائے شہ رہا کون مایوس یہاں سے پھر گیا کون
کیوں دیر ہو سب یہاں ہیں موجود رحمت، قدرت،غنا،، کرم،جود
سوتے کو یہ خواب سے جگائیں بیدار کو گھر پہ جا کے لائیں
یہ دست کرم ہے گوہر افشاں گوہر افشاں و شکر افشاں
محتاج غریب کو گہر دے ہر تلخ نصیب کو شکر دے
امت کی دعا میں اسکو دیکھو دامان گدا میں اس کو دیکھو
اس ہاتھ کا نام ہے ید اللہ من عاھدہ یعاھد اللہ
وہ درد نہیں جو یہ نہ کھو دے وہ داغ نہیں جو یہ نہ دھو دے
بیمار کے واسطے عصا ہے اندھوں کیلئے یہ رہنما ہے
محتاجوں کے دل غنی کئے ہیں ہاتھوں میں خزانے بھر دیئے ہیں
ہے نائب دست جود رب ہاتھ ہیں دست نگر اسی کے سب ہاتھ
ہاتھ آئی ہے ہاتھ کے وہ قدرت اس ہاتھ کے پاؤں چومے ہیبت
اس ہاتھ میں ہے نظام عالم کرتا ہے انتظام عالم
اس ہاتھ میں جہان کے دل ناخن میں پڑے ہیں حل مشکل
تکتی ہیں اسی کو سب نگاہیں کونین کی اس طرف ہیں راہیں
زنجیر الم کو توڑتاہے ٹوٹے ہوئے دل یہ جوڑتاہے
جن ہاتھوں پہ ہے یہ ہاتھ پہنچا ان ہاتھوں پہ ہاتھ ہے خدا کا
دینے میں نہ کی ہے دیر اس نے بھوکوں کو کیاہے سیر اس نے
اے دست عطا میں تیرے صدقے اے ابر سخا میں تیرے صدقے
جب تیرے سوا نہ ہو ٹھکانا یوں اپنی طرف مجھے بلانا
اے پیاسے کدھر چلا ادھر آ اب تک تو کہاں رہا ادھر آ
لے تشنہ کربلا کا صدقہ لے کشتہ ء بے خطا کا صدقہ

او سوکھی ہوئی زبان والے
بے آتش تشنگی بجھا لے
کیا دست کریم کی عطا ہے
دیکھو جسے وہ بھرا پڑا ہے
بندے تو ہوں کیا عطا سے محروم
دشمن بھی نہیں سخا سے محروم
جس کی کہ عدو پہ بھی عطا ہو
اس دست کرم کی کیا ثنا ہو
بس اے حسن شکستہ پا بس
اب آگے نہیں رہا ترا بس
ہے وقت دعا نہ ہو تو مضطر
اس ہاتھ سے کہہ قدم پکڑ کر
مداح کو مدح کا صلہ دے
بگڑے ہوئے کام سب بنا دے
ڈوبوں تو مجھے نکال لینا
پھسلے جو قدم سنبھال لینا
ہر وقت رہے تری عطا ساتھ
پھیلیں نہ کسی کے آگے یہ ہاتھ
شیطاں مرے دل میں بس نہ پائے
دشمن کبھی دسترس نہ پائے
گر مجھ کو گرائے لغزش پا
تو ہاتھ پکڑ کے کھینچ لینا
غم دل نہ مرا دکھانے پائے
انگلی نہ الم لگانے پائے
ہوں دل سے گدائے آل و اصحاب
ہر دم ہوں فدائے آل و اصحاب

یاروں پہ ترے نثار ہوں میں
پیاروں پر ترے نثار ہوں میں

☆......☆☆

(انتخاب) مثنوی در ذکر ولادت شریف حضور سرور عالم ﷺ

وہ اٹھی دیکھ لو گرد سواری — عیاں ہونے لگے انوار باری
نقیبوں کی صدائیں آ رہی ہیں — کسی کی جان کو تڑپا رہی ہیں
مودب ہاتھ باندھے آگے آگے — چلے آتے ہیں کہتے آگے آگے
فدا جن کے شرف پر سب نبی ہیں — یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں
یہی والی ہیں سارے بیکسوں کے — یہی فریاد رس ہیں بے بسوں کے
یہی ٹوٹے دلوں کو جوڑتے ہیں — یہی بند الم کو توڑتے ہیں
اسیروں کے یہی عقدہ کشا ہیں — غریبوں کے یہی حاجت روا ہیں
شکیب بے قراراں ہے انہی سے — قرار دل فگاراں ہے انہی سے
انہی سے ٹھیک ہے سامان عالم — انہی پر ہے تصدق جان عالم
یہی مظلوم کی سنتے ہیں فریاد — یہی کرتے ہیں ہر ناشاد کو شاد
انہی کو پیڑ سجدے کر رہے ہیں — انہی کے پاؤں پر سر دھر رہے ہیں
انہی کو یاد سب کرتے ہیں غم میں — یہی دکھ درد کھو دیتے ہیں دم میں
انہیں ہر دم خیال عاصیاں ہے — انہیں پر آج بار دوجہاں ہے
کسے قدرت نہیں معلوم ان کی — مچی ہے دوجہاں میں دھوم ان کی
یہی ہیں جو عطا فرمائیں دولت — کریں خود جو کی روٹی پر قناعت
فزوں رتبہ ہے صبح و شان ان کا — محمد مصطفےٰ ہے نام ان کا
مزین سر پہ ہے تاج شفاعت — عیاں ہے جس معراج شفاعت
کوئی دامن سے لپٹا رو رہا ہے — کوئی ہر گام محو التجا ہے
ادھر بھی اک نظر او تاج والے — کوئی کب تک دل مضطر سنبھالے
زمہجوری بر آمد جان عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ اللعالمینی ز محروماں چرا فارغ نشینی
بہت نزدیک آ پہنچا وہ پیارا فدا ہے جان و دل جس پر ہمارا
اٹھیں تعظیم کو یاران محفل ہوا جلوہ نما وہ جان محفل
خبر تھی جن کے آنے کی وہ آئے جو زینت ہیں زمانے کی وہ آئے
پکڑ لو ان کا دامن بے نواؤ مرا ذمہ ہے جو مانگو وہ پاؤ
حسن ہاں مانگ لے جو مانگناہو بیاں کر آپ سے جو مدعا ہو
مرے آقا مرے سردارہو تم مرے مالک مرے مختار ہو تم
تصدق تم پہ اپنی جان کر دوں ملیں تو دوجہاں قربان کر دوں
تمہیں افضل کیا سب سے خدا نے دیا تاج شفاعت کبریا نے
تمہی سے لو لگائے بیٹھے ہیں ہم تمہارے در پہ آئے بیٹھے ہیں ہم
تمہارا نام ہم کو حرز جاں ہے یہی تو داروئے درد نہاں ہے
بلا لیجے مدینے میں خدارا نہیں اب ہند میں اپنا گزارا
تمہارا در ہو اور سر ہو ہمارا اسی کوچہ میں ہو بستر ہمارا
قضا آئے تو آئے اس گلی میں رہے باقی نہ حسرت کوئی جی میں
نہ ہو گور و کفن ہم کو میسر پڑا یوں ہی رہے لاشہ زمیں پر
سگان کوچہء پر نور آئیں مرے پیارے مرے منظور آئیں
مرے مردے پہ ہوں آ کر فراہم غذا اپنی کریں سب مل کے باہم

ہمیشہ تم پہ ہو رحمت خدا کی
دعا مقبول ہو مجھ سے گدا کی

☆......☆......☆

فکر و فن

مضامین

تحقیق، تنقید، تبصرے و آراء

جمشید چشتی

فارسی نعت عہد بہ عہد

شہاب الدین مہمرہ بدایونی

(ز۔۱۳۱۰ء/۷۱۰ھ)

در بدادن مست مست برخیزد شہاب مہمرہ
بشنود گر نغمہ مرغان دھلی و نوا(۱)

مولانا شہاب الدین مہمرہ بدایوانی ایک قادر الکلام شاعر تھے، امیر خسرو انہیں افلاطون زمانہ، عبدالقادر بدایونی استادالشعراء اور فرشتہ، شہاب صدرنشین کہتے ہیں۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ اتنے بڑے شاعر کے حالات زندگی مفقود ہیں۔

ان کے سال ولادت و وفات کا بھی کوئی علم نہیں۔ عبدالقادر بدایونی نے ان کا ایک قصیدہ نقل کیا ہے جو انہوں نے سلطان رکن الدین فیروز شاہ کی مدح میں لکھا تھا۔ یہ بادشاہ ۱۲۳۵ء/۶۳۳ھ میں صرف سات مہینے حکمران رہا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت شہاب الدین کم از کم جوان تو ہوں گے یعنی بیس برس کے۔ یہ یقینی ہے کہ انہوں نے امیر خسرو کی مثنوی ''ہشت بہشت'' کی اصلاح کی، جیسا کہ خسرو نے خود لکھا ہے۔ (۲)

مولانا شہاب الدین نے اپنا دیوان مرتب نہیں کیا۔ تذکروں میں جابجا ان کے اشعار ملتے ہیں۔ امیر خسرو نے اپنے استاد کی بے حد تعریف کی ہے۔ وہ غرۃ الکمال کے دیباچہ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''شہاب الملہ والدین کہ شہاب فلک از آتش طبع اوصد بار دیوان خود را سوختہ است کہ اگر آن سلیمان ممالک سخن را عزیمت جمع کردن دیوان بودی، این معنی را جان رفتہ در تن حاضر گردانیدی و امراء القیس چون قیس مجنون گشتی۔ ہر شعر بلند شہاب

(۱) از ''مجمع النفائس''، آرزو، ص: ۱۸۹۔

(۲) دیکھیے: خسرو، دیباچہ دیوان غرۃ الکمال، ص: ۸۵۔

آسمانیست پر کواکب و خلقی دیوانہ آن۔‘‘[1]

اسلوب

سرزمین پاک و ہند میں شہاب الدین مہرہ پہلے بزرگ شاعر ہیں جنہوں نے قصاید مصنوعہ کا آغاز کیا۔ آپ کو اس معاملے میں بھی اولیت کا مرتبہ حاصل ہے کہ آپ نے قصیدہ کو حمد و نعت اور تصوف و اخلاق کے مضامین بیان کرنے کے لیے استعمال کیا اور بلند پایہ قصاید لکھ کر آنے والوں کے لیے ایک قابل قدر نمونہ چھوڑا۔ نعتیہ قصاید میں فکر کی عظمت، بحر کا شکوہ اور الفاظ کی در و بست میں توافق کی صدا، قافیہ و ردیف کی غنایت اور روحانی کیف و سرور، ایسے عناصر ہیں جن کے بل پر وہ بلند پایہ شاعر شمار ہوتے ہیں۔

فی الحال ان کا بہت مختصر نعتیہ کلام ہمارے ہاتھ آیا ہے جو ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ کسی موقع پر یہ کمی دور کر دی جائے گی۔

(۱) ایضاً۔

شہاب الدین مہمرہ

در مدح حضرت ختمی مرتبت ﷺ (۱)

شہہ تخت کن محمدؐ کہ سرادق شرف زد
بہ سوی در مہیمن ز سرای امہانی (۲)

بشری "ملک (۳) لطافت" فلکی زمین تواضع
چو فلک بہ پاک جسمی چو ملک بہ پاک جانی

گہری کہ بودجایش بہ خزانہ الٰہی
قمری کہ تافت نورش ز سپہر جاودانی

گہری کہ قیمتی تر ز وجود اونیاید
بہ دلالت عناصر ز محیط آسمانی

قمری کہ ہر سحرگہ چو شب سیاہ گیتی
زخجالت عقیقش رخ کوکب یمانی

شکرین زبان رسولؐ کہ بود نجات امت
بہ عقیدہ زبانش ز عقیلہ ربانی

گہرین بیان فصیحی کہ فصاحت بیانش
چو ضمیر کان کندخون دل گنج شایگانی

زجمال عارضش کم رخ آفتاب شرقی
ز قوام قامتش خم قد سرو بودستانی

بہ حساب برگرفتہ رہ مالک الرقابی
بہ کلام برکشادہ در صاحب القرآنی

جذبات شوق باطن بمکاشفت کشیدہ
زبسیط کائناتش بہ محیط لا مکان

☆......☆......☆

(۱) از "ارمغانِ نعت"، مرتب: شفیق بریلوی۔
(۲) یہ شعر "تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاک و ہند" (جلد سوم، ص: ۲۱۳) سے لیا گیا ہے۔
(۳) "ارمغان نعت" میں "ملک نظافت" اور تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاک و ہند" میں "فلک لطافت" ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی

(وفات ۱۲۳۵ھ بمطابق ۶۳۳ھ)

قطب الدین از کوی تو کی میرود جای دگر
کعبہ مقصود او غیر از سر کوی تو نیست

آپ کا نام، بختیار، قطب الدین، لقب اور کا کی عرف تھا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ ماورا النہر کے قصبہ ''اوش'' میں پیدا ہوئے۔ اس لیے اوشی بھی کہلاتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم مولانا ابوحفص سے حاصل کی۔ مجاہدہ در یافت کی لگن بچپن ہی سے تھی۔ خواجہ معین الدین چشتی کا ورود جب اوش میں ہوا تو ان کے مرید ہوگئے۔ سترہ برس کی عمر میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ (۱) بیعت کی رسم بغداد میں ادا ہوئی۔ بغداد سے مرشد کے ہمراہ اجمیر پہنچے۔ جہاں سے بہ حکم ہادی دہلی روانہ ہوئے۔ دوران سفر ملتان پہنچے تو شیخ بہا الدین زکریا سے ملاقات ہوئی اور چند روز وہاں قیام کیا۔ دہلی پہنچنے پر سلطان شمس الدین التمش نے شاہانہ استقبال کیا، لیکن آپ نے شہر کی بجائے کیلوکھری میں سکونت اختیار کی۔ جہاں سلطان ہفتے میں دو بار حاضر خدمت ہوتا تھا۔ آخر اس کی تکلیف کے پیش نظر دہلی میں قیام پذیر ہوگئے۔ سلطان التمش صرف آپ کا عقیدت مند ہی نہیں تھا بلکہ باقاعدہ مرید اور خلیفہ تھا اور آپ کی تربیت نے اسے اولیا کی صف میں کھڑا کر دیا تھا۔ خواجہ قطب کی ذات بابرکت سے ہندوستان میں نہ صرف سلسلہ چشتیہ کی بنیاد مستحکم ہوگئی بلکہ جن مقاصد عالیہ کے لیے خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنے قیام اور کام کے لیے اس خطے کا انتخاب کیا تھا، وہ صدیوں تک کے لیے محفوظ ہوگئے۔ (۲) آپ کا وصال ۲۷ نومبر ۱۲۳۵ء مطابق ۱۴، ربیع الاول ۶۳۳ھ کو شیخ علی سجستانی کی خانقاہ میں منعقدہ محفل سماع کے دوران احمد جام کے اس شعر پر وجد کی حالت میں ہوا۔

گشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانی دیگر است

(۱) ''سیر العارفین''، ص: ۶۸۔ (۲) ''تاریخ دعوت وعزیمت''، ج ۳، ص ۳۵۔
(۳) ''آبِ کوثر''، ص: ۲۱۶۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق اس شخص کو پڑھانے کی اجازت تھی جو عفیف رہا ہو اور جس نے عصر کی سنتیں اور فرائض نماز کی ادائیگی میں تکبیر اولیٰ سے کبھی ترک نہ کیا ہو۔ یہ شرف سلطان وقت اور آپ کے خلیفہ شمس الدین التمش کے سوا کسی کو حاصل نہ تھا۔ (۱)

شاعری

خواجہ قطب کی عرفانی غزلوں میں عاشقانہ تغزل کی مٹھاس اور روانی ہے۔ بعض مقامات پر اصطلات تصوف اور تلمیحات کا استعمال اتنا موزوں اور برمحل ہے کہ اس سے کلام، نہ صرف یہ کہ بوجھل نہیں ہوا بلکہ بلیغ ہوگیا ہے۔ آپ کا کلام ہر طرح سے ادبی معیار پر پورا اترتا ہے۔ ایسا لگتا ہے، محبوب حقیقی کے حسن کا حال، مجازی پردوں کی اوٹ سے دیکھ کر بتا رہے ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام سرور کونین ﷺ کی صورت منور اور سیرت مطہر سے چمک بھی رہا ہے اور مہک بھی رہا ہے۔

خواجہ قطب الدین

نعت سیّد المرسلین ﷺ

یا محمدؐ مہر و مہ را نور چون روی تو نیست	کور بادا آنکہ اور را چشم دل سوی تو نیست
یا محمدؐ حق بہ قرآن خواندہ ات خلق عظیم	ہیچ کس را خلق و خو مانند چون خوی تو نیست
یا محمدؐ چون گلت را رنگ و بو از نور اوست	نیست گل را رنگ رویت، مشک را بوی تو نیست
یا محمدؐ خانہ دنیا و دین بارش خراب	ھر کرا در دین و دنیا خانہ پہلوی تو نیست
یا محمدؐ وصف گیسوی تو ولیل آمدہ	زنگی شب را ولی بوی چو گیسوی تو نیست
یا محمدؐ با تو دست اندر کمرکس چون کند	چون کسی را در دو عالم تاب چون روی تو نیست
یا محمدؐ در دو عالم تیرہ و تاشتہ است	ھر کہ او را آبروی خویش از جوی تو نیست
یا محمدؐ بہر چیزی ھر کسی در ہا و ہوست	عاشقان مست را غیر از ہیا ہوی تو نیست
یا محمدؐ طاقہای دہر گر طاق آمدہ	ہیچ طاقی در جہان چون طاق ابروی تو نیست
یا محمدؐ سرو قدت آب حیوان خوردہ است	در چمن سروی بسان قد دلجوی تو نیست
یا محمدؐ ھر کسی را کعبہ جای دیگرست	قطب الدین را کعبہ مقصود جز کوی تو نیست

(۱) معین الحق، سید معاشرتی وعلمی تاریخ''، ص: ۴۷۰۔ (بحوالہ ''خزینۃ الاصفیاء'')

نعت دیگر

ای از شعاع نور تو خورشید تابان راضیا آنی کہ ہستی از شرف بالاتر از عرش علا
دربار گاہ عزتت بہر علو مرتبہ جبریل ہمچو خادمان نشستہ است یک دم زپا
گرچہ بصورت آدمی بعد از ہمہ پیغمبران اما بہ معنی بودہ ای سرخیل جملہ انبیا
تو پردگی دلبری از ھرچہ گویم بہتری در دین و دنیا سروری، ھستی تو دایم باخدا
از عالم پاک آمدی، مقصود لولاک آمدی بس چست و چالاک آمدی، جانہا فدایت مرحبا
جانہا فدای نام تو، مستان ھمہ از جام تو مابندہ انعام تو، تو پادشاہ و ماگدا
ای مہتر آخر زمان، ہستی تو مارا جان جان ای پیشوای انس و جان، ہستی سپہ سالار ما
ای پادشاہ معنوی، دردین و دنیا خسروی چون جانب حق می روی، مگداز تو مارا بپا
تا روی خوبت دیدہ ام مہر از ہمہ بریدہ ام بنشین، بیادر دیدہ ام، ای نور بخش دیدہ ہا
شاہان عالم چاکرت، مابندگان خاک درت نور ہدایت رہبرت، ای شمع جمع انبیا
ہرگزنخواندی یک ورق، خلقی گرفت از تو سبق انگشت مہ را کرد شق، ای خواجہ معجز نما
روز قیامت بی گمان، باشی شفیع امتان رضوان مثال خادمان، خدمت کند از جان ترا
یاران تو چار آمدند، پاکیزہ کردار آمدند گلہای بی خار آمدند، از خویشن فانی، باخدا
گر تو بدی ختم رسل، ایشان بدند جزو و توکل بی حب شان فردا زپل، کس نگذرد با مدعا

چون قطب دین نعت تو گفت درسخن بہر تو سفت
خندان شود چون گل شگفت بنگر تو این اخلاص را

☆......☆......☆

غزل در نعت ﷺ

آنجا کہ آفتاب لقای محمدؐ ست　　خورشید ذرہ ز ضیای محمدؐ ست
موسیٰ کہ معجزات وی اندر عصاش بود　　خود باعصای خویش عصای محمدؐ ست
روح الامین صدر نشین را علی الدوام　　ورد زبانش ورد ثنای محمدؐ ست
از گرمی زبانہ خورشید آتشین　　روز جزای پناہ لوای محمدؐ ست
آن ممنی کہ مرد بہ شرع شریف او　　مستوجب عطای خدای محمدؐ ست
راضی بود خدای ازان بندہ کہ او　　کاری کہ می کند برضای محمدؐ ست
گرد ز اہل دیدہ ہر آن کو چو قطب دین
او را دو دیدہ برکف پای محمدؐ ست

☆......☆......☆

Amna Mehmood, *Gujranwala*

Analytical Analysis of Poem

"The Gratitude in Honour Of The The Holy Prophet (PBUH)"

By : Mikhail Lermontov

Preface:

The wide spread promulgation of Islam, after its emergence in Makkah, successful practical embodiment in Madinah , achievements of Islamic expeditions in the surroundings areas and conquests of Muslims commanders extended to the western doors compelled the western orthodox religious and political thinkers and philosophers to allege Islam a religion extended to the world's corner by the force of sword .The reason was not only the fear to be conquered but also the alarming rate of converters to Islam .The same view is seen in Bernard Lewis words.

He says:

"For almost a thousand years ... Europe was under constant threat. In the early centuries it was a double threat-not only of invasion and conquest, but also of conversion and assimilation."(1)

The hostile behaviour against every new religion is the natural phenomena because it threatens all the old barriers and established theocracy with strong contrary philosophy .The same was the case with Islam, but the criticism on Islam was always been defended very well. The misinterpretation of the western biased and prejudiced thinkers about Islam was rectified not only by the impartial westerns titans themselves but also by many

others .They came up with the idea that the fast flourishing of Islam is due to the personality of The Prophet Muhammad ﷺ and the eternal message of Allah Almighty in the form of The Holy Quran. A distinct Hindu leader supported the idea in such promising words:

M. k. Gandhi says:

> *"...i became more than ever convinced that it was not the sword that won a place for Islam in those days in the scheme of life. It was the rigid simplicity, the utter self-effacement of the prophet, the scrupulous regard for his pledges, his intense devotion to his friends and followers, his intrepidity, his fearlessness, his absolute trust in God and his own mission. These, and not the sword carried everything before them and surmounted every trouble."* (2)

The renowned Russian writer Count Leo Nikolayevich Tolstoi says:

> *"I wanted to know the best of the life of one who holds today an undisputed sway over the hearts of millions of mankind.... I became more than ever convinced that it was not the sword that won a place for Islam in those days in the scheme of life. It was the rigid simplicity, the utter self- effacement of the Prophet the scrupulous regard for pledges, his intense devotion to his friends and followers, his intrepidity, his fearlessness, his absolute trust in God and in his own mission."* (3)

So, the image of the Holy Prophet ﷺ was revived over the time, when the western people tried to study Islam by putting their insecurities aside. Being a true and naturalistic religion Islam influenced them to such an extent that couldn't compel themselves from giving vent to their feelings and emotions about it. Along with the hostile writings we find a lot many writers and poets utilizing their abilities to bring a true image of the Prophet Muhammad ﷺ before the world .The poets, related to any literal tradition of the world, have manipulated their skills in the praise of the Prophet Muhammad ﷺ along with the prose writers . The Russian literature is rich from the point of view of the praise worthy pieces of poetry in the appreciation of the Prophet Muhammad ﷺ. Alaxender Pushkin was among them, whose poem "The Prophet" was under consideration in previous feature. Mikhail Lermontov another Russian poet , who was inspired by the Pushkin's inclination towards Islam, had sequenced his words in the honour the Prophet Muhammad ﷺ in his poem The Prophet .Here is his life and achievements along with the critical analysis of the poem

Introduction:

Mikhail Yuryevich Lermontov October 15 1814 - July 271841) was Russian Romantic writer, poet and painter, sometimes called "the poet of the Caucasus", the most important Russian poet after Alexander Pushkin's death in 1837 and the greatest figure in Russian Romanticism. His influence on later Russian literature is still felt in modern times, not only through his

poetry, but also through his prose, which founded the tradition of the Russian psychological novel.

Early life:

Mikhail Yuryevich Lermontov was born in Moscow into a respectable noble family, and grew up in the village ofTarkhany (now Lermontovo in Penza Oblast). His paternal family descended from the Scottish family of Learmonth, one of whom settled in Russia in the early 17th century, during the reign (1613-1645) of Mikhail Fyodorovich Romanov. The 13th-century Scottish poet Thomas the Rhymer (Thomas Learmonth) is thus claimed as a relative of Lermontov. The only ascertainable genealogical information states that the poet descended from Yuri (George) Learmont, a Scottish officer in the Polish-Lithuanian service who settled in Russia in the middle of the 17th century (4,5,6)

After his mother 's death he spent a spoilt and luxurious life with his grandmother.(7,8,9).The grandmother sared no expense to provide the young Lermontov with the best schooling and lifestyle that money could buy. He received an extensive home education, became fluent in French and German, learned to play several musical instruments and proved a gifted painter.(10,11)

A German pedagogue, Levy, who succeeded Capet, introduced Mikhail to Goethe and Schiller. He didn't stay for long and soon another Frenchman, Gendrot, replaced him, soon joined by Mr. Windson, a respectable English teacher recommended by the Uvarov family. Later Alexander Zinoviev, a teacher of Russian literature, arrived. The intellectual atmosphere in which

Lermontov grew up resembled that experienced by Aleksandr Pushkin, though the domination of French had begun to give way to a preference for English, and Lamartine shared popularity with Byron.(12,13,14)

In February 1829 Lermontov took exams and joined the 5th form of the Moscow University's boarding-school for the nobility's children. Here his personal tutor was poet Alexey Merzlyakov, alongside Zinoviev, who taught Russian and Latin. (15) Under their influence the boy started to read a lot, making the best of his vast home library, which included books by Mikhail Lomonosov,Gavrila Derzhavin, Ivan Dmitriev, Vladislav Ozerov, Konstantin Batyushkov, Ivan Krylov, Ivan Kozlov, Vasily Zhukovsky, and Alexander Pushkin.[16] Soon he started editing an amateur student journal.

Adult Age:

Attending lectures faithfully, Lermontov would often read a book in the corner of the auditorium, and never took part in student life, making exceptions only for incidents involving grand-scale trouble-making. He took an active part in the notorious 1831 Malov scandal (when a jeering mob drove the unpopular professor out of the auditorium), but wasn't formally reprimanded (unlike Hertzen, who found himself incarcerated). (17,18)

Concealing his literary aspirations from friends (relatives Alexey Stolypin and Nikolai Yuriev among them), Lermontov became an expert in producing scabrous verses (like "Holiday in

Petergof", "Ulansha", and "The Hospital") which were published in a school's amateur magazine Shkolnaya Zarya (School-Years' Dawn) under monikers "Count Diarbekir" and "Stepanov". These pieces earned him much notoriety and, with a hindsight, caused harm, for when in July 1835 for the first time ever his poem "Khadji-Abrek" was published (in Biblioteka Dlya Chteniya, without its author's consent: Nikolai Yuriev took the copy to Osip Senkovsky and he furthered it to print), many refused to take the young author seriously.(19,20)

Nazimov wrote years later:

> *"Lermontov often visited us and talked of all sort of things, personal, social and political. I have to say, we hardly understood each other... We were unpleasantly surprised by the chaotic nature of his views, which were rather vague. He appeared to be a low-brow realist, unwilling to let his imagination fly, which was strange, considering how high his poetry soared on its mighty wings. He mocked some of the government's reforms - the ones we couldn't even dream of in our poor youth. Certain essays, promoting the most progressive European ideas which we were so enthusiastic about, - for who could have ever thought it possible for such things to be published in Russiaﷺ - left him cold. When approached with a straightforward question, he either kept silent or tried to get away with some sarcastic remark. The more we knew him, the more difficult it was*

for us to take him seriously. There was a spark of original thought in him, but he was still very young."(21)

In mid-1832 Lermontov, accompanied by grandmother, travelled to Saint Petersburg, with a view of joining the Saint Petersburg University's second-year course. This proved impossible and, unwilling to repeat the first year, he enrolled into the prestigious School of Cavalry Junkers and Ensign of the Guard, under pressure from his male relatives but much to Arsenyeva's distress. Having passed the exams, on November 14, 1832, Lermontov joined the Life-Guard Hussar regiment as a junior officer.(22,23)

Still keeping his passions secret, he took a keen interest in Russian history and medieval epics, which would be reflected in The Song of the Merchant Kalashnikov and Borodino, as well as a series of popular ballads. During what he later referred to as "four wasted years" he finished "Demon", wrote Boyarin Orsha, The Tambov Treasurer's Wife and Masquerade, his best-known drama. Through Rayevsky he became acquainted with Andrey Krayevsky, then the editor of Russky Invalid's literary supplement, in a couple of years' time to become the editor of the influential journalOtechestvennye Zapiski.(24)

Among officers Lermontov had his admirers and detractors. Generals Pavel Grabbe and Apollon Galafeyev both praised the young man for his reckless bravery. According to Baron Rossilyon, though, "Lermontov was an unpleasant and scornful man, always eager to seem special. He boasted his bravery - the

one thing one was not supposed to be that proud of in the Caucasus, where bravery was business as usual. He led the gang of dirty thugs who, without ever using firearms, charged Chechen auls, led partisan wars and were calling themselves 'the Lermontov army'."(25)

Private Life:

Mikhail Lermontov was a romantic who seemed to be continuously struggling with strong passions. Not much is known about his private life, though, in verses dedicated to the loved ones his emotional strife seemed to have been exaggerated, while rumours concerning his real life adventures were unreliable and occasionally misguiding.[24]

Lermontov's love for Lopukhina (Bakhmetyeva) proved to be the only deep and lasting feeling of his life. His unfinished drama Princess Ligovskaya was inspired by it, as well as two characters in A Hero of Our Times, Princess Mary and Vera (26). In his 1982 biography John Garrard wrote: "The symbolic relationship between love and suffering is of course a favorite Romantic paradox, but for Lermontov it was much more than a literary device. He was unlucky in love and believed he always would be: hate had ordained it."(27)

Death:

In Pyatigorsk Lermontov enjoyed himself, feeding on his notoriety of a social misfit, his fame of a poet second only to Pushkin and his success with A Hero of Our Time. Meanwhile, in the same salons his Cadet school friend Nikolai Martynov, dressed

as a native Circassian, wore a long sword, affected the manners of a romantic hero not unlike Lermontov's Grushnitsky character. Lermontov teased Martynov mercilessly until the latter couldn't stand it anymore. On July 25, 1841 Martynov challenged his offender to a duel. (28)] The fight took place two days later at the foot of Mashuk mountain. Lermontov allegedly made it known that he was going to shoot into the air. Martynov was the first to shoot and he aimed straight into the heart, killing his opponent on the spot (29). On July 30 Lermontov was buried, without military honours, thousands of people attending the ceremony.

Works by Mikhail Lermontov :

Prose:

- Vadim (1832, unfinished; published in 1873)
- Princess Ligovskaya (Knyaginya Ligovskaya, 1836, unfinished novel first published in 1882)
- "Ashik-Kerib" (the Turkish fairytale, 1837, first published in 1846)
- A Hero of Our Time 1840; 1842, 2nd edition; 1843, 3rd edition), novel

Dramas:

- Spanyards (Ispantsy, tragedy, 1830, published 1880)
- Menschen und Leidenschaften (1830, published 1880)
- A Strange Man (Stranny tchelovek, 1831, drama/play published 1860)
- Masquerade (1835, first published in 1842)
- Two Brothers (Dva brata, 1836, published in 1880)

- Arbenin (1836, the alternative version of Masquerade, published in 1875)

Poems:

- The Circassians (Tcherkesy, 1828, published in 1860)
- The Corsair (1828, published in 1859)
- The Culprit (Prestupnik, 1828, published in 1859)
- Oleg (1829, published in 1859)
- Julio (1830, published in 1860)
- Kally ("The Bloody One", in Circassian, 1830, published in 1860)
- The Last Son of Freedom (Posledny syn volnosti, 1831-1832, published in 1910)
- Azrail (1831, published in 1876)
- Confession (Ispoved, 1831, published in 1889)
- Angel of Death (Angel smerti, 1831; published in 1857 - in Germany; in 1860 - in Russia)
- The Sailor (Moryak, 1832, published in 1913)
- Ismail-Bei (1832, published in 1842)
- A Lithuanian Woman (Litvinka, 1832, published in 1860)
- Aul Bastundji (1834, published in 1860)
- The Junkers Poems ("Ulansha", "The Hospital", "Celebration in Petergof", 1832-1834, first published in 1936)
- Khadji-Abrek (1835, Biblioteka Dlya Chtenya)
- Mongo (1836, published in 1861)
- Boyarin Orsha (1836, published in 1842)
- Sashka (1835-1836, unfinished, published in 1882)

- The Song of the Merchant Kalashnikov (Pesnya kuptsa Kalashnikova, 1837)
- Borodino (1837)
- Tambov Treasurer's Wife (Tambovskaya Kaznatcheysha, 1838)
- The Fugitive (Beglets, circa 1838, published in 1846)
- Demon (1838, published in 1856 in Berlin)
- The Novice (Mtsyri, in Georgian, 1839, published in 1840)
- Valerik (1840)
- The Prophet (1841)
- The Children's Fairytale (Detskaya skazka, 1839, infinished, published in 1842)

The paraphrase of the poem by Mikhail Lermentov

THE PROPHET

Since that time when the highest court
Had given me the prophet's vision,
In eyes of men I always caught
The images of sin and treason.

جب سے مجھے رب عرش العلی کی جانب سے پیغمبرانہ بصارت عطا ہوئی مجھے افراد کی آنکھوں میں گناہ وبغاوت کے عکس بخوبی دکھائی دیتے تھے۔

These lines stipulate the blessings of the Prophet hood on the Prophet Muhammad ﷺ by Allah Almighty. In a very poetic manner, the poet describes that His ﷺ prophetic vision is so clear that He ﷺ even can perceive the images of misdeeds and treachery in the eyes of the men. Allah Almighty has taken out the curtain of unknowingness from His eyes ,so by the light of the

blessing His eyes can penetrate to the men's heart to trace the wrong doings .The ability is given to Him ﷺ as to judge the people truly as He ﷺ is the saviour of the whole mankind.

Then I began to promulgate

The clear love's and truth's commandment:

At me all humans threw for that

Hard sticks and stones, like the madmen.

پیغمبرانہ بصارت کے پیش نظر میں نے محبت اور سچائی کے واشگاف احکامات کے نفاذ کی کوشش شروع کر دیں اس جرم کی پاداش میں لوگوں نے دیوانوں کی طرح مجھ پر لاٹھیاں اور پتھر برسائے۔

In these lines the poet hints towards the Taif journey by the Holy Prophet. When Allah Almighty gave Him the mandate to publicize the sacred message of love and truthfulness to the people, He ﷺ decided to convey the message to people of Taif .He ﷺ met the tribal chieftain there to make them listen the eternal message of truth but they were proved to be stone hearted. In spite of accepting it they asked the wandering boys to persuade Him with stones and sticks. In the incident He was badly injured even His shoes were filled with the blood running from the injuries. The poet's intention is to highlight the hardships and sufferings which the beloved Prophet of Allah Almighty had to endure for the accomplishment of His mission.

I put sackcloth and ashes on,

And ran -- a beggar -- from the town,

And there I live in desert lone,

Like birds, on food that God sends down;

قوم کی طرف سے دیے جانے والے کرب وغم کی چادر اوڑھے روحانیت کی بےخودی میں حدود شہر

سے باہر چل نکلا صحرائے عرب میں تن تنہا پرندوں کی مانند اس خوراک پہ گزارہ کیا جو خداوند کریم کی جانب سے اترتا ہے۔

The stanza puts light on the dissatisfaction of the Prophet Muhammad ﷺ with the social norms and traditions of his time .The darkness of illiteracy, worship of idles 'violation of moral values and rights of mankind all bothered Him ﷺ in such a way that He ﷺ used to go to the desert of Arabia leaving behind His polluted society for many days .He ﷺ went there to console his soul and mind through meditation and intervention. He ﷺ remained all alone without any special support with little food and drink. He ﷺ relied only on Allah in the vast barron .It is the reference towards His habit to go to the mount of Hira. Where He ﷺ went as routine till the time when Jibreel came with the sacred message of Allah. It was the indication that He ﷺ wanted to find the connection with Allah .Further, the poet says that there His only food was the remembrance of Allah, the truthful god, like the birds which are the true admirer of Allah and His vast universe.

Here earthly creatures serve me right,
The laws of the Lord obeying;
And stars here hear me in night,
With their rays, like babies, playing

خدائے بزرگ و برتر کے احکامات کی تعمیل میں صحرائے عرب میں تمام زمینی مخلوقات نے اپنی خدمات بطریق احسن پیش کیں اور نجوم سماء سہانی رات میں مجھے مناجات کرتے ہوئے سماعت کرتے ہیں اوران ستاروں کے سینوں سے نور کی لائٹیں نکلتی ہیں اور شیر خوار کی طرح میں ان سے کھیلتا تھا۔

The poet here very delicately points towards the grandeur and

high stature of The Prophet Muhammad ﷺ by describing that all the creatures in the desert of Arabia were in the service of The Prophet Muhammad ﷺ.All along with Him submitted themselves to the obedience of Allah . Here we find that the poet might refer to the events when the trees and stones were giving witness to His Prophet hood .In the next lines the poet talks about the stars at night hear His conversation with Allah all the night .The stars became the symbol of Allah 's blessings that special rays were spreading from them and He ﷺ got comfort as a baby finds in playing with his toys . In other words it may be a reference towards the Muslim belief that the Prophet Muhammad ﷺ had such an esteem that the heavenly bodies were the gadget or toys in His hands.

"Look, there is an example for us!
He was expelled from life, like ours:
He was forcing us to trust
That God is speaking through his mouth!

لوگوں نے میری حالت دیکھ کر کہا کہ یہ ہمارے لیے ایک مثال ہے اسے معاشرتی زندگی سے الگ تھلگ کردیا گیا ہم اس کی بات پر کیونکر بھروسہ واعتماد کرلیں کہ خدااس کے منہ سے بولتا ہے۔

These lines describes that when person presents a new philosophy in opposition to the society, whether it is the righteous one, he ultimately has to suffer strong resistance and antagonism. Likewise When He ﷺ brought a totally new religion in the idol worshiper society , the titans of the society rejected it very strongly. Even He ﷺ with His close relative were restricted to

Shaib-e-Abi Talib for three years. The people were making statements that He ﷺ deserves all that as a traitor of the society. Further, the poet says that according to the Arab society His ﷺ only fault is that He is saying to us to trust His words that God is speaking from His ﷺ mouth as His message is the truest one. This is also a reference to the Quranic verse that:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىؕ﴾

Nor does he speak from [his own] inclination.

It is not but a revelation revealed,

(surah najam 53 :3,4) (30)

But the non believers denied that very strongly. Here are the hardships and sufferings presented which were in the ways of preaching Allah's message, endured by Him ﷺ.

Critical Analysis:

Mikhail Lermontov's poem THE PROPHET indicates that the poet has some knowledge about The Prophet Muhammad ﷺ but his words and feelings are quite reasonable. Being in non Muslim context it is a very daring step to express inner feelings and emotions about the ideology which is in contrast to our own. The poet is quite successful in his effort to highlight the esteem and high stature of The Prophet ﷺ. On the other hand it's a message for those who blame Islam a religion spread by sword, they should know that hearts cannot be conquered by force , it's a matter of behaviour and dealings.

REFERENCES:

1. Bernard Lewis, Islam and the West (New York: Oxford University Press, 1993), p. 13.
2. M.K.Gandhi, YOUNG INDIA, 1924
3. Chapter 6: Prophet Muhammad as seen by Western Thinkers
4. Babulin, I.B. The New Lines Regiments in the Smolensk War, 1632-1634 //Reitar, No.22, 2005
5. ^ Jump up to: a b c d e f Mirsky, D. (1926). "Lermontov, Mikhail Yurievich". az.lib.ru. Retrieved 2012-12-01.
6. ^ Jump up to: a b c d e f g h i j k l m n o p q r s t u v w x y z aa ab ac ad "Lermontov, Mikhail Yurievich". Russian Authors. Biobibliographical Dictionary. Vol 1. Prosveshchenye Publishers, Moscow. Retrieved 2013-12-01.
7. Mirsky, D. (1926). "Lermontov, Mikhail Yurievich". az.lib.ru. Retrieved 2012-12-01.
8. Skabichevsky, Alexander. "M.Yu.Lermontov. His Life and Works". Retrieved 2012-12-01.
9. Friedlender, G.M., Lyubovich, N.A. Commentaries to Menschen und Liedenschaften (1930). Works by M.Y.Lermontov in 4 volumes. Khudozhestvennaya Literatura Publishers. Moscow, 1959. Vol. Vol III. P.489
10. Lermontov, Mikhail Yurievich". Russian Authors. Biobibliographical Dictionary. Vol 1. Prosveshchenye Publishers, Moscow. Retrieved 2013-12-01.

11. "Mikhail Lermontov. Literature. Prominent Russians". Russapedia. Retrieved 2012-12-01.
12. Lermontov, Mikhail Yurievich". Russian Authors. Biobibliographical Dictionary. Vol 1. Prosveshchenye Publishers, Moscow. Retrieved 2013-12-01.
13. "Mikhail Lermontov. Literature. Prominent Russians". Russapedia. Retrieved 2012-12-01.
14. Viskovatov, P.A. Chapter 2 p.6
15. Manuylov, V.A. The Life of Lermontov. Timeline. Works by M.Y.Lermontov in 4 volumes. Khudozhestvennaya Literatura Publishers. Moscow, 1959. Vol. IV. P.557-588
16. Skabichevsky, Alexander. Chapter 2.
17. "Lermontov, Mikhail Yurievich". Russian Authors. Biobibliographical Dictionary. Vol 1. Prosveshchenye Publishers, Moscow. Retrieved 2013-12-01.
18. Manuylov, V.A. The Life of Lermontov. Timeline. Works by M.Y.Lermontov in 4 volumes. Khudozhestvennaya Literatura Publishers. Moscow, 1959. Vol. IV. P.557-588
19. "Lermontov, Mikhail Yurievich". Russian Authors. Biobibliographical Dictionary. Vol 1. Prosveshchenye Publishers, Moscow. Retrieved 2013-12-01.
20. Skabichevsky, Alexander. Chapter 6.
21. Skabichevsky, Alexander. Chapter 9.
22. Lewis Bagby (2002). A Hero of Our Time. Introduction. Northwestern University Press. Retrieved 2013-11-01., Alexander. Chapter 9.

23. Lewis Bagby (2002). A Hero of Our Time. Introduction. Northwestern University Press. Retrieved 2013-11-01., Alexander. Chapter 9.

24. "Lermontov, Mikhail Yurievich". Russian Authors. Biobibliographical Dictionary. Vol 1. Prosveshchenye Publishers, Moscow. Retrieved 2013-12-01.

25. Manuylov, V.A. The Life of Lermontov. Timeline. Works by M.Y.Lermontov in 4 volumes. Khudozhestvennaya Literatura Publishers. Moscow, 1959. Vol. IV. P.557-588

26. Manuylov, V.A. The Life of Lermontov. Timeline. Works by M.Y.Lermontov in 4 volumes. Khudozhestvennaya Literatura Publishers. Moscow, 1959. Vol. IV. P.557-588

27. Lewis Bagby (2002). A Hero of Our Time. Introduction. Northwestern University Press. Retrieved 2013-11-01.

28. Lewis Bagby (2002). A Hero of Our Time. Introduction. Northwestern University Press. Retrieved 2013-11-01.

29. Manuylov, V.A. The Life of Lermontov. Timeline. Works by M.Y.Lermontov in 4 volumes. Khudozhestvennaya Literatura Publishers. Moscow, 1959. Vol. IV. P.557-588

30. Al Quran Surah Al Najam 53:3,4

☆......☆......☆

ڈاکٹر عزیز احسن

ایک حمدیہ نظم کا تجزیاتی مطالعہ

ABSTRACT: The HAMD written by modern poet Qamar Jamil has been analyzed for tracing routes of thought content besides poetic beauty of the same. Hamdia poetry's grandeur reflected in modern poetry needs appreciation in order to promote religious sensibility in Urdu literature. The symbolism elaborated in this article is unique one for Criticism of devotional poetry. This may help fixing Criticism's standards in line with contemporary literary trends.

ساختیاتی مفکرین کی کثیر المعنویت کو اس متن کے تلازمات، حوالوں اور اس میں پوشیدہ مناسبات کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ رولاں بارتھ ایک متن سے دوسرے متون کے اس قسم کے رشتوں کو Intertexts (بین المتنیت) کا نام دیتا ہے۔کوئی ادبی متن ہواؤں میں معلق نہیں ہوتا اس کا تعلق ضرور اس لسانی نظام میں موجود دوسرے متون سے ہوتا ہے۔اس متن کی قرأت سے کوئی بھی باذوق قاری یا نقاد اس متن کے دوسرے متون سے انسلاک کو پہچان کر ان کی نشاندہی کرسکتا ہے۔

روسی ہیئت پسندوں کے نزدیک ادب اجنبیا نے Defamiliarisation کا عمل ہے۔ شکووسکی کہتا ہے کہ آرٹ کی تکنیک یہ ہے کہ اشیاء کو اجنبیا دے۔ فارم میں اشکال پیدا کردے تا کہ محسوس کرنے اور سمجھنے کے عمل میں قدرے دقت ہو اور کچھ زیادہ وقت صرف ہو کیونکہ محسوس کرنے کا عمل فی نفسہٖ جمالیاتی کیفیت کا حامل ہے۔

جدید شاعر بیشتر ادب کی رومانوی تحریک کے زیر اثر عقل پرستی کی روایت 'اصول فن' کلاسیکی مزاج بلکہ مذہبی قیود تک سے خاصی حد تک آزاد ہونا چاہتا ہے۔اس لیے اس کے تصور شعر میں حمدیہ نغمہ بھی اس کے ذاتی جذبے، مخصوص لہجے اور داخلی آہنگ میں گونجتا ہے۔اس شاعرانہ رویے کے تحت جو تخلیق وجود میں آتی ہے اس میں نئی شعریات کا عمل کارفرما ہوتا ہے۔جدید شاعر جب حمد کہتا

ہے تو اس میں بھی مذہبی تقدس سے زیادہ شعری جمالیات کی بازآفرینی کی آرٹ کا عکس پڑ رہا ہوتا ہے۔

اس پس منظر میں جدید تر شاعر کی ایک حمد یہ نظم کا تجزیہ پیش کر رہا ہوں تا کہ اجنبیا نے اور تجدید متن کے عمل کو سمجھا جا سکے۔

میری آنکھیں، میری جان
تیرا عبادت خانہ
اور اپنے لیے اک نارِ جحیم
میرا دل ہرنوں کے لیے
میدانِ عظیم
اور اپنے لیے اک خانۂ بیم
میرا دل ''تورات'' کی شان
میرا دل قرآنِ کریم
میں نے اپنی مٹی اپنا پانی
اپنا خون نہ سمجھا اپنا خون
دیکھ یہ دیوانہ شخص
جس کے لیے لایا ہے کوئی
ایک وصالِ دوام
ایک چراغ مبین (قمر جمیل)

قمر جمیل کی یہ نظم مذہبی روایت کی بازگشت، متصوفانہ شعری رویے کی گونج اور محکم نظام فکر سے انسلاک کے باوجود نئی شعریات کی بازآفرینی کی ایک اچھا مثال اور تجدید متن کا بہتر نمونہ ہے۔ اس نظ میں جن مضامین کو چھیڑا گیا ہے ان کا تعلق ہماری کلاسیکی شاعری کے غالب رُجحان اور صوفیانہ مزاج سے گہرا ہے۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ اس نے بین المتنیت (Intertextuality) کے اس عمل میں اپنی بھرپور شاعرانہ صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک وسیع منظرنامہ تخلیق کیا ہے اور اتنی چابک دستی سے مختلف متون کو یکجا کیا ہے کہ روایتی مذاق شاعری رکھنے والے لوگ تو کجا جدید اسلوب

سے مانوس قاری بھی حیرت زدہ ہو جائیں۔

اب ذرا دیکھئے کہ شاعر نے کن کلاسیکی خیالات کی تشکیلِ نو کا فریضہ انجام دیا ہے اور کس فنکارانہ انداز سے ع

کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے نفس میں بھی۔'' (حٰم السجدہ، آیت نمبر ۵۳) آفاق یعنی کائنات میں جاری و ساری نظام میں اللہ کی نشانیاں ہیں جن میں غور کرنے کی دعوت قرآن کریم نے بارہا دی ہے۔ ہماری کلاسیکی روایات میں تصوف کے زیرِ اثر جو شاعری ہوئی ہے اس میں جو خیال Under Current کے طور پر مسلسل گردش میں رہا ہے اس کا اظہار بھی اسی طرح ہوا ہے کہ یہ کائنات اپنے خالق کی ذات پاک کی جلوہ گری ہے۔

ایں نقش ہا کہ ہست سراسر نمائش است — اندر نظر چو صورتِ بسیار آمدہ!

ایں کثرتیست لیک ز وحدت عیاں شدہ — دیں وحدتیست لیک بہ اطوار آمدہ! (مغربی)

غالبؔ نے کہا :

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے — پردہ چھوڑا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے

جب کائنات اسی کی جلوہ گاہ ہے تو اس کو بہ نگاہ تامل دیکھنا بھی عبادت ٹھہرا اور کائنات کا مشاہدہ کرنے والی آنکھیں عبادت خانہ قرار پائیں۔ کلاسیکی شاعر نے کہا:

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا — تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا (میر دردؔ)

قرآنی زبان میں آفاق کے مشاہدے فارسی اور اُردو کلاسیکی شعری روایت کے اس پس منظر میں قمر جمیل کی نظم کی صرف دو لائنیں دیکھئے :

میری آنکھیں میری جان

تیرا عبادت خانہ

اگلی لائن میں شاعر کہتا ہے :

اور اپنے لیے اک نارِ جحیم

اس لائن میں شاعر نے آفاق کے مشاہدے کے بعد انفس کی جانب توجہ کی ہے اور فراق کی

اس آگ کی تپش محسوس کی ہے جس میں مولانا رومؒ سے غالبؔ اور بعد کے کلاسیکی شعرا کے دل جلتے رہے ہیں۔

پشنواز نے چوں حکایت می کند　　وز جدائی با شکایت می کند (مولانا رومؒ)

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا　　کاغذی پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا (غالبؔ)

تیرا ملنا ترا نہیں ملنا　　اور جنت ہے کیا جہنم کیا (آسی غازی پوری)

یہ تمام روایتی متون قمرجمیل کی ایک لائن میں سما گئے اور احساس کی زیادہ شدت کے ساتھ۔

اس دوری اور نارسی کا اثر یہ ہوا کہ شاعر کا دل سخت وحشت زدہ ہو گیا۔ اس وحشت کا عملی مظاہرہ اور متحرک منظرنامہ دکھانے کے لیے شاعر نے اپنے دل کو ہرنوں کے لیے ایک وسیع میدان بنا کر پیش کیا۔ آہو کی وحشت زدگی ضرب المثل ہے اور آہوئے رم خوردہ ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے ہرن کو کہتے ہیں۔ غالبؔ نے کہا تھا:

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں　　میں دشتِ غم میں آہوئے صیاد دیدہ ہوں

اور وحشت کا نتیجہ وہی خوف نایافت۔ یعنی اقبالؒ کی زبان میں:

وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی　　مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ بے نوازی

اس تمام کہانی کو قمرجمیل نے ایک لائن میں سمیٹا ہے۔

اور اپنے لیے اک خانۂ بیم

آفاق کا نظارہ کرنے والی آنکھوں کے بعد انفس کی نمائندگی کرنے والے دل کی مختلف کیفیات کا شعری مرقع بناتے ہوئے دل کی عظمتوں کا خیال آیا تو شاعر نے مذہبی تقدس اور روایت کا تسلسل ظاہر کرنے کے لیے تورات اور قرآن کریم سے دل کو تشبیہ دے کر روحانی نظام کے زمانی پھیلاؤ کو سمیٹنے کی کوشش کی۔ یہ شاعر کی منزلِ عرفان ہے۔ اس کے بعد مشاہدۂ ذات کا مرحلہ اپنی ہستی سے گزر جانے پر اُکساتا ہے کہ:

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

لہٰذا شاعر کو اپنی مٹی، اپنے پانی اور اپنے خون کی اس ذات کے سامنے بے وقعتی کا احساس ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ مذہبی روایت کی رو سے آدمؑ کی ذرّیت کے لیے قربانی کا تصور بھی بڑا مقدس ہے

جس نے شہادت کو اعلیٰ مقام عطا کیا۔ دیوانہ ذات کا حال یہ ہے کہ:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

(اقبال)

دیوانگی کا حوالہ دے کر شاعر نے نظم کو کلائمکس سے ہم کنار کر دیا جس کے لیے ''کوئی'' یعنی خالق کائنات (دیکھئے اس ''کوئی'' میں روایتی تجاہل عارفانہ بھی موجود ہے) وصال دوام کا مژدہ لایا ہے۔ اس مرحلے پر سورۂ فجر کی وہ آیات یاد آ رہی ہیں جن میں نفس مطمئنہ کو اللہ رب العزت نے اس طرح مخاطب فرمایا ہے:

''اے نفس مطمئنہ! چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں داخل ہو جا میری جنت میں۔''

اور جنت وصال محبوب حقیقی کا مقام ہے۔

پھر وصال دوام کا مژدہ جس ہستی کے طفیل ملا وہ سراج منیر ہے۔ (سراجا منیرا...... روشن چراغ......سورۂ احزاب، آیت ۴۶) صلی اللہ علیہ وسلم

قمر جمیل نے ''ایک چراغ مبین'' کہہ کر بات ختم کر دی جو روحانی نظامِ فکر کی تکمیل کی طرف ایک بلیغ اشارہ ہے اور ختم نبوتؐ پر شاعر کے ایمان کا برملا اظہار بھی۔

یہ ہے وہ مذہبی اور ادبی روایات و خیالات کی بوقلمونی (یا وہ طیف Spectrum) جس کے تناظر میں قمر جمیل نے یہ نظم تخلیق کی ہے۔ اس نظم میں قمر جمیل نے بہت سارے نتائج اور بیان شدہ متون (Texts) کو ایک نئے متن میں ڈھال کر بین المتنیت (Intertextuality) کا ایک اچھا نمونہ پیش کیا ہے۔

قمر جمیل کی اس نظم میں ان کی جذبہ پرستی، تخیل کی آزادہ روی، روایتی طرز اظہار سے گریز اور تصوف سے ان کی دلچسپی کے آثار نمایاں ہیں جو رومانویت (Romanticism) کی طرف ان کے میلان طبع کے آئینہ دار ہیں۔

یہ نظم اپنے منفرد اسلوب اور شاعرانہ اظہار (Poetical Expression) کے باعث حمدیہ شعری ادب میں ایک اضافہ ہے۔

☆......☆......☆

محمد قاسم کیلانی
حافظ آباد

محمد حنیف نازشؔ کے نعتیہ مقطعے

عہد حاضر کے عظیم نعت گو شاعر الحاج محمد حنیف نازش قادری ۱۹۳۵ء میں ہندوستان کے ضلع امرتسر کی تحصیل اجنالہ کے قصبہ گگومال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شیخ رحمت اللہ تھا۔ والدہ بھی نیک سیرت خاتون تھیں جن کی آغوش میں تربیت پا کر نازشؔ پروان چڑھے۔ قیام پاکستان کے وقت ان کی عمر ۱۲ سال تھی۔ ہجرت کے بعد گوجرانوالہ کے نواحی شہر کامونکی میں رہائش پذیر ہوئے۔ انہیں اوائل عمری سے ہی جید علماء و مشائخ کی صحبتوں سے مستفیض ہونے کے وافر مواقع ملے۔ زمانۂ طالب علمی میں شعر گوئی کا آغاز کیا۔ ابتداء میں غزل لکھی لیکن بعد ازاں روئے سخن نعت کی طرف ہو گیا اور صرف نعت ہی کے ہو کر رہ گئے۔ نعت نگاری میں انہوں نے استاذ الشعراء حضرت حفیظ تائبؒ سے اکتساب کیا اور روحانی فیوضات کے حصول کے لئے پیر سید عبدالمعبود گیلانیؒ کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ محمد حنیف نازشؔ متنوع الجہات شخصیت ہیں۔ انہوں نے شاعری کی تمام معروف اصناف اور ہیئتوں میں وقیع ادب تخلیق کیا ہے۔ ان کے چار مجموعہ ہائے کلام اشاعت آشنا ہو چکے ہیں۔ جن میں ''سخن سخن خوشبو''، ''آبرو''، ''حدوں ودھ درود نبیؐ تے''، اور ''نعت ہوتی رہے''، شامل ہیں۔ مزید مجموعے بھی اشاعت و طباعت کے لئے تیار ہیں۔

وطن عزیز کے برگزیدہ شعراء کی صف میں محمد حنیف نازشؔ کا وجیہہ سراپا، شفقت سے بھرپور رویہ، مٹھاس بھری گفتگو، چست، زیرک، ذہین اور شربتی آنکھیں، مسنون سفید داڑھی، گرمئ عشق سے لبریز گہری گندمی رنگت، اوزانِ شعری کو تولتا ہوا ذہن، نئی نئی فضاؤں میں اڑان بھرتا تخیّل، شگفتہ مزاج، چکنی سماعت اور کھنکتا ہوا لہجہ اس قدر نمایاں اور یگانہ نظر آتا ہے کہ ایک اجنبی بھی پہلی ہی ملاقات میں ان کی شفقت کے ہالے میں گھر جاتا ہے۔ ان کی شاعری جدت اور روایت کا حسین امتزاج ہے۔ ان کی نعتوں میں عقیدت کے عالم کے ساتھ ساتھ نئے نویلے موضوعات کا جہان بھی آباد ہے۔ نازشؔ قادری کی نعتیہ شاعری سیرت نگاری اور سراپا نویسی کا عمدہ نمونہ اور فنی لوازم کا دلکش

مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے جملہ مسائل کا احاطہ بھی کیے ہوئے ہے۔ وہ اپنی ہر مشکل کا حل دربارِ رسالتؐ سے طلب کرتے ہیں ۔ان کا ہر ردیف و قافیہ ان کی استادانہ چابکدستی کا منہ بولتا ثبوت ہے وہ مصرع ایسے قرینے سے تراشتے ہیں کہ اس کی بے ساختگی دل کو موہ لیتی ہے ۔ انہوں نے مختصر اور طویل بحروں میں بڑی سلاست اور سہولت سے پُر گوئی کا حق ادا کیا ہے ۔ نازشؔ قادری نعت کے مطلع میں ہی ایسی دلکش اثر آفرینی بھر دیتے ہیں جو قاری اور سامع کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے ۔غزل کی ہیئت میں لکھے جانے والے کلام میں مطلع اور مقطع دونوں خاصی اہمیت رکھتے ہیں ۔ کیوں کہ مطلع، کلام کا چہرہ اور مکھڑا ہوتا ہے ۔جسمِ انسانی میں جو مقام چہرے کا ہے غزل میں وہی حیثیت مطلع کو حاصل ہے۔ جبکہ مقطع کلام کی فکری و جذباتی فضا کی انتہا ہوتا ہے اور شاعر کی سخنوری اورحرف مدّ عا کا اظہار یہ بھی۔محمد حنیف نازشؔ کی نعتوں کے مقطعے ان کی نعت سے دیرینہ وابستگی ، تخلیقی شعور، ریاضت فن اور ہمہ وقتی اخلاص و انہماک کا نتیجہ ہیں ۔ جو کہ متنوّع موضوعات اور کیفیات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں ۔بعض اوقات مفہومی اعتبار سے کلامِ نازشؔ کا مقطع اسی خیال اور فکر کا ترجمان ہوتا ہے جس کا تسلسل کلام میں نظر آتا ہے ۔ جبکہ اکثر مقطعے ایسے نرالے ، انوکھے ، اچھوتے اور چونکا دینے والے ہوتے ہیں کہ باذوق سامعت اش اش کر اٹھتی ہے ۔نازشؔ قادری کے بیشتر نعتیہ مقطعے اس نعمت عظمیٰ ،سوغات جمیلہ اور دولت دائمہ کے شکرانے کی کیفیات سے سرشار ہیں جو انہیں ’’ نعت رسولِ ؐمقبول‘‘ کی صورت میں بارگاہ ایزدی اور بارگاہِ نبویؐ سے عطا ہوئی ہے۔ درِ رسولؐ سے احساساتی ، جذباتی اور نظریاتی وابستگی انسان کے دل میں وہ کیف اطمینان سمو دیتی ہے کہ وہ مادی جہان اور اس کے مصنوعی طمطراق کی طرف آنکھ اٹھانا بھی ناروا سمجھتا ہے ۔عقیدت جب اس مقام قربت سے مشرف ہوتی ہے تو بارگاہِ ناز سے مزید انعامات سے نوازی جاتی ہے پھر وارفتگی و خودسپردگی کو بے ساختگی کی نوا عطا ہوتی ہے ۔ اسی بے ساختگی میں عاشق اپنے دل کی بات کہہ گزرتا ہے اور نسبت ناز پر بصد نیاز جھومتا ہوا حریم بے خودی میں رقصاں ہوجاتا ہے ۔کیونکہ نعت لکھتے ہوئے شاعر کا سب سے بڑا مقصد حضورؐ سے اپنی نسبت کا اظہار ہے ۔ یہ نسبت ذرّے کو آفتاب کی چمک اور قطرے کو سمندر کی گہرائی عطا کرتی ہے ۔ اس کی بدولت شاعری کامل طور پر عاجزی کی علامت بن کر محبت کا روپ دھار لیتی ہے۔ نازشؔ قادری کی شاعری میں اس عجز و نیاز

مندی کی مہکار ہے ۔نعت لکھتے ہوئے ان کا قلم عشق وعقیدت کے سچے موتی بکھیرتا ہے، ان کا اندازِ ناز بصد نیاز، ملاحظہ ہو!

ہے ناز مجھے نسبت حسّان پہ نازشؔ
وہ نعت کا سورج ہیں میں چھوٹا سا دِیا ہوں

اس مقطع میں صوری، معنوی اور نسبتی تسلسل کا وہ حسن کارفرما ہے جو ایک دیے سے لے کر سورج تک کے ذرائع انوار میں نہاں ہونے کے باوصف عیاں نظر آتا ہے ۔ نازشؔ، رعایت لفظی کا خوب استعمال کر کے کمال بلاغت، سہولت اور سلاست کے ساتھ اپنی ہستی کا اعتراف بھی کر گئے اور اپنی حقیقی فروتنی وانکساری کا اظہار بھی کر گئے ہیں ۔انہوں نے نعت سے اپنی لگن کو مختلف پہلوؤں اور زاویوں سے دیکھا اور برتا ہے ۔محمد حنیف نازشؔ کے لئے محبوبِ خداؐ کی توصیف وثنا عین سعادت ہے اورروح عبادت ہے ۔نعت کہتے ہوئے ان کی فکر کے جگنو گنبد خضریٰ کی نور بیز طلعتوں سے فیض یاب ہوکر محوِ پرواز ہوتے ہیں ۔انہوں نے ساری زندگی نعت کہتے ہوئے بسر کی ہے ۔نعت ان کے دل کی وادی سے عقیدت کا کمال لے کر طلوع ہوتی ہے ۔ نازشؔ یہ راز جانتے ہیں کہ نعت صرف شاعری نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو اپنے دامن میں سمونے کا بہانہ ہے ۔ وہ نعت گو شعراء کے فنی کمالات سے بھی آشنا ہیں جنہوں نے اپنی فکری بلندیوں کو محبت مصطفیٰ ﷺ سے آراستہ کیا ہے اور اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ اگر نعت کو محبت رسولؐ کا گداز اور عشق کی پرواز میسر نہ آئے تو یہ صرف بے جان لفظوں کا گھروندا بن کے رہ جاتی ہے ۔انہوں نے نعت گوئی کو اپنا اعزاز قرار دیا ہے ۔ان کا یہ جذبہ قابل صد دید اور لائقِ ہزار داد ہے ۔ میدان نعت ہو یا غزل، شاعر کا بڑا کمال یہ ہے کہ وہ بڑی سے بڑی حقیقت اور کیفیت کو تھوڑے الفاظ میں بیان کرنے کا سلیقہ جانتا ہو ۔یہ صفت ایجاز واختصار کہلاتی ہے ۔ ہر سچّے اور سُچّے ناعت کی طرح انہوں نے بھی نعت کو خالصتاً اللہ رسولؐ کی عطا ہی جانا ہے ۔ان کے درج ذیل مقطعے انہیں احساسات کے غمّاز ہیں ۔

ہے نعتِ نبیؐ دینِ خدا وندِ جہاں کی
کام آتا ہے نازشؔ نہ تدّبر نہ تفکّر

دے کے توفیق ثنائے شہِ بطحا نازشؔ
کر دیا خالقِ اکبر نے مرا فن روشن
مجھ کو اپنی نعت لکھنے پر لگایا آپؐ نے
سرورِ عالمؐ کی نازشؔ پر عنایت عام ہے

اسی عطا اور کرم کا اعتراف وہ اپنے ایک حمدیہ مقطع میں کرتے ہیں جو نعتیہ آہنگ لئے ہوئے ہے۔

جب خامہ چلا تو لکھی گئی یا حمدِ خدا یا نعت نبیؐ
کتنا ہے نازشؔ عاصی بھی قسمت کا دھنی اللہ غنی

دربارِ رسالت مآبؐ میں دامن پسارے، دست طلب دراز کیے، خیرات جُو ہوئے، سراپا التجا بنے، نازشؔ قادری کی ایک اور جھلک جلوت خانۂ سپاس سے دیکھیئے:

اپنے نازشؔ پہ کر دیجیئے گا عطا، شاہ ارض وسما!
گلشن نعت کا میں بھی ہوں عندلیب ،اے خدا کے حبیبؐ

شعر گوئی کا سلیقہ اور مافی الضمیر کے اظہار کا قرینہ مل جانا بڑی بات ہے اور پھر اس قرینہ اور سلیقہ کا انسلاک بابِ مدحت خیرالوریٰؐ سے کر لینا اس سے بھی بڑی بات ہے۔ اسی تحدیثِ نعمت کا اظہار یہ ملاحظہ ہو!

کیوں روز نئی نعت ِ نبیؐ لکھوں نہ نازشؔ
صد شکر ہنر پاس ہے قرطاس و قلم پاس

دیگر اصناف سخن میں نعت کی ترغیب پر مبنی آرزوئے نازشؔ، پڑھیے:

نازشؔ غزل ہو، گیت ہو، نغمہ ہو ، نظم ہو
ان سب میں مصطفیٰؐ کی ثنا کتنی خوب ہے

منفرد ردیف وطرز ادا کے حامل دو منفرد مقطعے دیکھئے، جو محض شاعرانہ تعلّی نہیں بلکہ قرینِ حقیقت ہیں:

بے نوائے شہر ہوں نازشؔ مگر یہ ناز ہے
ذکر سے سرکارؐ کے میری نوا ہے منفرد

نازشؔ ان کی چشم رحمت کے طفیل
رنگِ مدحت ہے جدگانہ مرا

نازشؔ تا حیات نعت پاک کو متاعِ زیست بنانے کا اشتیاق پالے ہوئے ہیں سہل ممتنع کا عمدہ نمونہ ملاحظہ ہو:

لوگوں کے لاکھ ارماں ، مگر
نازشؔ کا ارماں نعت پاک
جی میں ہے نازشؔ کہ اب لکھئے تو بس نعتِ نبیؐ
ذہن پر کیوں ڈالیے نظموں کا افسانوں کا بوجھ
نازشؔ ان کی نعت میں مشغول ہے شام و سحر
دیکھنے والو! ذرا اس کا مقدر دیکھنا

محمد حنیف نازشؔ زود گو شاعر ہیں ان کی اس زودنویسی کے پس منظر میں ان کی طویل ریاضت، کہنہ مشقت، فیضِ عقیدت اور دنیائے نسبت کا اثر کارفرما ہے۔

مجھ پہ نازشؔ میرے آقاؐ کا کرم ایسے ہوا
بے تکلّف نعت کہہ دی جب بھی فرمائش ہوئی
ہے شعر شعر میں میرے نبیؐ کا ذکرِ جمیل
انھی کے ذکر سے نازشؔ بھری ہے میری بیاض
نت نئی نعت عطا کرتے ہیں وہ نازشؔ کو
ایسی بارانِ عنایت بھی نہ دیکھی نہ سنی
نعت نبیؐ کا کیا ارادہ نازشؔ نے
جب دل کے دالان میں گونجا انؐ کا نام
جب کوئی ہم سے طلب کرتا ہے تحفہ نازشؔ
ہم اسے نعت کے اشعار سنا دیتے ہیں

کرم قسّام ازل کا وہ جوہرِ حقیقی ہے جو کئی تلاش کرنے والوں کو عمر بھر ہاتھ نہیں آتا لیکن بعض

خوش نصیب ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی راہِ زیست کے ہر موڑ پر کرم فرمائی کی جاتی ہے ۔ نازشؔ قادری انہی خوش بختوں میں سے ایک ہیں جنہیں بارگاہِ کریم سے کرم کی سوغات کا وافر حصّہ ملا ہے ۔ وہ اپنی ہر کامیابی کو اسی کرم کا مرہون منت مانتے ہیں ۔ مزید کرم کے لئے بارگاہِ کریم کائناتؐ میں التجا کناں ہوتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دہر کی ہر تنگی، ترشی، بیماری، پریشانی، دکھ، درد، غم اور الم کا ازالہ اور مداوا حضورؐ کی بارگاہِ اقدس سے ہوتا ہے ۔ ہر سچے عاشق کی طرح شاعر کی ہر مصیبت، تکلیف اور کلفت کا چارہ بھی حضورؐ کا ذکر ہے ۔ وہ حضورؐ کا کرم اپنی زندگی اور شاعری میں یکساں طور پر ظہور پذیر ہوتا محسوس کرتا ہے، ذیلی مقطعے شاعر کی تشکّرانہ خود کلامیوں کے مظہر ہیں :

عاصی جہان بھر کا کہے نعتِ مصطفےٰؐ
نازشؔ پہ کیا کرم ہے نبیؐ کا خدا کی شان

اذنِ مدحت مل گیا نازشؔ کو
ذرّۂ ناچیز پر اتنا کرم

کرم تو دیکھو کہ میرے قلم وہ نازشؔ
غزل سے جانبِ توصیف موڑ دیتے ہیں

ایک نعت کا مطلع اور مقطع ملاحظہ ہو!

نعتِ محبوبِ خداؐ سے کام ہے
رات دن ان کی ثنا سے کام ہے

وہ کرم کر دیں تو ہے انؐ کا کرم
ہم کو نازشؔ التجا سے کام ہے

اس مقطع میں ’’ سہارا ہمارا تمہارا ‘‘ کے صوتی آہنگ سے پیدا ہونے والی نغمگی قابل صد تحسین ہے ۔

نازشؔ کا دوجہاں میں سہارا ہے اور کون؟
ہرحال میں سہارا ہمارا تمہارا نام

نعتِ رسولِ مقبولؐ لکھنے، پڑھنے اور سننے کی دولت صاحبِ دل کو ہی ملتی ہے ۔ صاحبِ دل

ہونا خداوند جہاں کا بہت بڑا انعام ہے۔ مدحت خیرالبشرؐ شاعر کے لئے دین و دنیا میں عزّت وآبرو اور وقار وافتخار کا باعث ہے۔ اس لئے کہ سرورِ عالمؐ کی توصیف وثنا میں رطب اللسّان ہونا توفیق خداوندی کے بغیر ممکن نہیں۔ نعت، ناعت کے لئے وجہِ عزّ وشرف ہے۔ نازشؔ قادری کے مقطعے دیکھئے!

مل گئی توفیق مدحت جب سے اے نازشؔ مجھے
ذکر میں لذّت عبادت میں حلاوت بڑھ گئی
کیا کہوں نازشؔ جو اہل زر نہیں پہچانتے
اہلِ دِل کے درمیاں تو میری شہرت بڑھ گئی

مدحتِ خیرالوریٰؐ کا سرمدی نغمہ ہر مادح کے لئے دنیا میں بھی وجہ شرف ہے اور عقبیٰ میں بھی باعث نجات اور وسیلۂ بخشش۔ ہر شاعر کا عقیدہ ہے کہ حضور والئ دو جہاںؐ اپنے نعت نگاروں اور نام لیواؤں پر بروزِ حشر ضرور کرم نوازی فرمائیں گے۔ ہر کڑے وقت میں حضور ﷺ کا کرم دست گیری ومشکل کشائی فرمائے گا۔ محمد حنیف نازشؔ بھی ایسی ہی کیفیات تیقّن سے سرشار ہیں۔ وہ نعت کو زادِ راہ آخرت سمجھتے ہیں اور اس سہارے پر خوب تکیہ کیے ہوئے ہیں۔ نازشؔ جانتے ہیں کہ وہ جن کی نعت لکھتے ہیں وہی شافع محشر اور شفیع المذنبین ہیں۔ نبیٔ رحمتؐ کی شانِ بندہ نوازی اور شانِ خطا پوشی مرتبہء کمال پر ہے۔ بروز قیامت خدائے لاشریک اپنے محبوب تاجدارِ کونین، وسیلۂ دارین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور شفاعتِ کبریٰ کا تاج آپؐ ہی سرِ انور پر سجائے گا آپؐ گناہ گاروں کی خطا پوشی فرماتے ہوئے ان کی شفاعت فرمائیں گے اور آپؐ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

تھا تو ناکارہ ہی نازشؔ حشر میں بخشا گیا
آمنہؓ کے لال کی توصیف و مدحت کے طفیل
نازشؔ اپنے پاس تو کچھ بھی نہ تھا یوم حساب
نعت کے فیضان سے بخشش کا ساماں ہوگیا
جانتا ہوں اس کو نازشؔ زادِ راہِ آخرت
داد کی صورت میں جو نعتوں کا نذرانہ ملا

نسخہء نعت ِ نبیؐ نازشؔ مداوا بن گیا
نامئہ اعمال میں تھیں لاکھ بد پرہیزیاں

سرورِ عالمؐ کی کملی مبارک کی شان اور کرم نوازی نازشؔ قادری کے ان مقطعوں میں دیکھیئے :

محشر کا نازشؔ غم نہ کھا، لے کر شفاعت کی ردا
غم خوارِ محشر آگئے ، اھلاً و سہلاً مرحبا

جس کا اک اک تار لاکھوں عاصیوں کو ڈھانپ لے
ایسی پردہ پوش ہے نازشؔ ردائے مصطفیٰؐ

بارگاہِ مصطفیٰؐ سے سب کی بگڑی بننا، عاصیوں کی لاج نبھانا، اپنے تو اپنے ہیں لاکھ بیگانوں کے سر پر بھی دست شفقت رکھنا، میرے آقاؐ کی رحمت کا شیوہ ہے اور اردو نعت کا ایک خوبصورت باب ہے۔ اسی اندازِ لجپالی کی غمازی نازشؔ کے ان مقطعوں میں ملاحظہ ہو!

اور تو کوئی عمل پاس نہیں ہے نازشؔ
نعت لکھوا کے بناتے ہیں گناہ گار کی بات

کیوں مری بگڑی ہوئی بات نہ بنتی نازشؔ
ان کا بندہ ہوں جنہیں بات بنا آتی ہے

فضائل ومحاسنِ درود پاک نعت کا ایک مستقل موضوع ہے۔ حق بات تو یہ ہے کہ درود، نعت ہے اور نعت، درود ہے۔ درود وظیفۂ ردِّ بلّیات ہے۔ قلب تپیدہ سے نکلتی ہوئی مناجات ہے۔ درود صفت وثنائے نبیؐ کی بہار ہے۔ باعث حصول رحمت پروردگار ہے۔ مومنوں کی چاہت کا معیار ہے۔ عاصیوں کی بخشش کا اعتبار ہے۔ سرمدی نغمات کا نکھار ہے۔ عاشقانِ مصطفیٰؐ کا شعار ہے۔ طالب صادق کا وقار ہے اور نعت گو کے قلم کا افتخار ہے۔ درودِ پاک وہ وظیفہ ہے جسے انسان تو انسان فرشتے بھی حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔ درود وہ عبادت ہے جو قطعی القبول ہے۔ دارین میں باعث راحت وآرام ہے۔ درود خوان ہمہ وقت ربّ تعالیٰ کی رحمتوں کا مہبط بنا رہتا ہے۔ رحمت کے فرشتے حکم ربّانی سے اس پر رحمتیں بھیجتے ہیں اور اس کے لئے برکت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ درود خوان کبھی محروم و مجبور نہیں رہتا۔ اسے محبوب خداؐ کی بارگاہ میں شرف پذیرائی بخشا جاتا ہے۔ درود

قربت مصطفیؐ کا آسان ترین اور تیز ترین ذریعہ ہے۔ درود پاک کو حرزِ جاں بنانے والے خوش بختوں کے لئے درکرم ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے کھول دیا جاتا ہے اور حاضری سے حضوری تک کے تمام مراحل آنِ واحد میں طے ہوجانے کے بعد انہیں حریم اقدس میں باریابی کی سعادت افروز نعمت عطا فرمائی جاتی ہے۔ محمد حنیف نازشؔ ایک سچے مسلمان اور حضور اقدسؐ کے وفا دار غلام ہونے کے ناطے درود اور درود خوان کی توقیر و عزت، تاثیر و عظمت اور مقبولیت سے خاص طور پر آگاہ ہے۔ ان کی نعت، درود و سلام کا سدا بہار گلدستہ نظر آتی ہے۔ ان کے مصرعوں میں درودوں کی بارات اترتی محسوس ہوتی ہے۔ نازشؔ قادری کے درج ذیل مقطعے درود پاک کی تبلیغ، ترویج اور ترغیب کس قدر احسن انداز سے پیش کرتے ہیں۔

سبز گنبد کے تصور میں پڑھو اے نازشؔ
دیدِ محبوبؐ کا رستہ ہے درود اور سلام

درود ان پر پڑھو جتنا پڑھ سکو نازشؔ
کہ ہے یہ ان کے یہاں ایک امتیاز کی بات

نازشؔ درود پڑھتا رہا میں حضورؐ پر
جتنے بھی حادثات تھے رستہ بدل گئے

ہر طرف غلغلۂ صلِّ علیٰ ہے نازشؔ
ہر گھڑی دھن ہے اسی کام کی محفل محفل

یہ عشاق کا نصب العین ہے کہ ''جودم غافل سودم کافر''۔ نازشؔ اسی منشور کا پرچار کرتے ہیں۔

کوئی ساعت بھی نہ ہو اس کے بغیر
نازشؔ ان پہ بھیجنا ہر دم درود

درود سیّد لولاک پر پڑھ اے نازشؔ
مدد کو آئیں گے وہ کل تو ان کو بھول نہ آج

عشاق کے دلوں کے آبگینے آرزوئے مدینۂ پاک سے درخشاں و تاباں رہتے ہیں۔ شہر مدینہ کے ذرّے ذرّے سے اللہ کی رحمت کا نور پھوٹتا ہے۔ نازشؔ قادری بھی مدینہ پاک کی حاضری کی تمنّا

اور تڑپ اپنے دل بے تاب میں رکھتے ہیں کیونکہ مدینہ پاک ان کی دل فگار آرزوؤں کا مرکز، مہجور سسکیوں کا حاصل، ذوق شعر گوئی کا محور اور اشکوں کی منزل ہے۔ وہ ہر آن بارگاہ ناز سے بلاوے کے منتظر ہیں اور اسی امید پہ زندگی کے دن بیتائے جا رہے ہیں کہ کب کوئی کاروانِ حجازان کے پاس آ کر رکے اور انہیں بھی شریکِ زُمرۂ زائرینِ حرم کر لے۔ کبھی وہ بادِ صبا کو اپنی حاضری کا سندیسہ دیتے ہیں۔ کبھی کسی ہمدم کو اپنا نامہ بر بناتے ہیں اور کبھی خود سے خود کلامی کر کے اپنے آپ کو تشفی دیتے ہیں۔ اس تشفی سے حاصل شدہ اطمینان انہیں پھر سے نئی شادکامی عطا کرتا ہے اور وہ دوبارہ محو فریاد و فغاں ہو جاتے ہیں۔ مختصر اور طویل بحور میں مقطعے ملاحظہ کیجئے:

یارسول اللہؐ ! اب نازشؔ کو بلوا لیجئے
آپ کی نعتیں پڑھے بابِ حرم کے سامنے

جا رہے ہوں جو جانبِ طیبہ
نازشؔ ان قافلوں پہ میں قربان

☆☆☆

ڈس رہی ہیں جدائی کی گھڑیاں شہاؐ، کہہ رہی ہیں یہ اشکوں کی لڑیاں شہاؐ
پھر سے نازشؔ کو طیبہ میں لیجے بلا، صبر ہوتا نہیں چین آتا نہیں

☆☆☆

بلوائیں تجھے نازشؔ آقاؐ جو مدینے میں
سانچے میں ادب کے ڈھل سرکار کے قدموں میں

اذنِ مدینہ پا کر شاعر کی سپاس گزاری دیکھئے:

حاضری کا تو سندیسہ لائی نازشؔ کے لئے
شکریہ بادِ صبا بے انتہا بے انتہا

یقینِ کرم کی ایک کیفیت ملاحظہ ہو:

شامل قافلہ اس بار تو ہوں گے نازشؔ
بس ذرا آئے تو عمرے کا سہانا موسم

دربارِ نبیؐ سے بلاوا آنے پر روانگی سے قبل شاعر کا اہتمامِ جشنِ مسرّت دیکھئے اور ندرتِ فکر و خیال کا لطف کیجئے۔ اس مضمون کا شعر نعتیہ ادب میں شائد ہی ملے۔

نازشؔ آقاؐ نے بلایا تو ارادہ ہے مرا
ہوگیا کٹیا میں مری نعت شبینہ پہلے

☆☆

شکر صد شکر بلایا ہے نبیؐ نے نازشؔ
پھر سے میں مرکزِ انوار تک آپہنچا ہوں

بار بار طیبہ کی زیارت سے آنکھوں کے کٹورے بھر لینے کے باوجود شاعر کی خواہش دیدار تازہ بہ تازہ ہے۔ مدینے کا سفر ہی ایسا روح پرور، عقیدت آور، عشق آفریں، جاں نواز، کیف بار، نور بیز، محبت ریز، رحمتوں سے معمور اور برکتوں سے لبریز ہے کہ کبھی زائر کا دل اکتا جائے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شاعر جب بھی دست دعا بلند کرتا ہے، سو دعاؤں کی یہی ایک دعا اس کے لبوں پر مچل جاتی ہے۔ سلیقۂ حسنِ طلب دیکھئے! وہ چاہتا ہے کہ حضورؐ اسے خدمت میں بلائیں لیکن دعا وہ خدا سے کر رہا ہے۔ دعا کی روح اور ..... حضورؐ اور پروردگار کی معنوی قربت بے مثال ہے۔

نازشؔ پھر ایک بار بلائیں مجھے حضورؐ
پروردگار سے ہے مری التجا یہی

ہر ایک بیمارِ عشقِ سرورِ کونینؐ کی مانند نازشؔ کا اصرار اور یقین دیکھئے:

مجھ مریض عشق کی نازشؔ دوا کے واسطے
کوچۂ محبوب کی آب و ہوا کام آئے گی

ذیلی مقطع میں عظمت مواجہہ شریف کا بیان اس قدر بے ساختگی سے ہوا ہے کہ قاری ایک خوشگوار مسرّت اور حیرت سے چونک اٹھتا ہے۔ مصرع اوّل میں استفہامیہ لہجہ اور مصرع ثانی میں دیا گیا جواب حسنِ بیان میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

کون سی شے ہے حسیں سارے جہاں سے نازشؔ
کوئی پوچھے گا تو کہہ دوں گا ''سنہری جالی''

زیارتِ گنبدِ خضریٰ اور تلاوتِ اوصافِ مصطفیٰ: شاعر کی دھن اور لگن دیکھئے:

آپ کے روضے کو دیکھوں آپ کی باتیں کروں
نازشؔ عاصی کے دل کا اس سے وابستہ ہے چین

نازشؔ قادری کی ایک مقبول ومعروف نعت کا مقطع دیکھئے!

جس کے ہر شعر میں ان کا انداز ناصحانہ ہے۔ وہ اس بات کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے پیش نظر رکھتے ہیں کہ وہ لمحات جو سرکارِ دو عالمؐ کی حاضری میں گزریں، حاصل زندگی لمحات ہوتے ہیں۔ان متاعِ زیست لمحات کو جلدی میں نہ گزارا جائے بلکہ حضورؐ کی پرنور بارگاہ سے دائمی مہربانیاں، دوامی شفقتیں، سرمدی رحمتیں اور ابدی برکتیں اپنے دامن میں سمیٹی جائیں۔کیا خبر عمرِ مستعار دوبارہ مہلت دے یا نہ دے۔ نازشؔ بارگاہ نبویؐ کے ادب دان ہیں اور آداب سے آشنا بھی کرتے ہیں۔

جالیوں کے سامنے جلدی نہ کر
وہ ہیں نازشؔ مہر باں آہستہ چل

حضورؐ اپنے عشاق کے دلوں میں بستے ہیں یوں ہر عاشق کا دل آپ کی محبت کا مدینہ بن جاتا ہے۔عظمتِ عشاقِ نبیؐ کا بیان اس مقطع میں دیکھیے:

تیرے عشّاق کی کیا شان بتائے نازشؔ
تیرے عشّاق کا سینہ ہے مدینہ تیرا

اپنے محبوب مکّرمؐ کے ذکر کو بلند کرنے والا، اس کائناتِ رنگ و بو کا خالق ہے۔اگر نعت کے معانی معلوم کرنا ہوں اور نعت کا مفہوم ،مقصود ومطلوب ہو کہ نعت کسے کہتے ہیں تو دل کی آنکھوں سے قرآن پاک کی تلاوت کرنا چاہیے۔خدائے لم یزل نے صحیفۂ نور قرآن حکیم اپنے محبوب محتشمؐ پر نعت مسلسل کی صورت میں نازل فرمایا ہے۔جس کے ورق ورق پر آپؐ کے محامد ومحاسن کی دھنک پھیلی ہوئی ہے۔امّ المومنین صدیقۂ کائنات سیّدہ عائشہ پاکؓ سے آپؐ کے اخلاق کی بابت پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کان خلقہ القرآن ۔گویا نعت کا معتبر ومستند،منبع ومصدر قرآن مجید ہے۔جس سے روشنی کشید کر کے ہر نعت گو اپنے اشعار کے طاقچوں میں چراغاں کرتا ہے۔ نازشؔ قادری بھی قرآن شریف کو نعت کا اوّلین ماخذ قرار دیتے ہیں۔

نعت لکھو تو رکھو سامنے اس کو نازشؔ
آپ کی نعت میں ہے سارے کاسارا قرآں

الفاظ و معانی کی ان گنت کہکشائیں نازشؔ کے حریمِ دیدہ و دِل میں جلوہ گر ہیں۔انہوں نے ازل سے ابد تک پھیلی ہوئی بیکراں برکتوں اور جاوداں رحمتوں کوکئی رنگوں سے موضوع سخن بنایا ہے انہوں نے آپؐ کی ذاتِ مطہراور سیرت اطہر کو سر نامۂ بہار اور منبعٔ ہر روشنی قرار دیا ہے۔انہوں نے زندگی کی اعلیٰ اقدار کو آپ ہی کی دہلیز سے فیض یاب ہوتے ہوئے محسوس کیا ہے۔ان کے کلام میں تقدّس بھی ہے اور تازہ کاری بھی۔نعت گوئی کے میدان میں نازشؔ کی توجّہ ت کا مرکز حضور اکرمؐ کی صورت مبارکہ کے ساتھ ساتھ سیرت نگاری بھی ہے کیونکہ آپؐ کی سیرت مطہرہ میں ہر انسان کے لئے کامل راہنمائی کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔

آپ کا ہر عمل، ہر ادا، ہر فرمان دانش وحکمت کا گنجینہ ہے۔نازشؔ قادری اپنے قارئین کو تلقین کرتے ہیں کہ اگر وہ زندگی کی تیرہ و تاریک راہوں سے کامرانی سے گزرنا چاہتے ہیں تو حضورِ انورؐ کے فرامین، اقوال اور سنن مبارکہ سے راہبری حاصل کریں۔

ان کے قول ، ان کی ادا، ان کی حدیثیں نازشؔ
جگمگاتے ہیں یہی راہ دکھاتے ہیں چراغ

محمد حنیف نازشؔ تیقن کی اس منزل پر فائز نظر آتے ہیں جہاں ایک غلام کی نسبتِ غلامی اپنے آقا و مولاؐ کے ساتھ اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ وہ جو بھی طلب کرے گا اس کا دامن مرادوں سے بھر دیا جائے گا۔ان مقطعوں میں سرکارِ دو عالمؐ کی ذات ستودہ صفات کے وسیلہ سے دعا کرنے کی یقینی کیفیت دیکھئے:

مانگو آقاؐ کے وسیلے سے خدا سے نازشؔ
میں نہیں مانتا، یوں مانگو تو پھر کام نہ ہو
وہ خدا تو نہیں لیکن بخدا اے نازشؔ
ان کے قدموں میں جو آئے وہ خدا تک پہنچے

اللہ کریم نے اپنے محبوبؐ کو کونین کا مالک و مختار بنایا ہے۔آپؐ کی رضا خدا کی رضا ہے۔

آپؐ کی اطاعت رب تعالیٰ کی اطاعت ہے۔آپؐ خدا کی خدائی کے بادشاہ ہیں ۔آپؐ کی سطوت و شوکت کا پھریرا ارض وسماوات پر لہراتا ہے ۔نازشؔ قادری نے حضور اکرمؐ کے اختیارات ومعجزات کے مضامین کوکس قدر دلکش ردیف میں باندھا ہے:

وہ جو چاہیں چاند کو توڑ دیں انہیں اختیار دیا گیا
اور پھراس کے ٹکڑوں کو جوڑ دیں انہیں اختیار دیا گیا
لکھو نازشؔ ان کا معجزہ کہ کسی کی آنکھ نکل گئی
تو لعابِ پاک سے جوڑ دیں انہیں اختیار دیا گیا
اعجازِ پیمبرؐ کا بیاں کیسے ہو نازشؔ
وہ ہاتھ سے مس کردیں تو دیتی ہے چھڑی دھوپ

آقائے نامدارصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آفات وبلّیات کو ٹال دیتا ہے ۔اسی حقیقت کے عکاس مقطع کے مصرع ثانی میں مرصّع لسانی ترکیب کی کارفرمائی ملاحظہ ہو:

ہم کو نازشؔ جب بھی تڑپایا کسی آزار نے
نقشِ نامِ مصطفیٰؐ زیبِ گلو کرتے رہے

جب دل کا گداز، آنکھوں کا نم، جذبوں کی لے اورلفظوں کی تاثیر یکجا ہوجائیں تو حسنِ تغزل ابھرتا ہے تغزّل کا یہی حسن اور رنگ نازشؔ کی شاعری میں اپنی بہار دکھلاتا ہے ۔نعت کے قالب میں مظاہرِفطرت اور مناظرِ قدرت کا بیان اپنے اندر ایک خاص لطف وحظ رکھتا ہے ۔اس کی پہلی توجیح تو یہ ہے کہ سرورِعالمؐ صرف جنّ وانس کے نہیں بلکہ پوری کائنات کے رسولؐ ہیں ۔دوسرا یہ کہ فطرت نگاری جزوتغزّل بھی ہے ۔نازشؔ کی فطرت نگاری حقیقت کے بہت قریب ہے ۔پیرسید نصیرالدین نصیرؒ کی ایک نعت پر نازشؔ قادری کی تضمین فطرت نگاری کی عمدہ مثال ہے ۔

وادیاں ، سروسمن ، پھول ، شگوفے ، غنچے
ندیاں ، ابر ، شجر، حمد ، سناتے جھرنے
آبجو ، جھیل ، دھنک ، رنگ برنگے پودے
کہکشاں ، راہگزر، چاند ، ستارے ، ذرّے
سب چمک کر یہ دکھاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

دلکش مناظر کا یہی سجا سنورا حسن ان کے مقطعوں میں بھی جھلکتا ہے:

پھول، شگوفے، ماہ و اختر، نازشؔ ان کے نوکر چاکر
ذکر ان کا ہر زخم کا مرہم، صلی اللہ علیہ وسلم

پوچھو نازشؔ جب بھی اِن سے اُنؐ کا پتہ بتائیں
دھوپ، ہوا، چشمے، فوّارے، منظر، چہرے، پھول

تھی بند کلیوں کی مانند میری سوچ مگر
نبیؐ کے ذکر سے نازشؔ چٹک گئے الفاظ

خواجۂ کون و مکاں، سیّاحِ لامکاں، شہنشاہِ حسیناں، نازشِ مہ جبیناں، سرنشین مہ وشاں، سرورِ لالہ رُخاں، سرخیلِ زُہرہ جمالاں، باعثِ حسنِ کائنات، موجبِ تکوینِ عالم، وجہ قیامِ جہاں، احمدِ مجتبیٰ حضرت سیّدنا و مولٰنا محمد مصطفٰے ﷺ کو خداوند قدوس نے حسنِ صورت، حسن سیرت اور حسنِ اخلاق کے درجۂ کمال پر فائز فرمایا۔ آپؐ کی ہر ادا خیر و برکت کا خزینہ اور حسن حکمت کا گنجینہ ہے۔ جمالِ مصطفٰےؐ آئینۂ جمالِ خدا ہے۔ حسن و جمالِ مصطفٰےؐ کا تذکرہ، ہر دور کی نعت کا نمایاں پہلو رہا ہے۔ نازشؔ قادری کے ہاں اس کی عشوہ فرمائی اور جلوہ آرائی دیکھئے:

مری نظر میں یہ مطلب ہے من رآنی کا
خدا کی دید ہے نازشؔ مرے حضورؐ کی دید

سرکارِ دو عالمؐ کی ابد گیر اور عالمگیر رسالت و نبوّت کے موضوع کو کس قدر خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

رسالت ہے ابد تک ان کی
کرم انؐ کا برابر ہو رہا ہے

شاعر کا راسخ عقیدہ ہے کہ ہمیں سب کچھ حضورؐ ہی کے صدقہ اور وسیلہ سے ملا ہے:

دو جہاں میں سب کچھ اے نازشؔ ہمیں
صدقۂ خیرالوریٰؐ بخشا گیا

آقاؐ کی بارگاہ عالیہ منبعٔ انوار ہے اور نظام کائنات کے لئے نور رساں اور فیض بار ہے۔

نازشؔ ان سے مانگ لو کوئی کرن
ہے سوالی جن کے در کی روشنی
کر دو نازشؔ کے بھی مدفن میں اجالا آ کر
نور کے سانچے میں رب نے جسے ڈھالا تم کو
نازشؔ اپنے منبعٔ ضو کی زیارت کے لئے
منتظر اسریٰ کی شب تھا ہر ستارہ آپ کا

حضور اکرمؐ کا معجزۂ معراج ایک آفاقی، مشاہداتی اور ایمانی صداقت کا شاہکار ہونے کے باوصف ہر دور کی نعت کا ایک مستقل سر نامہ رہا ہے۔ جس کا تفصیلی و جزئیاتی بیان ہر زبان کے شعرا نے ''معراج نامے'' لکھ کر کیا ہے۔ کائنات ارضی وسماوی میں کسی اور انسان، فرشتے یا جنّ کو ایسی قربتِ ربّانی نصیب نہیں ہوئی۔ جس نے رات کے مختصر عرصے میں ساتوں آسمانوں سے گزر کر جیتی جاگتی آنکھوں سے جنت کی سیر اور دوزخ کا مشاہدہ کرنے کے بعد قاب قوسین او ادنیٰ کی جلوہ گاہ میں رب العالمین کا بے حجابانہ دیدار کیا ہو۔ نازشؔ قادری کے درج ذیل مقطعے معجزۂ معراج پاک کے مختلف اقتباسات اور مناظر کے عکّاس ہیں۔

قاب قوسین کی منزل پہ وہ جا کر ٹھہرے
سامنے ان کے بھلا کب مہ واختر ٹھہرے
نازشؔ سفر سے ان کی یہ تصدیق ہو گئی
ہیں اور کہکشائیں دیارِ فلک کے پار
گئے جو لامکاں کے پار نازشؔ
انہیں کا آستاں ہے سبز گنبد
کیا عقدہ کھلے عقل سے معراج کا نازشؔ
حیران تفہّم ہے تو حیرت بھی ہے گم سم

سرور عالم، قسّام خزائنِ رحمان حضور نبی اکرمؐ کی احادیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ اپنے اہل و عیال اور اعزّہ و اقارب پر خرچ کرنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ نازشؔ قادری نے اسی

حدیث مبارکہ سے اکتساب فیض کر کے رزق میں خیر و برکت کا ایک انوکھا نسخہ تجویز کیا ہے۔شاعر کا حسنِ تخّیل اور فلسفۂ عشق رسولؐ کا کنایہ دیکھئے:

خرچ کر عشاق پیمبرؐ پہ نازشؔ اپنا زر
مال میں برکت رہے گی اور دھن میں روشنی

نعت کے ضمن میں شان وعظمت اصحابِ رسولؐ کا تذکرہ بھی نعت کا روح افزا اور جان پرور دریچہ ہے۔صحابہ کرامؓ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کی نگاہوں نے نبوّت کے جمالِ جہاں آرا سے براہِ راست انوار سمیٹے اور حضور اکرمؐ کی خدمت میں بہ حالت ایمان حاضری وحضوری کی دولتِ لازوال سے بہرہ ور ہوئے۔آپؐ کے تربیت یافتہ افراد مختلف علاقوں میں توحید و رسالت کے اجالوں کو پھیلانے کا سبب بنے۔آپؐ نے صحابہ کرامؓ کومحرمِ راز کر دیا اور چشمِ بیدار بخش کر بھولے بھٹکوں کا راہنما بنا دیا۔نازشؔ قادری کا یہ مقطع شان وعظمتِ صحابہ کا عقیدت آفریں اظہار یہ ہے:

دیکھو نازشؔ شان اصحاب نبیؐ رکھتے تھے جو
قیصرو کسریٰ کی عظمت کے نشاں زیرِ قدم

محمد حنیف نازشؔ نے متقدمینِ نعت کو بھی خراج تحسین پیش کیا ہے اور اپنے معاصرین کی خدماتِ نعت کو بھی سراہا ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلویؒ کی زمین میں لکھے گئے قصیدۂ نور کا مقطع ملاحظہ ہو:

حضرت احمد رضا کی لے میں نازشؔ قادری
سر جھکا کر تو بھی کہہ دے بو ل بالا نور کا

وطن عزیز کے شہر اٹک سے تعلق سے رکھنے والے نامور شاعر ،محقق اور نقاد حضرت سیّد شاکرالقادری چشتی نظامی (جوتخلیق نعت ،تحقیق نعت اورتنقید نعت کے ابواب میں مثالی خدمات اور اعزازات کے حامل ہیں) کے مجموعہ'' چراغ'' کی خوبصورت اور جمال آفریں اشاعت پر نازشؔ قادری کا منظوم ہدیۂ محبت ملاحظہ ہو:

نگر نگر میں موَدّت کی روشنی پھیلی
جلا اٹک میں ایسا چراغ مدحت کا

وہ کام شاکرِ چشتی نے کر دیا نازشؔ
سجا ہے تازہ گلابوں سے باغ مدحت کا

نازشؔ نے اس مقطع میں اقبال کی روح سے اکتساب فیض کیا ہے!

بیابہ مجلس اقبال و یک دو ساغر کش
اگرچہ سر نہ تراشد قلندری دارد

نازشؔ ایسے باہوش دیوانہ ہیں جو دیوانگی میں بھی بارگاہِ مصطفیٰؐ کے آداب ملحوظ رکھے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو!

دیوانہ ہے آقاؐ کا جسے کہتے ہیں نازشؔ
ہاں اس کا گریبان مگر چاک نہیں ہے

یہ حق بات ہے کہ درِ حضورؐ کا منگتا دنیا کے شہنشاہوں سے بھی اعلیٰ و بالا ہے۔ وہ ایسا تونگر ہے کہ دارا و سکندر اس پر رشک کرتے ہیں اور اس کی برابری کی تمنّا کرتے ہوئے ندامت محسوس کرتے ہیں۔ نازشؔ قادری کو کئی پشتوں سے حضور سرورِ کائناتؐ کے درِ اقدس کی غلامی اور دریوزہ کا اعزاز حاصل ہے۔ ان کا طشتِ تمنّا گلہائے مدحت سے سجا ہے اور کشکولِ جاں خیرات درِ خیرالوریٰؐ سے لبریز ہے۔ نازشؔ کا سلیقۂ حسنِ طلب، اندازِ طلب، اور خیرات پانے کے بعد انؐ کی عطا اور اپنے بختِ رسا پر فخر کی کیفیتِ امتنان کا اظہار یہ دیکھئے۔ نازشؔ درِ کریمؐ پر دامن پسارے کھڑے ہیں:

سارے ادوار ترے سارے زمانے تیرے
یا نبیؐ مرتبے ہر عہد نے مانے تیرے
اپنے نازشؔ پہ کبھی ایک نگاہِ رحمت
سائیں ہم لوگ تو نوکر ہیں پرانے تیرے
نازشؔ کھڑا ہے کاسۂ دل لے کے ہاتھ میں
حصّہ عنایتوں کا کریں مرحمت حضورؐ!
دامن میں مرے بھیک درِ شہؐ کی ہے نازشؔ
لوگو تمھیں مجھ جیسا تونگر نہ ملے گا

شاعری اپنی رسمی اور تکنیکی حدود سے جب خود کو بلند کرتی ہے تو تہذیب میں مخفی تمام اقدار سے لے کر تہذیب سے پیدا ہونے والے تمام احساسات کو اپنے اندر سمیٹتی نظر آتی ہے۔غالباً یہ قدرت شاعر کو فطری طور پر سب سے زیادہ حاصل ہے کہ وہ خیال اور حال کو یکجا کر سکے۔ہم شاعر سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شعور کی سطح کو بھی بلند کرے اور ذوق کے درجے کو بھی اونچا رکھے۔ وہ شاعر بہت قیمتی ہوتا ہے جو تہذیب اور روایت کے دو مرکزوں میں داخلے کی اجازت رکھتا ہے اور ان دو مرکزوں کی سیر کرنے کے بعد اپنے مشاہدات کو الفاظ کا جامہ پہناتا ہے۔محمد حنیف نازشؔ نے خالص دیہاتی تہذیب کی بھر پور سیر کی ہے کئی ایک بھولے بسرے الفاظ کو ان کی شاعری اور عمیق مشاہدے نے نئی زندگی اور توانائی بخشی ہے۔ وہ معنی کو تاثیر میں ڈھال دینے کا ہنر جانتے ہیں۔ان کے اشعار میں شعور کی جمالیاتی قوت کارفرما ہے۔ درج ذیل مقطع مندرجہ بالا تمام محاسن صوری و معنوی سے متصف ہے۔ایسا مضمون اردو نعت کے ضمن میں پہلی مرتبہ بیان ہوا ہے۔قاری کا ذہن آن واحد میں بیان کئے گئے منظر سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔دیہی ماحول میں کچّے مکان، کشادہ صحن، درمیانِ صحن شیشم کی گھنی چھاؤں کی رومانویت، وقتِ سحر کا ناقابل بیان سماں، نوافل نماز تلاوت اور دعا کے بعد ماؤں کا چاٹی میں چوبی مدھانی ڈال کر ہاتھوں سے دودھ بلونا اور مدھانی کی ''گھُوکر'' کے ساتھ ساتھ درود و ذکر کی مالا جپنا.......... کیا سماں ہوتا تھا! خدا کی قسم! آج بھی ذہن اس کا تصّور کرے تو کیف وسرور کی مٹھاس روح کی پنہائیوں میں اتر اتر جاتی ہے۔اس مشینی دور نے ہم سے وہ تمام مناظر، سکون، فرصت، اخلاص اور محبت چھین کر دلوں کو پژمردہ کر دیا ہے۔ سچ ہے کہ

ـہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

محمد حنیف نازشؔ اپنی یادوں کے دریچے سے ہمیں تہذیب اور روایت کی اسی تسکین آور اور جنت نشان وادی کی سیر کراتے ہیں۔ یہ مقطع پڑھیے، بار بار پڑھیے، بار بار سنیے اور سر دھنیے:

یاد ہے مجھ کو نازشؔ وہ بچپن مرا، جب تھا دل چاہتا
دودھ کو دیر تک ماں بلوتی رہے، نعت ہوتی رہے

نعتِ سرکار دوعالمؐ کا سرمدی نغمہ تو ازل سے لامکاں کی وسعتوں میں گونج رہا ہے اور ابد کے

بعد بھی یہی نغمہ سنائی دے گا۔کمالات وفضائل سرورِ عالمؐ! اللہ اکبر! نہ کسی زبان میں اتنی سکت ہے کہ بیان کے مرحلے سے گزر سکے اور لفظوں میں اتنی جرأت کہ اظہار کے لئے لب کھول سکیں۔درِ مصطفیؐ پر جذبات واحساسات کی بیساکھیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔لفظ ہوا میں تحلیل ہوجاتے ہیں۔نطق و بیان کے پر جل جاتے ہیں۔اور یہی لمحاتِ حضوری کا تقاضا ہے بلکہ خدا لگتی تو یہ ہے کہ نعت مصطفیؐ کے باب میں خُدا نے ''زوال'' اور ''اختتام'' کے الفاظ درج ہی نہیں کیے۔نعت کا ایک معنٰی ''صفت غیر مختتم'' بھی ہے۔یہ ایسا کام ہے جو انسان کے بس میں نہیں، حیطۂ ادراک میں نہیں۔توصیف پیمبرؐ کے ضمن میں اعتراف نارسائی ہی کمالِ دانائی ہے۔یہاں جو بھی اپنی عقیدت ومحبت اور غلامی کا نذرانہ لے کر آیا، بالآخر اسے کہنا پڑا!

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

محمد حنیف نازشؔ بھی بصد عجز و ادب، بہ ہزار حلم و نیاز ---ہر سخن ور کی طرح اس حقیقت کا اعتراف اور اظہار کرتے ہیں کہ وہ بہت کچھ کہہ کر بھی کچھ نہیں کہہ سکے کیونکہ مدحت و توصیف خیرالبشرؐ، بشر کا کام نہیں---

سج گیا دیوان تیرا مصطفیؐ کے نام سے
ورنہ نازشؔ کیا ہے تو اور کیا تیری اوقات ہے
ہر خوشی لکھی گئی ہر بہتری لکھی گئی
آپؐ کے آنے سے ہر روشنی لکھی گئی
نازشؔ ناکارہ ان کی نعت میں کیا کہہ سکے
نام جن کے دو جہاں کی سروری لکھی گئی
کس کو یارا ہے پیمبر کی ثنا خوانی کرے
ہاں مگر جتنی خدا توفیق ارزانی کرے
چاہیئے انساں کو نازشؔ بات ہوتو مختصر
ذکر احمدؐ ہو تو پھر قصّے کو طولانی کرے

☆☆......☆......

محمد نواز میرانی
لاہور

تابش حسن ازل، حسن ابد

طلعت رُخ سے ہوا پیراستہ ایک ایک رنگ
پرتو رُخ سے ہوئی اک اک کرن آراستہ
تابش حسن ازل نے کردیے اک آن میں
شہر و بن، دشت و جبل کوہ و دمن آراستہ

محسن انسانیت فخر موجودات کی مدحت اور تعریف تو پورے قرآن پاک میں آپ کو کبھی فرقان، کبھی یٰسین، کبھی طٰہٰ کی صورت میں ملتی ہے۔ لیکن آقا موسوی کے مطابق مورخ اور محقق اس بات پر باہم متفق ہیں کہ شانِ رسالت مآب میں اولین نعتیہ کلام ابو طالب نے ارشاد فرمایا جو عربی ادب کا عظیم سرمایہ ہے۔ صحیح بخاری میں عمرو بن علی، ابوقتیبہ، عبدالرحمٰن بن عبد اللہ دینار اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو حضرت ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ کا گورا رنگ، کہ ان کے چہرے کے واسطے بادلوں سے بارش کی دعا کی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے حامی اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔ جلہم کا بیان ہے کہ ایک بار میں عین قحط کے موسم میں مکہ گیا۔ قریش سخت مصیبت میں تھے۔ ان میں سے کسی نے مجھے مشورہ دیا کہ لات وعزیٰ (کافروں کے بڑے بت) سے فریاد کی جائے۔ کسی نے کہا کہ ایک اور بت منات سے فریاد کی جائے۔ ان لوگوں میں سے ایک اور بوڑھا بول اٹھا کہ مجھے اس امر کا کامل یقین ہے کہ ابھی تم میں سے ایسا بزرگ موجود ہے جو سلسلہ ابراہیمی کا بقیہ اور نسل اسماعیلیہ کا خلاصہ ہے اس کی طرف کیوں نہ رجوع کیا جائے۔ سب نے کہا کیا تمہارا اشارہ ابو طالب کی طرف ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ سب نے اتفاق کیا اور مل کر سب ابو طالب کے مکان پر آئے اور ان سے فریاد کی جسے سنتے ہی ابوطالب باہر نکل آئے، آپ کے ساتھ ایک کم سن بچہ بھی تھا، جو حضور ﷺ تھے، ان کا روئے منور آفتاب کی طرح روشن تھا۔ ابو طالب اس صاحب زادے کی انگلی پکڑے خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور رکن کعبہ سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے اور ان بچے کی انگشت شہادت کو آسمان کی جانب بلند کر دیا اور بارش کی دعا کی فوراً بادل

نمودار ہوئے اور تھوڑی ہی دیر بعد ایسا مینہ برسا کہ ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ اس موقعے پر حضرت ابو طالب نے شانِ مصطفوی میں ایک قصیدہ ارشاد فرمایا جو تمام عربی تاریخ کی کتب میں مرقوم ہے، فرمایا:

محمد ﷺ ایسے خوش جمال شخص ہیں، جن کی برکت سے ابر، پانی برساتا ہے۔ جو یتیموں کے لیے جائے پناہ ہے اور بیواؤں کا پردہ ہے۔ بنی ہاشم میں جسے ہلاکت کا خطرہ ہو وہ ان کے پاس پناہ لیتا ہے۔ وہ ان کے پاس رہ کر خدا کی رحمت اور نعمت پاتے ہیں۔ ان کی ایسی میزان عدالت ہے جو ایک جو کے برابر بھی ادھر ادھر نہیں کرتے اور درست کاموں کا ایسا وزن کرنے والے ہیں کہ جن کے وزن کرنے میں کوئی شک وشبہ کا خوف نہیں، وہ ایک بزرگ انسان ہیں جن کا شمار سب سے بڑے مرتبے والے سردار کے برابر ہے۔ وہ اس خاندان بنو ہاشم سے ہے جو لڑائیوں کے میدان میں برتری کا مالک ہے۔ تاریخ میں ان کے کہے ہوئے بے شمار اشعار ملتے ہیں جو انہوں نے رسول پاک ﷺ کی شان اقدس میں تحریر فرمائے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ اخلاق و ادب کے ساتھ ذوقِ شعریت کی تسکین حاصل کرنی ہو تو دیوان ابو طالب کا مطالعہ کریں اور ان کے ان اشعار اور ان کی محبت رسول کی داد دیں، وہ فرماتے ہیں کہ

''اے لوگوں کے سامنے میری گواہی دینے والے، میری گواہی دے کہ میں نبی اللہ کے دین پر ہوں۔ کوئی دین میں گم راہ ہے تو رہے لیکن میں یقیناً ہدایت پر ہوں۔''

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

''اے محمد ﷺ میرے نورِ نظر، اگر کسی کو خطرے یا مصیبت اور پریشانی کا ڈر ہو تو ہر شخص کو اپنی جان آپ ﷺ کے قدموں میں نثار کر دینی چاہیے۔''

قریش والوں نے جب آپ ﷺ پر عرصہ حیات تنگ کرنا شروع کر دیا۔ حتی کہ ان کے ساتھ معاشی، معاشرتی، غرضیکہ کے ہر قسم کے روابط قطعاً بند کر کے تین سال تک متواتر انہیں یعنی بنو ہاشم قبیلے کو ایک درے جو مکے کی پہاڑیوں کی وادی جسے حضرت ابو طالب کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، محدود کر دیا گیا تھا۔ حضرت ابو طالب، رسول پاک ﷺ کی جگہ اپنے بیٹے، علی جعفر، عقیل کو سلا دیتے، تاکہ اگر خدانخواستہ کوئی نقصان پہنچے تو نبی اکرم ﷺ اس سے محفوظ رہیں اور گزند ان کے اپنے بیٹوں کو پہنچے، ایک رات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بابا جان، میں قتل نہ کر دیا جاؤں۔ تو ابو طالب نے

فرمایا کہ میرے بیٹے صبر و استقامت سے کام لینا، کیونکہ گھبرانے یا خوفزدہ ہونے کی بجائے ہمیشہ صبر و استقامت ہی دانشمندی کی علامت ہے اور جہاں تک موت کا تعلق ہے۔ وہ تو ہر زندہ انسان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ آپ ﷺ کا نکاح حضرت بی بی خدیجہ ؓ سے ہوا، تو سرکار دو عالم ﷺ کی وکالت ابوطالب نے فرمائی اور حضور ﷺ کے نکاح کا خطبہ بھی حضرت ابوطالب کی زبان مبارک نے ادا کیا۔

حضرت ابوطالب کو فی البدیع اشعار کہنے میں کمال ملکہ حاصل تھا۔ وہ پوری کی پوری بات بھی اشعار ہی میں فرما دیا کرتے تھے۔ ان کے ہر ہر شعر میں عشق رسالت مآب کا سمندر موجزن اور ذات مصطفیٰ ﷺ سے منسوب معجزات کا ذکر نظر آتا ہے۔ غرضیکہ توصیف محمد ﷺ کا سلسلہ جو ان کی پیدائش سے مدتوں پہلے شروع ہوا قیامت تک ان کی مدحت میں زور وشدت روز بروز بڑھتی جائے گی، آپ سب نے دیکھا ہوا ہوگا کہ محفل درود وسلام کا سلسہ مسجد ومنبر سے گلی محلوں سے ہوتا ہوا، گھروں تک پھیل گیا ہے، درود ونعت کی تو اب مدینہ منورہ میں بھی اعلانیہ محفلیں سجتی ہیں، بلکہ آپ نیٹ پر بھی وہاں کی محفلوں سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت ؓ، حضرت کعب بن زبیر ؓ، حضرت کعب بن مالک ؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ ؓ جیسے عرب شعرائے کرام کے علاوہ براعظموں کے سارے ملکوں، سارے شہروں، سارے قریہ، سارے گاؤں، ساری گلیوں، میں غلامان مصطفیٰ ﷺ نے خون جگر اور قلبی کیفیات میں ڈوب کر اور دل و دماغ کی مکمل ہم آہنگی کے ساتھ نذرانہ عقیدت بڑے احترام کے ساتھ خیر الانام کے حضور ﷺ پیش کر کے اپنے اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے حصول قرب کے لیے قلبی کاوشیں کی ہیں کہ مومنین کا سر امتی ہونے کی وجہ سے فخر سے بلند ہو گیا ہے کیونکہ

آپ ہیں وجہ موجودات
کافِ کن ہے آپؐ کی ذات
آپ رضائے الٰہی ہیں!
آپ ہیں محور تشکیلات
آپ امام ہیں نبیوں کے
آپ کے ہاتھ میں ہے سب کا ہاتھ

محمد یوسف ورک قادری

نعت لائبریری، لاہور

مولانا سید محمد مرغوب اختر الحامدی کا نعتیہ دیوان ''نعت محل''

(1394ھ / 1974ء)

حضرت علامہ مولانا سید محمد مرغوب اختر الحامدی 14 شعبان المعظم 1340ھ بمطابق 1921ء بروز ایمان افروز جمعتہ المبارک کو اپنے ننھیال جودھپور مارواڑ (انڈیا) میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب والد محترم کی طرف سے مودودی النسب سید اور مادری سلسلہ سے جیلانی سید ہیں آپ کے والد ماجد مولانا محمد ایوب منش مودودی اجمیری، حضرت خلش اجمیری کے شاگرد تھے جن کو حکیم مومن خاں مومن سے شرف تلمذ حاصل تھا آپ کے والد مرحوم بہترین غزل گو شاعروں اور اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے ان کے چند شعر۔

ڈھنگ اچھے ہیں آزمانے کے
عذر معقول ہیں ستانے کے
دلِ بسمل پہ گر پڑی بجلی
اے میں قربان مسکرانے کے
کوچہ غیر میں نشان قدم
نقش ہیں یہ میرے مٹانے کے

اختر الحامدی کی پرورش ننھیال میں ہوئی اور انہوں نے اپنے نانا جان مولانا مفتی سید راحت علی قادری جیلانی سے ابتدائی تعلیم قرآن کریم ناظرہ اور عربی و فارسی کی کتب پڑھیں پھر آپ کو دار العلوم یادگار اسحاقیہ حنفیہ رضویہ میں داخل کرا دیا گیا جہاں آپ نے اپنی علمی پیاس بجھائی اور درس نظامی کی تکمیل کی چونکہ آپ کی ولادت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوئی

اس طرح آپ اعلیٰ حضرت کے فرزند اکبر حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی 1361ھ میں جودھپور مارواڑ تشریف لے گئے تو اختر صاحب ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر اختر سے اختر الحامدی ہو گئے اسی سال بریلی شریف مرشد گرامی کی خدمت میں حاضر ہو کر اور ان کے مدرسہ کی دیگر علمی اسناد حاصل کیں اور مرشد کریم نے ان کی تمام اسناد پر مہر بھی ثبت فرما دی مرشد کی نوازشات کے اعتراف میں اختر الحامدی نے کہا

اختر ازل سے حلقہ بگوش حضور ہوں
قسمت سے آ گیا در حامد رضا پسند

سلسلہ معاش میں اول اجمیر شریف کے ایک مڈل سکول میں اردو اور فارسی کے استاد رہے پھر ننھیال جودھپور مارواڑ آ کر یادگارِ اسحاقیہ حنفیہ رضویہ میں اردو فارسی کے مدرس مقرر ہوئے آخر میں رفیق الاسلام ہائی سکول کی ملازمت اختیار کی اور قیام پاکستان تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے چونکہ آپ پیدائشی طور پر شاعر تھے اور ان کا اول و آخر نعت گوئی ہے گیارہ سال کی عمر میں پہلی نعت لکھی جو 101 اشعار پر مشتمل تھی ان کی اس نعت کا مطلع اور مقطع حاضر ہے

آ کہ ہے حسرت دیدار مدینے والے
جاں بلب ہے تیرا بیمار مدینے والے
پرسش روز جزا کا نہیں غم اختر کو
سر پہ ہیں احمد مختار مدینے والے

آپ کے ماموں سید اصغر علی رضوی حامدی، تلمیذ جناب احسن مارہروی کے پاس حاضر ہوئے تو یہ شعر پڑھ کر انہیں اتنی خوشی ہوئی جو کہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا انہوں نے پیشانی کو بوسہ دیا اور ان کو حضرت سحر البیان استاذ الشعرا بیدل بدایونی خلف جناب بیخود بدایونی جانشین داغ دہلوی کی خدمت میں لے گئے اور ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل کروا دیا بیدل بدایونی بھی نعت سن کر باغ باغ ہو گئے مگر یہ سلسلہ بھی زیادہ دیر نہ رہا اور بیدل بدایونی بھی انتقال فرما گئے۔

بیدل بدایونی کی وفات کے بعد مولانا اختر الحامدی حضرت علامہ ضیا القادری بدایونی کے تلامذہ

میں شامل ہو گئے ضیاالقادری احمد علی اسیر بدایونی مرحوم کے شاگرد تھے اور وہ مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کے، اخترؔ الحامدی کا نعتیہ کلام علامہ یعقوب حسین ضیا القادری کی ضیا پاشیوں سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے 25 جنوری 1954ء کو استاد محترم نے اخترؔ کو سند فراغت دیتے ہوئے ایک بیج بھی عنایت فرامایا جس پر کشیدہ کاری کر کے شعر تحریر تھا اور نیچے استاد مرحوم کا اسم گرامی وہ شعر یہ ہے:

انجم صبح سعادت اختر

شاعر بزم رسالت اختر

اخترؔ الحامدی اعلیٰ حضرت کے گلستاں فیض کے خوشہ چیں ہیں جن کے ننھیال اور ددھیال میں آقائے نامدار شفیع روز شمار ﷺ کے ثنا خوان ہوں وہ خود بھی پارس نہ ہوں تو کیا ہوں گے ایک اور انکا شعر

اخترؔ تیری شہرت نہ ہو کیوں ملک سخن میں

تو شاعر دربار پُرانوارِ رضا ہے

اخترؔ الحامدی صاحب کا نعتیہ دیوان ''نعت محل'' ہونے کے علاوہ اس میں مزید بہت کچھ عشاقانِ رسول ﷺ کو طمانیت قلوب کے لئے دستیاب ہے ان کے چند اشعار درج ذیل ہیں

نعت ہی کے لئے پائی ہے زباں اخترؔ نے

آپ کے گیت شب و روز نہ کیوں گائے حضور

اخترؔ ہے شغلِ نعت عبادت میرے لئے

میری کتاب کے عنوان ہیں مصطفیٰ

ان کی دھن ان کی لگن ان کی تمنا ان کی یاد

مختصر سا ہے مگر کافی ہے سامانِ حیات

ان کے اس دیوان میں تضامین کثیر تعداد میں ہیں مسدسات ہیں حصہ مثنوی ہے درود وسلام، مناقب احباب کی آراء اور قطعات تاریخ طباعت درج ہے عہد حاضر میں اگر اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کی نعت کے بعد کسی اور شاعر کا نعت میں مقام ہے تو وہ مولانا علامہ سید محمد مرغوب اخترؔ

الحامدی ہیں جو سرخیلان نعت میں شمار کئے جا سکتے ہیں اور یہ مقبول بارگاہ خدا ورسول ﷺ، عاشقِ رسول ﷺ 1981ء کو جہان ناپائدار کو چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوا اور بقول شاعر

عشق سرکار کی اک شمع جلا لو دل میں
بعد مرنے کے لحد میں بھی اجالا ہو گا
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆......☆......☆

محمد عارف قادری
(واہ کینٹ)

اُفق نعت کا نیرِ تاباں - سیّد منظور الکونین

نعت گوئی اور نعت خوانی وہ کمال سعادتیں ہیں کہ جن کے لیے بارگاہِ ایزدی سے خوش بخت ہستیوں کا چناؤ ہوتا ہے۔ درود وسلام کے بے شمار فصائل احادیثِ کریمہ میں وارد ہوئے ہیں، نعت بھی درود وسلام ہی کی ایک صورت ہے لہٰذا نعت کہنا، پڑھنا اور سننا کسبِ فیوض و برکات کا مہایت اعلیٰ ذریعہ ہے۔ دورِ نبوی ﷺ میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور کی بارگاہ میں قصائد پیش کرتے اور رسالت مآب ﷺ سے داد وتحسین کے ساتھ ساتھ انعام واکرام سے بھی نوازے جاتے۔ نعت کی روایت ہر دور میں مضبوط اور توانا رہی۔ نعت گو کا لکھا ہوا کلام جب سُر اور لے کی کیفیات میں ڈھل کر نعت خواں کی مترنم آواز میں سامع کے کانوں تک پہنچتا ہے تو سوز وگداز اور سرور وکیف کی عجیب لذتوں سے آشنا کرتا ہے۔ یوں نعت خوانی دل میں حب رسول ﷺ کے اضافے کا باعث قرار پاتی ہے۔

سیالکوٹ کے صاحبِ حضوری نعت گو جناب ریاض حسین چودھری کہتے ہیں ؏

نعت کیا ہے، قصرِ حسن و عشق کی تکمیل ہے
نعت کیا ہے، حکم ربی کی فقط تعمیل ہے
نعت کیا ہے، شہر جاں میں گرمئ صل علی
نعت کیا ہے، دل کے آئینے میں عکس مصطفیٰ
نعت کیا ہے، نکہتوں کی سرزمیں کا تذکرہ
نعت کیا ہے، سب حسینوں سے حسیں کا تذکرہ
دل کے بنجر کھیت میں کرنیں اُگا دیتی ہے نعت
نقش باطل کے، جبینوں سے مٹا دیتی ہے نعت

نعت ابوابِ محبت کا جلی عنوان ہے
ہم غلامانِ پیمبر کی یہی پہچان ہے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

((لا یومن احدکم حتٰی اکون احب الیه من والدہٖ وولده والناس اجمعین))

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والانہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اس کی اولاد، حتیٰ کہ سب لوگوں سے بڑھ کر عزیز اور پیارا نہ ہوجاؤں۔''

نہایت مبارک ومسعود ہوتا ہے ان لوگوں کا وجود جو اپنی زندگی کا مقصد و مدعا، عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے فروغ واحیا کو بنائے رکھتے ہیں۔ ایسی ہی ایک نابغۂ روزگار ہستی وطن عزیز پاکستان کو میسر آئی جنہیں دنیا صاحبزادہ سیّد منظور الکونین اقدس کے نام سے جانتی ہے جو کہ عالمگیر شہرت کے حامل عظیم نعت خواں تھے۔

صاحبزادہ سیّد منظور الکونین 15 جنوری 1944ء کو اپنے ننھیال شہر گجرات محلّہ نئی آبادی میں پیدا ہوئے۔ ننھیال نے نام خالد محی الدین تجویز کیا۔ آپ کے والد گرامی حضرت علامہ پیر سیّد محمد یعقوب شاہ علیہ الرحمہ اُس وقت رائل آرڈننس فیکٹری، ایشاپور، کلکتہ میں بحیثیت سپر وائزر فرائض منصبی سرانجام دے رہے تھے۔ والد گرامی کلکتہ سے مختصر چھٹی لے کر گجرات پہنچے اور شاہ صاحب کی پیدائش کی بہت خوشی منائی گئی۔ بعدازاں آپ کو والدہ کے ہمراہ کلکتہ والد صاحب کے پاس لایا گیا۔ سب سے پہلے حضرت علامہ سیّد نظام الدین راغب نے اپنی گود میں کھلایا۔ پوچھنے پر جب خالد نام بتایا گیا تو وہ فاضل مدبر کچھ دیر حساب لگانے کے بعد یوں گویا ہوئے کہ حروفِ ابجد، قمری مہینوں اور بروج کے اعتبار سے اس بچے کا نام ''م'' سے شروع ہونا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے ابجد کے حساب سے آپ کی ولادت کے ہجری سن 1363ھ کے مطابق آپ کا نیا تاریخی نام ''منظور الکونین'' رکھا۔

سیّد منظور الکونین کے دادا جان قبلہ حضرت سیّد محمد مسعودؒ نے پنجاب میں قاطع قادیانیت و دافع

مرزائیت کے نام سے شہرت پائی۔ آپؒ کے ددھیال کی نسبت حضرت سیّد خواجہ گیسو دراز بندہ نوازؒ کے خانوادے سے ہے۔ شاہ صاحب کے جد امجد سیّد حفیظ اللہ حسینیؒ اپنے وطن مالوف موضع گلبرگہ شریف ریاست حیدر آباد دکن سے مع اہل وعیال ہجرت کر کے ضلع سیالکوٹ کی تحصیل ڈسکہ اور پسرور کے موضعات گھڑیالہ، ننگل کملا، کرنگالی، چاہ وڑائچانوالہ اور الہڑ میں قیام پذیر ہوئے۔ قبلہ شاہ صاحب کے پردادا حضرت سیّد رحم شاہؒ خود بھی ایک ولی کامل تھے اور ان کے والد سیّد محمد شاہؒ بھی محبت ذاتِ حق اور عشق رسالت مآب ﷺ کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

صاحبزادہ منظور الکونین کے تایا جان حضرت علامہ سیّد محمود الحسنؒ ایک درویش کامل، سحر انگیز خطیب اور تحریک پاکستان کے صف اوّل کے رہنما تھے۔ والد گرامی سیّد محمد یعقوب شاہ صاحبؒ کے علماء میں واحد ایسی شخصیت تھے کہ درسِ نظامی مکمل کر لینے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ انگریزی تعلیم بھی حاصل کی اور رائل آرڈننس فیکٹریز (جو تقسیم کے بعد کلکتہ، بھارت سے پاکستان کے حصہ میں آئی اور پاکستان آرڈیننس فیکٹریز واہ کینٹ کے نام سے موسوم ہوئی) میں چھوٹے ہتھیاروں کے ماہر انجینئر آفیسر کے طور پر چالیس سالہ (1935ء تا 1975ء) خدمات انجام دیں۔

منظور الکونین صاحب کے چچا افتخارِ ملت، شہبازِ خطابت صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ صاحب زیدیؒ فیصل آبادی بھی ایک متبحر، شہرۂ آفاق عالم دین، صاحب طرز خطیب و ادیب اور ثقہ بند مناظر تھے۔

صاحبزادہ منظور الکونین کے نانا جان کا نام حضرت مولانا محمد یوسف محی الدین قادری تھا جو بٹالہ شریف کے قادری سلسلۂ روحانیت سے فیض یافتہ تھے اور اب گجرات میں حضرت شاہ دولہ دریائی رحمہ اللہ کے مزار کے مشرقی سمت محلّہ بیگم پورہ کی معروف جامع مسجد میں اپنے خاندان کی دیگر ہستیوں کے ساتھ آسودۂ خاک ہیں۔

قبلہ سیّد منظور الکونینؒ بتاتے تھے کہ ان کی والدہ ماجدہ بہت نیک سیرت، نیک طینت، اللہ و رسول کی محبت میں گریہ و زاری کرنے والی، غریبوں مسکینوں پر دست شفقت رکھنے والی مجسمہ اخلاق خاتون تھیں۔ آپ فرماتے تھے کہ انہوں نے مجھے اللہ و رسول اللہ ﷺ کی محبت سے لبریز لوریاں دے دے کر پالا اور انہی مسحور کن لوریوں کی گنگناہٹ گنگناہٹ نے مجھے حضور ﷺ کا نعت خواں

بنادیا۔

منظور الکونین شاہ جی نے ساڑھے تین سال کی عمر سے حضور ﷺ کی نعت خوانی شروع کی اور پھر سٹیج، ریڈیو، ٹی وی و دیگر عوامی محفلوں میں مواقع ملتے رہے اور پذیرائی نصیب ہوتی رہی۔

شاہ صاحب ؒ نے گیارہ سال کی عمر میں آستانہ عالیہ عید گاہ شریف راولپنڈی کی معروف روحانی شخصیت حضرت قبلہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب ؒ کے ہاتھ پر سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی۔

سیّد منظور الکونین صاحب کی سکولنگ راولپنڈی میں شروع ہوئی۔ ''پرائمری'' مسلم ہائی سکول، کرتارہ پورہ، راولپنڈی سے، ''مڈل'' اسلامیہ ہائی سکول سے اور ''میٹرک'' ڈینیز ہائی سکول، راولپنڈی سے کیا۔ ''انٹرمیڈیٹ'' گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ سیکنڈری کالج راولپنڈی سے کیا۔ پی او ایف میں کیمیکل انجینئرنگ کے شعبہ سے وابستہ رہے اور کم و بیش چالیس سال خدمات سرانجام دینے کے بعد 31 دسمبر 2003ء کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

آپ کی با قاعدہ پڑھی ہوئی پہلی نعت مولانا ظفر علی خانؒ کی مشہور نعت تھی ؎

وہ شمع اُجالا جس نے کیا، چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی، سب دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ نور نہ ہو سیاروں میں، یہ رنگ نہ ہو گل زاروں میں

ابتدا میں معروف مداح رسول محمد اعظم چشتی ؒ کا اثر غالب رہا لیکن جلد ہی اپنا منفرد اسلوب بنالیا۔ آپ کے اساتذہ فن میں زیڈ اے ہمدانی، حافظ مظہر الدین مظہر، چودھری خادم حسین جالندھری اور شام چوراسی گھرانے میں کے معروف موسیقار استاد نیاز حسین شامی شامل تھے۔ آپ نے کئی نعتوں کی دھنیں ترتیب دیں اور اس فن کو جداگانہ اسلوب اور جدت کے رنگ سے ہم آہنگ کیا۔

فروغ قرأت و حمد و نعت کے لیے آپ نے 1971ء میں پاکستان قرأت و نعت کونسل کی بنیاد رکھی جس کے تحت بے شمار ادبی، روحانی اور اصلاحی محافل کا انعقاد کرایا۔ آپ نے نعت کو نعت

کے پورے آداب اور تمام تقاضوں کے ساتھ اپنایا۔ نہ صرف وطن عزیز کے گوشے گوشے میں نعت کا فیضان پہنچایا بلکہ یونان، انگلینڈ، سکاٹ لینڈ، ناروے، دمشق، دبئی، ابوظہبی، شارجہ، مشرقی پاکستان اور سعودی عرب میں بھی حضور کی نعت کے ڈنکے بجائے۔

قبلہ شاہ صاحبؒ نے فن قرأت کی بھی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہوئی تھی اور آپ ایک بہترین قاری بھی تھے۔ شاعری بھی کرتے اور اقدس تخلص استعمال کرتے۔ نعت خوانی کے علاوہ قرأت، نقابت اور شاعری کے فنون میں بھی آپ کے سیکڑوں شاگرد ہیں۔

منظور الکونین صاحب کو ملنے والے اعزازات کی ایک طویل فہرست ہے جن میں گولڈ میڈل کراچی نعتیہ مقابلہ 1996,67,68، پی ٹی وی ایوارڈ 1981,82، شاعر مشرق ایوارڈ 1985ء، پی ٹی وی ایوارڈ 1986ء، سلور جوبلی ایوارڈ 1989ء، ریڈیو پاکستان کی 40 سالہ خدمات پر زیڈ اے بخاری ایوارڈ 1990ء، حسانِ پاکستان ایوارڈ و گولڈ میڈل 1992ء (ابوظہبی)، نعت ایوارڈ و گولڈ میڈل پاکستان سنٹر 1993ء (دبئی)، شاہِ جیلاں قرأت و کونسل ایوارڈ دربار داتا گنج بخش لاہور 1993ء، صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی 1993,94، طلائی نعلین پاک ایوارڈ 1994ء، نعت ایوارڈ مدینہ ویلفیئر ٹرسٹ پشاور 1994ء، پچاس سالہ فروغ نعت ایوارڈ جنگ گروپ آف انڈسٹریز 1995ء، نشان سیّدنا حضرت حسان بن ثابت ایوارڈ روزنامہ جنگ لاہور 1998ء، ایوارڈ برائے نعت المدینہ ویلفیئر ایسوسی ایشن شرقپور شریف 1998ء، حضرت محمد یار فریدی ایوارڈ نیگ کلچرل ونگ 1998ء، حضرت بہاءالدین زکریا ایوارڈ رحیم یار خاں 1998ء، پی ٹی وی ایوارڈ 1998ء، مدنی ایوارڈ برائے نعت سٹیزن ویلفیئر کونسل فیصل آباد 1999ء، پاکستان ٹیلنٹ نیو میلینئم ایوارڈ 2000ء، سیّد ولی اللہ شاہ ایوارڈ برائے نعت لودھراں 2004ء، محمد اعظم چشتی ایوارڈ بزمِ نازش کامونکی 2007ء، حضرت حفیظ تائب ایوارڈ حفیظ تائب فاؤنڈیشن لاہور 2007ء، نشانِ خواجہ غلام فرید نیشنل پائپ لاہور 2007ء، نشانِ امام اعظم ابوحنیفہ لاہور 2008ء اور نشانِ سلطان باہو ایوارڈ 2008ء خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

صاحبزادہ منظور الکونین ایک درویش صفت انسان تھے۔ انتہائی شفیق، ملنسار، دلیر، خوش مزاج،

زندہ دل، حق گو، علم دوست اور علم پرور آدمی تھے۔ عشق رسول ﷺ ان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جو ذکر رسول ﷺ کے دوران ان کے انگ انگ سے جھلکتا تھا۔ تمام زندگی حلال کمایا اور کھلایا اور اسی کی تلقین اپنی اولاد اور شاگردوں کو بھی کی۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے تمام لوگ ہی کمال خوبیوں سے رنگے گئے۔

سیّد منظور الکونین صاحب کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ماشاء اللہ چاروں خوش الحان ہیں اور باپ جیسی ہی خوبیوں کے حامل ہیں۔ بڑے بیٹے کا نام سیّد محمد یاسر کونین اور چھوٹے بیٹے کا نام سیّد محمد سلمان کونین ہے۔ سیّد محمد سلمان کونین شکل و شباہت میں بھی قبلہ شاہ جیؒ کے مشابہ ہے اور فن نعت خوانی میں بھی قبلہ شاہ جیؒ کے فن کا حقیقی وارث و جانشین ہے۔ جن لوگوں نے سیّد منظور الکونین کو جوانی میں دیکھا اور سنا ہے وہ سیّد سلمان کونین کو دیکھنے اور سننے کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے سیّد منظور الکونین کی جوانی لوٹ آئی ہے۔

منظور الکونین شاہ جیؒ کے شاگردوں کی بھی ایک طویل فہرست ہے جو صحیح معنوں میں شاہ جیؒ کے فن اور مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ شہرت وعزت پانے والوں میں سیّد زبیب مسعود شاہ کا نام فہرست ہے جو اس وقت انٹرنیشنل فیم کے مداحِ رسول ﷺ ہیں۔

سیّد منظور الکونین سات بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کے بھائی سیّد محمد جمیل یونان میں، سیّد محمد امین امریکہ میں اور سیّد احمد ندیم کینیڈا میں مقیم ہیں۔ بہنیں سیّدہ نصرت زوجہ سیّد نا ریاض حسین شاہ زیدی، سیّدہ زکیہ زوجہ سیّد سعادت حسین شاہ کاظمی اور سیّد سعدیہ زوجہ سیّد احمد رضا زیدی اپنے اپنے گھروں میں خوش حال زندگیاں گزار رہی ہیں۔

منظور الکونین ایک فردِ واحد کا نام نہیں بلکہ ایک ادارے کا نام ہے۔ آپ حقیقتاً اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وسیع المطالعہ تھے اور سچے سُچے باعمل مسلمان تھے۔ مقامِ رسالت مآب ﷺ اور آدابِ بارگاہ کا عرفان رکھتے تھے۔ آپ جب نعت سرا ہوتے تو سراپا سوز و گداز بن جاتے، مجسم پیکر ادب ہو جاتے، یوں محسوس ہوتا کہ دہلیز مصطفیٰ ﷺ پر سر نیاز خم کیے ہوئے عقیدت کے پھول نچھاور

کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ایسا ماحول بنا دیتے کہ اہل محفل بھی خود کو اسی بارگاہ میں متصور کرتے۔

فی زمانہ جب کہ نعت گوئی اور نعت خوانی اپنے عروج پر ہے، مذکورہ ہر دو میدانوں میں اصلاحِ احوال کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارے کچھ ادارے اور علماء اس حوالے سے کام بھی کر رہے ہیں۔ صاحبزادہ منظور الکونین بھی نعت خوانوں اور شاعروں کا قبلہ درست کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے ہمیشہ معیاری کلام پڑھا اور تقدس کے قرینے میں ڈھلی ہوئی طرز کو اختیار کیا۔ یہی تبلیغ و تلقین اپنے شاگردوں اور نعت سے وابستہ لوگوں کو بھی کرتے رہے۔

ایک مرتبہ حویلیاں کینٹ کی جامع مسجد میں مرکزی محفل نعت تھی، خاکسار بھی ان کے ہمراہ موجود تھا۔ دورانِ محفل ایک نعت خواں نے مصرعہ پڑھا ؏

جے نچیاں گل بن دی ہووے
پیریں گھنگھرو وی پا لیے

آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا، فوراً نعت خواں موصوف کو روک دیا اور کہا، ''یہ کیا پڑھ رہے ہو؟ یہ مسجد ہے، معبد ہے...... گھنگھرو باندھنے اور ناچنے کی بات یہاں زیب دیتی ہے؟ آپ کو نعت پڑھنے کے لیے بلایا گیا ہے، لہٰذا برائے مہربانی نعت پڑھیے۔'' نعت خواں کو بات سمجھ آ گئی اور کلام تبدیل کر کے نعت پڑھنا شروع کر دی۔

صاحبزادہ صاحب رقوم کی ڈیمانڈ کرنے والے نعت خوانوں اور نمود و نمائش کے دلدادہ آرٹسٹ ٹائپ ثنا خوانوں کے ہمیشہ مخالف رہے اور حکمت کے ساتھ ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہے۔ آپ کا کہنا تھا کہ حضور ﷺ کے ساتھ دل و جان سے وابستہ ہو کر نعت پڑھو، عزت، شہرت، دولت خود تمہارے پیچھے لگے رہیں گے، تمھیں ان کے پیچھے نہیں بھاگنا پڑے گا۔

اولیائے کاملین کی جو صفات و عادات ہم نے کتابوں میں پڑھیں اور عملی زندگی میں مشاہدہ کیا وہ مبالغہ تمام کی تمام قبلہ صاحبزادہ صاحب کی شخصیت میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں۔ شاہ جی قبلہ کمال کے صاحب دل آدمی تھے۔ کوئی شعر بھا جاتا تو دیر تلک سر دھنتے رہتے اور حاضرین پر بھی ایک سحر کی کیفیت طاری رہتی۔ ایک بار یہ خاکسار اور آصف قادری آپ کے گھر موجود تھے، شاہ جی نے دورانِ گفتگو ایک شعر سنایا، پھر جو کیفیات طاری ہوئیں، بیان سے باہر ہیں۔ وہ شعر یہ تھا ؏

اوہ جنت مینوں دوزخ ورگی، جتھے توں نہ نظریں آویں
اوہ دوزخ مینوں لکھ بہشتاں، جتھے توں آجھاتی پاویں

افقِ نعت کا یہ نیرِ تاباں مؤرخہ 19 جولائی 2016ء کو ہمیں ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے گیا۔ بقول شاعر؎

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

سیّد منظور الکونین کا جنازہ واہ کینٹ کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب حضرت علامہ قاضی عبد الوحید صاحب سعیدی نے پڑھایا اور آستانہ عالیہ بھنگالی شریف کے سجادہ نشین صاحبزادہ ساجد الرحمٰن صاحب نے خصوصی دعا کرائی۔ جنازہ میں کثیر تعداد محبین و متعلقین نے شرکت کی، تقریباً اڑھائی گھنٹے تک چہرہ پرنور کی زیارت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس دوران ممتاز نعت خواں اختر حسین قریشی، خالد حسنین خالد اور گل تعارف نقشبندی مدحت مصطفیٰ ﷺ کے نغمے الاپتے رہے۔

صاحبزادہ سیّد منظور الکونین دنیا سے چلے گئے لیکن ان کا نام اور کام رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا۔ آپ بڑی آن سے جیے اور بڑی شان سے رخصت ہوئے۔ ثنائے مصطفیٰ ﷺ کے خوشہ چین آپ کے خوانِ فیض و برکت سے تاقیامِ قیامت مستفیض ہوتے رہیں گے۔ آپ کی حقیقی و روحانی اولاد کی وساطت سے آپ کا مشن آگے بڑھتا رہے گا۔ بقول ڈاکٹر شبیر احمد شبیر؎

صاحبانِ وفا کے سینوں میں
اپنی فرقت کا داغ چھوڑ گیا
ڈوبتے ڈوبتے ترا سورج
کتنے روشن چراغ چھوڑ گیا

اللہ کریم شاہ جی قبلہؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، انہیں نبی کریم ﷺ کی معیت وشفاعت سے نوازے اور بروزِ قیامت جنت الفردوس میں اعلیٰ و بالا مقام عطا کرے۔ آمین

آخر میں ان کی یاد میں کہی گئی ایک نظم کے چند اشعار پیش کر کے بات مکمل کرتا ہوں۔

جپ گئے اُن کے نام کی مالا، منظور الکونین
کر گئے جگ میں نعت اُجالا، منظور الکونین

جن کی عمر کا پل پل گزرا، اِک سرشاری میں
کشتہ عشق سیّد والا، منظور الکونین

آپ کے ہیں سرکارِ دو عالم، آپ کے ہیں حسنین
آپ کا ہے اللہ تعالیٰ، منظور الکونین

آپ کی تربت پر ہو مسلسل، رحمت کی برسات
پائیں مراتب خلد میں بالا، منظور الکونین

اے عارفؔ تاحشر رہے گا، جاری ان کا فیض
مدحت کا پُرنور حوالہ، منظور الکونین

☆......☆......☆

فیصل طور
سیالکوٹ

متاعِ عجز کی تقریب رونمائی

شہر اقبال کا ادبی افق ہمیشہ تابناک ستاروں کی روشنی سے چمکتا رہا ہے اور یہ مٹی ہمیشہ ایسے گوہر پیدا کرتی رہی ہے جنہوں نے وطن عزیز کے ادبی منظر نامہ پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

نعتیہ ادب کے حوالے سے بھی اس مردم خیز سرزمین کے شعراء نے قابل قدر خدمت سرانجام دیں۔ ریاض حسین چودھری اس عہد کے بلاشبہ سب سے بڑے نعت گو شاعر ہیں۔ بلکہ عہد حاضر کے نعت گو شعراء کے سرخیل ہیں خوبصورتی، سرمتیٔ اسلوب اور مضامین کا حسین امتزاج ریاض حسین چودھری کی نعت میں ملتا ہے وہ بہت کم شعراء کے ہاں ملتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مگر چھوٹے شہروں میں رہنے والے شعراء کو وہ توجہ اور پذیرائی نہیں ملتی جو مرکز میں رہنے والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ شہر اقبال کے ادبی منظر نامہ کا ایسا ہی ایک غزل گو شاعر جب نعت کی طرف آیا تو اس نے ایسی خوبصورت نعت کہی کہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان کی غزل باوضو ہو چکی ہے کیونکہ صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل لکھتے ہیں کہ ''نعت جب باوضو ہو جائے تو نعت بن جاتی ہے۔''

اقبال احمد صاحب سیالکوٹ کے معروف شاعر اور صحافی ہیں۔ گزشتہ کئی سالوں سے ایک رسالہ بھی نکال رہے ہیں مگر صحافت کے دشت کو خیر آباد کہہ کے مکمل طور پر نعت کے گلستان سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ گذشتہ دنوں ان کی نعت کی پہلی کتاب ''متاع عجز'' کے نام سے منظر عام پر آئی جس کی تقریب پذیرائی بزم حفیظ تائب اور نعت فورم سیالکوٹ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی جس کی صورت صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل نے کی۔

تقریب میں شہر اقبال کے معروف ادبی و سماجی شخصیات نے شرکت کی مگر یہاں اس تقریب کے احوال سے زیادہ کتاب کے تعارف کو ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ یہ کتاب ایک ایسے شاعر کی ہے جس نے حضرت حفیظ تائب کی سنت کو اپناتے ہوئے غزل کو چھوڑ کر اپنے قلم اور فن کو ثنائے خواجہ بطحا

کے لیے وقف کر دیا ہے۔ متاعِ عجز کے لیے صفحے پر درج یہ اشعار اقبال احمد صاحب کے جذبات کی عکاس ہیں۔

میں ایک خستہ تن و بے پر، تہی دامن
نہ مال و زر، نہ جواہر، نہ کوئی سرمایہ
حضورؐ! نذر کی خاطر میں لے کے کیا آتا
متاعِ عجز مرے پاس تھی، سو لے آیا

نعت اس وقت تک نعت نہیں بنتی جب تک اسے لکھنے والا اپنی نعت کو آنسوؤں کا غسل نہ دے جب تک لفظ عقیدت و محبت کے جذبات میں ڈوب نہ جائیں اور جب تک صاحب ﷺ نعت کی اجازت و اعانت حاصل نہ ہو۔ صرف لفظوں کو ایک خاص ربط میں ردیف و قافیہ کی صف بندی کے ساتھ صفحہ قرطاس پر حضور اکرم ﷺ کی شان میں لکھ دینا نعت نہیں نعت اس وقت نعت بنتی ہے جب نعت لکھنے والا سراپا عشق رسول ﷺ بن کر خود کو نعت کے لیے تیار نہ کر لے اور پھر جب نعت ہو جائے تو پھر نعت لکھنے والا اپنی نعت کی منظوری کے لیے دست بدعا رہتا ہے۔

حضرت حفیظ تائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں نعت کہنی شروع تو ہر وقت یہ سوچتا رہتا ہے کہ جن کی نعت کہہ رہا ہوں یہ نعت ان کی بارگاہ میں شرف قبولیت پا بھی رہی ہے کہ نہیں مگر پھر ''خوشبو ہے جو دو عالم میں تیری اے گل چیدہ'' کہی تو میرے اندر ایک اطمینان اور سکینت محسوس ہوئی اس دن مجھے یقین ہو گیا کہ میری نعت بارگاہ سرور دین ﷺ میں باریاب ہو رہی ہے۔

نعت ہمیشہ سے محتاج نگاہ کرم رہی ہے۔ نعت وہ ہی زبان زد عام ہوتی ہے اور نعت وہی دل میں اترتی ہے جسے صاحب نعت ﷺ کی منظوری حاصل ہو اور نعت وہی ہوتی ہے جو خود نعت کہنے والے اور نعت سننے والے دونوں پر اپنا گہرا اثر چھوڑے کیونکہ نعت اپنے اثرات مرتب کرتی ہے نعت نگار پر بھی اور نعت پڑھنے اور سننے والوں پر بھی اور اگر آپ کی نعت کسی پر بھی اثر نہیں چھوڑ رہی ہو تو نعت محض رسم کی ادائیگی ہو گی اور اس کے بعد کو اپنے محاسبے کی ضرورت ہے۔

بات بہت دور نکل گئی، دوبارہ آتے ہیں اقبال احمد صاحب کی نعت کے چند اشعار کی طرف اور بات ختم کرتے ہیں۔

میں کیا، مری بساط کیا اور مدحت رسولؐ
ساجد یہ ہے نصیب کی، بخت رسا کی بات
کوتاہی عمل پہ پشیماں ہوں اِس قدر
کیسے رسول پاکؐ کا میں سامنا کروں
خیال حسن و لطافت، نہ رنگ و بو ہے مجھے
نہ مال و دولت دنیا کی جستجو ہے مجھے
نہ مجھ کو شوق و تعلق ہے کجلاہی سے
در رسولؐ پہ رہنے کی آرزو ہے مجھے
ہر ایک سوچ مری تاب دار ہوجائے
حضورؐ! میرا سفینہ بھنور میں ہے کب سے
جو اک نگاہ کرم ہو تو پار ہوجائے

☆☆☆☆

یہ عاجزانہ مداحی وصول کرلیجیے
حضورؐ! میری گزارش قبول کرلیجیے
میں اپنی فردِ عمل دیکھ کے پشیماں ہوں
حضورؐ! میری سفارش ضرور کردیجیے

☆☆☆☆

پھوار عشق نبیؐ میں نہا گیا ہوں میں
حضورؐ! آپ کی چوکھٹ پہ آ گیا ہوں میں
حضورؐ! گنبد خضریٰ ہے سامنے میرے
خدائے پاک کی رحمت کو پاگیا ہوں میں

☆☆☆☆

ساجد میں جب بھی لکھنے لگوں نعت مصطفیؐ
پہلے خیال و فکر میں خوشبو بساؤں میں

☆☆☆☆

تلاطم خیز موجوں کا بھلا کیا خوف ہو مجھ کو
میں آقاؐ کا ثنا خواں اور یہ میرا سفینہ ہے
مجھے مجبور کرتا ہے مرا جذب دروں ورنہ
نبیؐ کی نعت کہنے کا کہاں مجھ کو قرینہ ہے

اور مجھے اقبال احمد صاحب کے یہ اشعار ذاتی طور پر بہت پسند آئے ؂

گدائے در بدر کی لاج رکھنا
الٰہی! بے بصر کی لاج رکھنا
میری پرواز ہے سوئے مدینہ
شکستہ بال و پر کی لاج رکھنا
بڑی غفلت میں گزری عمر ساری
مرے پچھلے پہر کی لاج رکھنا

☆☆☆

یہ کہکشاں جو فلک پر دکھائی دیتی ہے
سنا رہی ہے مقدس سفر کی دھول کی بات

اور پنجابی نعت کے دوشعر ؂

جی کردا اے میں وی آواں آقاؐ تیرے روضے تے
دُکھیے دل دا حال سناواں آقا تیرے روضے تے
پڑھا درود کروڑ واری کول سنہری جالی دے
نعتاں دے میں پھل چڑھاواں آقا تیرے روضے دے

☆......☆......☆

پروفیسر ارجمند احمد قریشی
ساہیوال

سالک سلوک معرفت، عارف جادۂ نعت

شہزادۂ دودمان صدیقی حضرت قبلہ رفیع الدین ذکی قریشی نعت نگری کے انتہائی معتبر اور موقر مکین ہیں۔ کیوں کہ آپ کا علو شان نسبت سرکار دو عالم ﷺ سے ہے جو جناب رفیع کی رفعتوں کی مقتدر اور متفخر کرتی ہے۔

اُن سے نسبت ہے ورنہ ذکی کچھ نہیں
اُس کا فن کچھ نہیں، شاعری کچھ نہیں

درحقیقت نعت گوئی سب سے دشوار لیکن سب سے حسین صنف سخن ہے، نعت کہنے والوں کی ہر سانس دیدار حبیب کی منزل ہے، وہ فرشتوں کا ہم زبان ہے اور تمام ارواح مبارکہ کا ہم نوا۔ کیوں کہ وہ اس ذات والہ صفات کا مدح خواں ہے، جس کی توصیف خود ذات باری تعالیٰ نے کی ہے۔ نعت کیا ہے؟ نعت روح کی صدائے مستانہ ہے۔ بے تابی ہے، بے قراری، وارفتگی، والہانہ شیفتگی، ربودگی، جذبوں کی ہماہمی، دید جمال رسالت مآب کی تشنگی، غم عصیاں کا بارگراں، عجز و انکسار، سلسلۂ انتظار، عشق حضور ﷺ، بیم و رجا کی کشمکش، در اقدس پر بازیابی کی التجائیں، گنبد سبز کے دیدار کی تمنائیں، مدینے کے سفر کا شوق نعت کہنے کے لوازم ہیں۔ حضرت رفیع الدین ذکی قریشی اشرفی کی تمام نعتیہ شاعری انہیں محاسن کا مرقع ہے۔ موصوف کی قادر الکلامی ایسی ہے کہ رشک آئے۔ اتنے پر گو کہ حمد و نعت کی چوبیس کتابیں اور غزل کی چار کتب لکھ کر کمال کر دیا۔ مگر پر گوئی کے باوصف نعت گوئی کے کمالات کاملہ صفت کاملہ کی صفت رکھتے ہیں۔ ہر کتاب نعت سوز و مستی، جذب و کیف، سرشاری کی کیفیت آشنا ہے۔ اک گلشن خیال ہے جو مدینہ منورہ کی خاک پاک اور وادیٔ طیبہ کے علو درجات کی آئینہ دار اور آئینہ ساماں ہے۔

نبیؐ کی سیرتِ روشن کا یہ احساں ہے انساں پر

مجلی کردیا، انسانیت کا جس نے پیراہن
کون ہے اس کی تعریف جو کرسکے
جس کو رب ہی کہے مصطفیؐ یا نبی!

جناب رفیع الدین ذکی کی ہر کتاب میں نعتوں کی چاندنی سے اجالا ہے، لہجہ نرالا اور بھولا بھالا ہے جسے حزم واحتیاط نے بہت سنبھالا ہے۔ یہ عقیدتوں کی وہ مالا ہے جسے نعتوں کے گلابوں میں پرو کر صاحب موصوف نے اپنے گلے میں ڈالا ہے۔

نبیؐ کی یاد دل کی زندگی ہے
اُسی کے دم سے اس میں روشنی ہے

جناب ذکی کا اندازِ بیاں اس قدر شیریں ہے کہ گویا جھرنوں کا بہاؤ ہے اور وادیوں میں گھومتی پھرتی سرسراتی ہواؤں کی طرح مشام جان معطر کرنے والی ایک نعت ملاحظہ ہو۔

پائی ہے تمدن نے ضیا آپؐ کے در سے
سیکھی ہے زمانے نے وفا آپؐ کے در سے
سیراب کیے جاتی ہے ویران دلوں کو
جو جھوم کے آتی ہے گھٹا آپؐ کے در سے

جناب رفیع الدین ذکی کی تمام تر نعتیہ شاعری سلاست، روانی، سادگی، دل نشینی و دل پذیری کا مرقع ہے مگر انہوں نے صنائع بدائع کا استعمال کر کے اسے مزید اثر آفریں کر دیا ہے۔ دیکھئے لف و نشر غیر مرتب کس طرح استعمال کی ہے۔

کھجوریں مدینے کی اور آبِ زم زم
پیوں اور کھاؤں، یہ جی چاہتا ہے

صنعتِ تضاد بھی موجود ہے:

حریم طیبہ میں ہر سال جاؤں
بڑھاپے میں بھی یہ حسرت جواں ہے

اب مراعات النظیر ملاحظہ فرمائیے:

پھر اذانیں مسجد پُرنور کی سنوایئے
پھر ریاض الجنۃ میں سجدے ادا کروایئے

الغرض حضرت ذکی قریشی کی شاعری میں جذبوں کا ایک آبشار ہے، نکہت بہار ہے اور آپ کی کاوش گل وگلزار ہے۔

جو خرابہ زاریوں میں ڈھل چکی تھی وادیاں
آمدِ سرکارؐ سے وہ گل بداماں ہوگئیں

☆......☆......☆

ڈاکٹر افضال احمد انور
فیصل آباد

مولانا حسنؒ کی نعت گوئی.......... فکری و فنّی جائزہ

''نعت'' سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذاتِ بابرکات اور ان کے اوصافِ حمیدہ کی تحسین کا بیان ہے۔ یہ نعمتِ نعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسن بریلوی کو وافر عطا ہوئی ہے۔ انھوں نے قرآنِ مجید، احادیثِ مبارکہ، اقوالِ بزرگانِ دیں اور عربی و فارسی نیز اردو نعت کی روایتِ نور نزہت سے مضامین چنے ہیں۔ قرآن و احادیث کے قلزمِ فکر سے نعت کے لولوئے گراں بہا چننا اور ان کو شعر کے قالب میں بہت ہی فنی مہارت سے ڈھال دینا ان کا کمالِ خاص ہے۔ حضور پرنور ﷺ وجہِ تخلیق ما کان و ما یکون ہیں، لہذا کائنات کا ہر ذرّہ، نور کی ہر کرن، خوشبو کی ہر لہر اور ہست و بود کا ہر نقش ان کا احسان مند ہے۔ آپ ﷺ کی نورانیت، بے مثلیت، حق تعالیٰ کے آپ ﷺ پر بے پایاں انعامات، آپ ﷺ کے خلقِ خدا پر بے حد و حساب احسانات، آپ ﷺ کا حسنِ ظاہر و باطن اور آپ ﷺ کی سیرت و صورت، آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی، آپ ﷺ کا میلادِ مبارک، معراج شریف اور معجزات عالیہ کا بیان، ان کی نعت کے اہم مضامین ہیں۔ آپ ﷺ کے معراج شریف اور معجزات عالیہ کا بیان، ان کی نعت کے اہم مضامین ہیں یہ تمام مضامین جس سوتے سے پھوٹتے ہیں وہ حسن بریلوی کا عشقِ رسول ﷺ ہے۔ ادب و احترامِ رسول ﷺ ان کی رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ آقا کریم ﷺ کے متعلق ذرہ سی بے ادبی تو کجا، بے ادبی کے شائبہ تک کو برداشت کرنے کے روادار نہیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں بعض جگہ مناظراتی رنگ بھی دکھائی دیتا ہے۔ کوئی چاہے تو اسے ان کے برادرِ اکبر مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کا فیض بھی کہہ سکتا ہے اور اس عالی مرتبت علمی گھرانے اور فقہی خانوادے کے ہر فرد کی خاص پہچان بھی۔ راقم الحروف کے خیال میں یہ غیرتِ عشق کا اساسی تقاضا ہے۔ اس تقاضے کو پورا کرنے میں بھی حسن بریلوی کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ عشق

رسول ﷺ کی فراوانی کے ساتھ ساتھ حسن بریلوی کوفکری ترفّع اور فنّی کمال کا وہ درجہ بھی عطا ہوا ہے کہ جب اہل علم و دانش خصوصاً عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ ان کا نعتیہ کلام سنتے ہیں تو سر دھنتے ہیں۔ان کا نعتیہ کلام عشق رسول ﷺ کی فراوانی،علم کی تابانی،مطالعے کی وسعت ادبی روایات کی پاسداری، عقیدے اورعقیدت کی ہم آہنگی،فکری سر بلندی اور فنی مہارت کے ستونوں پر استوار ہے۔حسن بریلوی کا سرمایہ سخن اردو تاریخ نعت کا زرّیں باب ہے ان کے ہاں عشق حجازی نے رنگِ تغزّل میں کمال جوہر دکھائے ہیں۔ان کا کلام سنجیدہ اور عمیق مطالعے کی دعوت دیتا ہے۔

الحاج حسن بریلوی چرخ مدحتِ رسول ﷺ کے وہ درخشاں ستارے ہیں جن کی لَوکبھی ماند نہیں پڑی۔حضرت مولانا محمد نقی علی خاںؒ کے لخت جگر اور حضرت مولانا احمد رضاخاں بریلویؒ کے برادر حقیقی کی نعت گوئی کے مطالعے سے پہلے اس حقیقت کو مدِّ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اہل علم و محبت قبیلے کا فرد ہونے کے حوالے سے ان کے عقائد و مسلمات وہی ہیں جو مولانا احمد رضاخاںؒ کے ہیں انھیں داغ دہلوی کے تلمیذ رشید ہونے کا شرف بھی حاصل ہے،جو اپنے رنگ تغزّل میں ادب کا دلچسپ باب ہیں۔انھیں ریاست رامپور میں اپنے استادِمکرم کی صحبتوں سے خوشہ چینی کا وافر حصہ نصیب ہوا۔اگر اپنے مذہبی گھرانے سے دینی علوم اور عشقِ رسول ﷺ کی دولت پائی تو داغ دہلوی کی شاگردی نے انھیں زبان و بیان کی باریکیوں،محاورے کی بندش اور خوبیِ تغزل کی دولت سے نوازا۔ان کی زندگی کا سب سے نمایاں وصف حضور پرنور ﷺ سے ان کی سچی اور سُچی محبت ہے۔یہی محبت ان کی نعت گوئی کی اصل اساس ہے اوران کے علم وفضل کی حقیقی میراث بھی۔

وہ سید العالمین حضرت محمد ﷺ کو اللہ جل شانہ کا حبیبِ ذی شان اور تخلیق حیات و کائنات کا بنیادی سبب سمجھتے ہیں۔ان کا ایمان ہے کہ حضور کریم ﷺ رحمت للعالمین ہیں اور ہر خشک وتر، اسود و احمر، اصغر و اکبر پر ان کے بے پایاں احسانات ہیں۔اللہ نے انھیں سب کے لیے محسنِ اعظم بنایا ہے وہ سب پر مہربان اور شفیق ہیں لیکن انھیں گنہگاروں اور بے سہاروں پر زیادہ پیار آتا ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی تمام خوبیوں، کمالوں اور عظمتوں کی جامع ہے۔ ہر خیر وخوبی انھی کی دہلیز پر دست بستہ حاضر ہے اور وہ ظاہری حسن کے حوالے سے بھی اپنے خالق و مالک، اللہ جلّ شانہ کی شانِ تخلیق کا شاہکارِاعظم ہیں۔ان کا اپنے رسولِ محتشم سے پیار غیر فانی ہے۔یہی پیار ان کے ریشے

ریشے اور نَس نَس میں سرایت کیے ہوئے ہے، لہٰذا وہ اپنے آقا و مولا اور اپنے حبیبِ مکرم کی عظمتوں کے گیت گاتے ہیں تو عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے قلوب واذہان کی تنویر وتسکین کا سامان ہو جاتا ہے۔نعت قبیلے کا کون سا فرد ہوگا جس نے ان کے یہ مشہور زمانہ اشعار نہ سن رکھے ہوں:

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ
مری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کردے غبارے مدینہ

ایسا تجھے اللہ نے طرحدار بنایا
یوسفؑ کو ترا طالبِ دیدار بنایا

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضورؐ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

آتا ہے فقیروں پہ انھیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت

اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں ، بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم ، دشمنانِ اہلِ بیت

قُل کہہ کر اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی
اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند

آج جو عیب کسی پر نہیں کُھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

منگتا تو ہیں منگتا کوئی شاہوں میں دکھا دے
جس کو مرے سرکارؐ سے ٹکڑا نہ ملا ہو

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ انؐ کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اللہ اللہ! شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

ان کا نعتیہ دیوان ''ذوقِ نعت'' ایسے ہی پُر تاثیر اور عشق و محبت سے بھرے ہوئے اشعار سے مزّین ہے۔ ان کی ہر نعت میں، دل میں گھر کر جانے والے اشعار کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا دیوان سراسر انتخاب لگتا ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ اپنی مصروف ترین زندگی میں بھی ان کا کلام پڑھتے بلکہ زیادہ تر انہی کا کلام دیکھتے۔ مولانا کے کام اور کلام پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ خلافِ شرع اور خلاف مزاج بات انھیں کتنی ناگوار لگتی تھی، ایسی طبیعت کے باوصف ان کے کلامِ حسن کو سراہنا اس بات کی دلیل ہے ہے کہ مولانا احمد رضاؒ کو اپنے بھائی کے کلام سے کتنی محبت تھی۔ وہ قابلِ اصلاح امور کی اصلاح فوراً کرتے تھے اور ان کی زندگی اس پر شاہد ہے۔ ممکن نہیں کہ انھوں نے اپنے برادرِ حقیقی کو ادبی و شرعی نکات سے نہ نوازا ہو یا مولانا حسن نے اپنے برادرِ مکرم کے کلام سے کوئی اثر قبول نہ کیا ہو۔ ان کے بعض اشعار اس حقیقت کے آئینہ دار بھی ہیں، مثلاً ان کا شعر ہے:

کیوں نہ ہو تم مالکِ مُلکِ خدا، مِلکِ خدا
سب تمھارا ہے، خدا ہی جب تمھارا ہو گیا

یہ شعر پڑھتے ہی اعلیٰ حضرت احمد رضا خاںؒ کا یہ شعر ذہن میں گونج پیدا کرتا ہے

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

حسن بریلوی کا ایک اور شعر ہے:

ان کے در پر اس قدر بٹتا ہے باڑانور کا
جھولیاں بھر بھر کے لاتے ہیں گدایانِ جمال

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کا شعر ہے:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

ایسے بہت سے اشعار پیش کیے جا سکتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کہ حسن بریلوی کے کلام پر رضا بریلوی کے اثرات کتنے زیادہ اور کتنے گہرے ہیں ۔ یہ اثرات الفاظ کے انتخاب، تراکیب سازی کے عمل، تشبیہات و استعارات کی یکسانی اور مضامین کی یک رنگی سے عبارت ہیں۔ اسی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ کلام رضا کو ایک طرف رکھ کر کلام حسن پر نقد و جرح تشنہ ہوگی ۔ یہاں اس امر کی طرف اشارہ بھی ضروری ہے کہ راقم الحروف کو بعض اساتذہء ادب سے یہ سننے کا موقع ملا کہ حسن کا کلام اپنے بھائی احمد رضا سے بھی زیادہ بامعنی اور زیادہ پر تاثیر ہے ۔حسن بریلوی کے کلام کو دل سے پسند کرنے کے باوجود میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے حدود و قیود میں کلام حسن کے بہترین ہونے کے باوجود، احمد رضا کا کلام نعتیہ افق کی بڑی چوٹی پر ہے۔ ایک مثال دیکھیے: حسن بریلوی کا شعر ہے:

میں در در پھروں چھوڑ کر کیوں ترا در
اٹھائے بلا میری احسانِ عالم

اور اعلیٰ حضرت احمد رضا کہتے ہیں:

تیرے ٹکروں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں ، چھوڑ کے صدقہ تیرا

دونوں شعروں کا مضمون اور مزاج ایک ہونے کے باوجود دونوں میں جو فرق ہے صاف ظاہر

ہے ۔ ترا در چھوڑ کر در در پھرنا ذاتی فعل ہے اور ''غیر کی ٹھوکر پہ ڈالنا'' دوسری ہستی کا فعل ہے۔ اسی طرح احسانِ عالم اٹھانا اور غیر کی جھڑکیاں کھانے میں جو فرق ہے اس سے صرفِ نظر ممکن نہیں ۔ اعلیٰ حضرت ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

کروں مدحِ اہلِ دول رضا، پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرا دین پارہ ناں نہیں

ایک اور مقام پر حسن بریلوی لکھتے ہیں:

پیشِ یوسفؑ ہاتھ کاٹے ہیں زنانِ مصر نے
تیری خاطر سر کٹا بیٹھے فدایانِ جمال

اب اعلیٰ حضرت احمد رضا خاںؒ کا شعر دیکھیئے ۔

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

دونوں شعروں کی بنیاد ایک قرآنی تلمیح پر ہے لیکن دونوں کا کوئی تقابل بنتا ہی نہیں ۔ پیش یوسف زنانِ مصر کا ہاتھ کاٹنا اختیاری فعل لگتا ہے جبکہ حسن یوسف پہ کٹیں۔۔۔بے اختیاری فعل ہے ۔ تیری خاطر اور تیرے نام پر میں جو فرق ہے وہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ یعنی حضور پرنور ﷺ کی ذاتِ بابرکات کی خاطر اور صرف ان کے اسمِ گرامی کی خاطر میں جو فرق ہے اسے کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ ایک میں ماضی کا واقعہ ہے دوسرے میں حال جاری کا عمل ہے۔ فدایانِ جمال اور مردان عرب (جو اپنی بہادری اور سپہ گری میں مشہور ہیں) صرف آپ ﷺ کے نام پر ہی سر کٹاتے آ رہے ہیں ۔ مصر میں زنان اور زنانِ مصر کے معنوی بعد کو بھی محسوس کیا جا سکتا ہے ۔ غرض یہ حقیقت ہے کہ حسن بریلوی کا کلام بہت خوب اور بہت معتبر ول کش ہونے کے باوصف اپنے برادر حقیقی رضا بریلوی کے کلام سے فکری وفنی اعتبار سے آگے کا کلام نہیں بلکہ برابر کا بھی نہیں ۔

ان دونوں عظیم بھائیوں کے کلام کا تقابلی جائزہ اس وقت میرا موضوع نہیں لیکن میں اس کی حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بوجوہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا کا کلام علمی، ادبی، شرعی اور خالص فنی لحاظ سے بھی بہت آگے کی چیز ہے۔ جناب حسن بریلوی نے اپنے برادرِ گرامی کے کلام

سے خوشہ چینی کی ہے اور خوب کی ہے وہ خود اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ احمد رضا کے سبب سے ہی ان کا بھلا ہو رہا ہے۔ تبھی وہ یوں دعائیں دیتے ہیں۔

بھلا ہے حسن کا جنابِ رضا سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضا کا

اس اہم نکتے کی طرف اشارہ کے بعد اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ حسن بریلوی نے اپنے استاذِ گرامی جناب داغ دہلوی سے تلمذ کے باعث اپنے کلام میں بہت سی فنی خوبیاں پیدا کی ہیں خصوصاً ان کی نعتوں میں رنگ تغزل کی فراوانی فیضِ داغ کا نتیجہ ہے۔ داغ ہی محاورے اور واردات نویسی کے شاعر ہیں۔ اقبال کے لفظوں میں حسن کی ہو بہو تصویر کھینچنا اور تاثیر کا یہ عالم ہونا کہ گویا دل پر تیر مار دیا ہو۔۔۔صرف داغ ہی کا کمال ہے۔ داغ سے فیض یابی کی نسبت حسن بریلوی کے شاگردِ رشید حکیم سید برکت علی نامی رقمطراز ہیں:

''۔۔۔اور سرچشمۂ سخن فصیح الملک، بلبل ہندوستان حضرت استاد داغ دہلوی مرحوم کی نہروں سے گلستانِ شاعری کے پودوں کو سینچا تھا۔ ایک مدت تک ریاست رامپور میں رہ کر استاد کے گلشنِ سخن سے گل چینی فرماتے رہے۔''

(برکت علی نامی، تقریظ بر کتاب ''ذوقِ نعت'' از حسن بریلوی: بریلی، رضوی کتب خانہ، س۔ن، ص، ۱۳۶)

آیئے اس نغز گو شاعر کے ہاں رنگِ تغزل کی چند جھلکیاں دیکھیں۔ ردیف جیم تازی میں ان کی ایک نعت کے یہ شعر ملاحظہ ہوں۔

کیا مژدہء جاں بخش سنائے گا قلم آج
کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج
آمد ہے یہ کس بادشہِ عرش مکاں کی
آتے ہیں فلک سے جو حسینانِ ارم آج
کُھلتا نہیں کس جانِ مسیحا کی ہے آمد
بت بولتے ہیں، قالبِ بے جاں میں ہے دم آج
تسلیم میں سر، وَجد میں دل منتظر، آنکھیں

کس پھول کے مشتاق ہیں مرغانِ حرم آج

حضورِ اکرم ﷺ کے حسن و جمال کو بیان کرنا چاہتے ہیں مضمون یہ لاتے ہیں کہ آپ ﷺ کی برکتِ خیر وحسن کے باعث آپ ﷺ کا شہر بھی باقی زمین سے حسین ہے اس شہر کی تو بات ہی کیا اس سے ملحق صحرا کا یہ حال ہے کہ کوئی عاشق آپ ﷺ کا صحرا چھوڑ کر کسی باغ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔

جانِ جناں سے دشت مدینہ تری بہار
بلبل نہ جائے گی کبھی گلزار کی طرف

خلوت سے انجمن آرائی کا تصّور مومن نے یوں پیش کیا تھا۔

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

غالب نے اس کی دل کھول کر داد دی، نہ صرف یہ بلکہ اس موضوع پر خود بھی کہا۔

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

دیکھیے اس مضمون کو جب حسن بریلوی مشرف نہ نعت کرتے ہیں تو کیا کمال دکھاتے ہیں۔

دل میں ہو یاد تری ، گوشہء تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

حسن بریلوی کا فارسی اردو نعت کا مطالعہ وسیع تھا۔اس کا ثبوت ان اثرات سے ملتا ہے، جو اس روایت سے اثر پذیری کے باعث رونما ہوئے۔یہ ایک الگ موضوع ہے اور اس پر کام کی بہت گنجائش ہے۔ بالفعل یہ کہنا کہ حسن بریلوی نے خلوت کی تعمیم کو یادِ حضور ﷺ سے مختص کر کے جو انجمن آرائی کی ہے اس کا جواب نہیں۔اسی نعت کے دو مزید شعروں میں حسنِ تغزل کی شان دیکھیے۔

آستانے پہ ترے سر ہو ، اجل آئی ہو
اور اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو

تصور کیجیے کہ عاشق صادق کو بوقت قضا دیدار حبیب میسر ہو اور محبوب بھی کامل انہاک سے

اپنے چاہنے والے کے آخری وقت کا منظر ملاحظہ کر رہا ہو تو ایسی موت پر کروڑوں زندگیاں نچھاور کی جا سکتی ہیں۔

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

کتنی بڑی حقیقت کو شاعر نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ کل کائنات مل کر حضور کریم ﷺ کے حسنِ ظاہر کی ایک جھلک دیکھ سکنے کی بھی تاب نہیں رکھتی ایسے میں اگر ان کے حسن حقیقی کا ظہور ہو جائے تو کس میں دیکھنے کی تاب ہو سکتی ہے۔

محبوب کے حسن و جمال کا بیان رنگِ تغزل کی جان ہے۔ حسن بریلوی کے ہاں یہ رنگ عام اور وافر ملتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا پاکیزہ حسن تو ایک طرف اس حسن کو دیکھنے والے خود اتنے حسین ہو جاتے ہیں کہ جنت (جس کی خوبصورتی کا اس دنیا میں تصور بھی محال ہے) کی بہاریں اس پر فدا ہو جاتی ہیں۔

منہ اس کا دیکھتی ہیں بہاریں بہشت کی
جس کی نگاہ ہے ترے رخسار کی طرف

ایسے عظیم محبوب ؐ کے گھر کا یہ حال ہے کہ اہل فکر و فن اور ارباب حسن و جمال کس ادب، کس محویت اور کس تمنا سے ان کے در پر حاضر ہیں، اور سب بحیثیت سائل موجود ہیں۔

پھیلا ہوا ہے ہاتھ در کے سامنے
گردن جھکی ہوئی تری دیوار کی طرف

محبوبِ ذاتِ کبریاؐ کے ذاتی حسن و جمال کا بیان اور فطرت کی خوبصورتی کے مظاہر چاند، سورج، گلاب وغیرہ سے آپ ﷺ کی تشبیہ کا مضمون لانا، حقیقت کے مطابق نہیں، تو شاعر کی سوچ کے آگے ان گنت دیواریں آ کھڑی ہوتی ہیں۔ چاند سورج کا آپ ﷺ کے مشابہ ہونا تو دور کی بات ہے، آپ ﷺ کے گھر کے در کے ذرّوں کے لیے بھی شاعر مہ و مہر کی تشبیہ نہیں لاتا۔ ایسا کیوں نہ ہو جب چاند سورج بھی ان کی گھر کے دروازے کے ذروں سے خیراتِ نور لیتے ہوں:

ذرہء در سے ترے ہمسر ہوں کیا مہر و قمر
یہ ہے سلطانِ جمال اور وہ گدایان جمال

دردِفرقت میں عاشق کی حالتِ زار کا نقشہ اکثر شعراء نے کھینچا ہے۔ حسن بریلوی اسی مضمون میں کیا کیا جولانیاں دکھاتے ہیں۔

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینہ پہ تسلّی کو ترا ہاتھ دھرا ہو
گر وقت اجل سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو
موقوف نہیں صبحِ قیامت ہی پہ یہ عرض
جب آنکھ کُھلے سامنے تو جلوہ نما ہو

مرے دل کو دردِ الفت، وہ سکون دے رہی
مری بے قراریوں کو نہ کبھی قرار آئے

فرقتِ حبیب اور بے قراری کوئی بیماری نہیں بلکہ اس کا از دیاد توجہِ سکون وقرار ہے ایسے نازک مضمون کوحسن بریلوی کس آسانی سے کہہ لیتے ہیں۔

مار ڈالے بے قراری شوق کی
خوش تو جب ہوں اس دلِ مضطر سے ہم
رحم کی سرکار میں پرسش ہے ایسوں کی بہت
اے دل اچھا ہے اگر حالت مری اچھی نہیں

حسن بریلوی کے ہاں رنگِ تغزل کی یہ کچھ مثالیں ہیں، حقیت یہ ہے کہ داغ کے محبوب مجازی کے حسن اوراس کی مناسبات کوحسن بریلوی نے محبوب حجازی کے حضوراس خوبی سے پیش کیا ہے کہ یقیناً استاد کوبھی اپنے اس ہونہار شاگرد کے کمالات پر ناز ہوگا۔

حسن بریلوی کے نعتیہ کلام کا ایک بہت بڑا کمال ان کی مضمون آفرینی ہے ۔عظیم اور پر تاثیر شاعری کا ایک وصف یہی خوبی ہوتی ہے کہ تازہ اور انوکھے مضامین سے اس کا دامن مزین ہوتا ہے۔عظیم نسبتوں، وسیع مطالعے اور بہترین علمی پس منظر نے ان کے اشعار کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ سوچ کی بلند پروازی کا یہ عالم ہے کہ ان کے مضامین کی تازگی، نازکی، جدت اور رنگا رنگی قاری کو خوشگوار حیرت کی فراوانی سے دوچار کرتی ہے ۔ وہ مدحتِ مصطفیٰ ﷺ میں ایسے ایسے عجیب اور نادر خیالات پیش کرتے ہیں کہ ان کی عالی دماغی کی داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ کچھ اشعار دیکھتے ہیں ۔

خارِ صحرائے نبیؐ ، پاؤں سے کیا کام تجھے
آمری جان! مرے دل میں ہے رستہ تیرا

خار صحرا کا مسافر کے پاؤں میں چبھ جانا اور اگر مسافر عاشق بھی ہو تو راہ محبت کی اس تکلیف پر بجائے درد، خوشی محسوس کرنا تو عام سوچ ہے، حسن بریلوی تو راہِ مدینہ کے کانٹوں کو دل میں جگہ دیکر ایسا مضمون باندھتے ہیں کہ ہمائے تخیل سبحان اللہ کا ورد کرنے لگتا ہے۔محبوب کی طلعت وزیارت کے حوالے سے روشنی (اور اس کے منابع چاند سورج) کا ذکر عام سا مضمون ہے ۔حسن بریلوی نے اس میں بھی کیا جدت پیدا کی ہے۔

جلوہ فرما ہو جو میرا آفتاب
ذرہ ذرہ سے ہو پیدا آفتاب

کائنات کی ہر شے کی طرح سورج تو حضور اکرم ﷺ کے تصدق میں پیدا ہوا ہے، لہٰذا آپ ﷺ کے ساتھ یہ تشبیہ نہیں بنتی۔ قرآن مجید بھی آپ ﷺ کو محض سورج (سراج) نہیں بلکہ سراجاً منیرا کہا گیا ہے۔حسن بریلوی یہاں آفتاب کو بطور استعارہ استعمال کرتے ہوئے ''میرا آفتاب'' کہہ کر مضمون کی گنجائش پیدا کر رہے ہیں۔ وہ یوں کہ مرے آقا ایسا آفتاب ہیں کہ جو جلوہ فرما ہو تو جس جس ذرے پر ان کی روشنی پڑے گی وہ خود آفتاب آفریں بن جائے گا۔ سبحان اللہ کیا مضمون ہے مزید فرماتے ہیں ۔

شاید کہ وصفِ پائے نبیؐ کچھ بیاں کرے
پوری ترقیوں پہ رسا ہو اگر دماغ

اگر دماغ ترقی کی انتہا کو چھولے تو بھی اس سے ممکن نہیں کہ حضور پر نور ﷺ کے حسن و جمال کی توصیف کا حق ادا کر سکے۔ اگر صرف پائے اقدس بھی خوبیوں اور عظمتوں کو بیان کرنا چاہے تو شاید کچھ بیان کر سکے۔ شعر میں شاید اور کچھ نے بیانیہ کو انوکھا اور دلچسپ بنا دیا ہے۔ ایک اور شعر میں اسی مضمون کو ایک اور طرح سے خوبصورت رنگ دیا ہے۔ محبوب کریم ﷺ کا حسن و جمال ظاہری کی توصیف تو کس سے ممکن ہے جبکہ حال یہ ہے کہ آپ ﷺ کے نقش قدم سے حسن کے ایسے مراکز پیدا ہو جاتے ہیں جن کی توصیف کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

چل گیا جس راہ میں سروِ خرامانِ جمال
نقشِ پا سے کھل گئے ، لاکھوں گلستانِ جمال

صرف نقش پا سے ایک نہیں دو نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں گلستان (وہ بھی عام گلستان نہیں بلکہ صرف گلستان جمال) تو ایسے نقش جس پائے اقدس کے زمین پر لگنے سے پیدا ہوں اس کی خوبصورتی کا عالم کیا ہوگا؟ اور اگر حسنِ پا کا یہ حال ہے تو جسم اقدس و منور کے حسن کی کیا کیفیت ہوگی۔ حسن بریلوی نے رنگِ تغزل اور جدت آفرینی کو یکجا کر کے کمال کر دکھایا ہے۔

کھانے کے بعد جو غذا بچ جائے اسے اُلش (پس خوردہ) کہتے ہیں اردو، پنجابی میں ایسے بچ رہ جانے والے کھانے کو جھوٹا کہا جاتا ہے کوئی تھوڑا سا پانی پی کر یا کھانا کھا کر باقی بچا کھچا کسی اور کو دے دے تو اسے جھوٹا پانی اور کھانا کہیں گے لیکن حسن بریلوی ایسے نازک موقع پر کیا خوب اور انوکھا رنگ دیتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ آقا حضور ﷺ اتنے سچے ہیں کہ جھوٹ کا کوئی احتمال، کوئی امکان اور کوئی شائبہ تک بھی آپ ﷺ سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ محاورۃً بھی اس کا استعمال درست نہیں۔

صدق نے تجھ میں یہاں تک تو جگہ پائی ہے
کہہ نہیں سکتا اُلش کو بھی تو جھوٹا تیرا

سبحان اللہ، کیا سوچ ہے کیا، صدق بیانی ہے اور کیا جولانیِ طبع ہے۔ ماسوی اللہ کی تخلیق کا حقیقی سبب حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک ہے۔ ہر شے آپ ﷺ ہی کے توسل سے پیدا ہوئی ہے لیکن اس کا کیا کہنا جسے آقاؐ خود فرما دیں کہ یہ ہمارا ہے۔

یوں تو سب پیدا ہوتے ہیں آپؐ ہی کے واسطے
قسمت اس کی ہے جسے کہدو '' ہمارا ہوگیا''

محبوب کے لب و رخسار کو دیکھنا عاشق کے لیے اوج مقدر ہے یہ غزل کا عام سا مضمون ہے۔ حسن بریلوی نے اسے مشرف بہ نعت کر کے اس میں کیا ترفع اور کیسی پاکیزگی پیدا کر دی ہے

اتنی مدت تک ہو دیدِ مصحفِ عارض نصیب
حفظ کرلوں ناظرہ پڑھ پڑھ کے قرآن جمال

خانہ کعبہ کے دروازے کی سمت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کیسا انوکھا مضمون پیدا کیا ہے کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

بنائی پُشت نہ کعبہ کی انؐ کے گھر کی طرف
جنھیں خبر ہے ، وہ ایسا وقار کرتے ہیں

اصلِ ایمان حُبِّ رسولِ رحمان ہے۔ جس دل میں یہ محبت نہیں وہ کسی کام کا نہیں اگر مومن میں ذرا سا بھی ایمان ہے تو اس کا دل اپنے پیارے نبی ﷺ کی یاد اور محبت سے خالی نہیں رہ سکتا۔ اس مضمون کے لیے کیا خوبصورت انداز اختیار کرتے ہیں۔

کون سے دل میں نہیں یادِ حبیبؐ
قلب مومن مصطفیٰؐ آباد ہے

اللہ اللہ! کتنی بڑی اور کتنی اہم حقیقت ہے کہ مومن کا دل دراصل مصطفیٰ آباد ہے۔ حسن بریلوی کا نعتیہ مجموعہ ایسے انوکھے، بے مثال، پر تاثیر اور دل میں گھر کر لینے والے مضامین سے بھرا ہوا ہے۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ کے بے مثل حبیب ہیں۔ بے مثل بھی ایسے کہ مخلوق میں کوئی دوسرا ان جیسا نہیں۔ اس مضمون کو ادا کرتے ہوئے کس طرح یہ نکتہ عجیب پیش کرتے ہیں۔

یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے
ایسے یکتا کے لیے ایسی ہی یکتائی ہو

ایک اور جگہ کسی خوبی سے اس نکتے سے ایک اور نکتہ پیدا کیا ہے اور اس میں حال ، ماضی ، مستقبل کے تینوں زمانوں کو گرفت میں لے کر مضمون میں جو ندرت وشوکت پیدا کی ہے، قابلِ ذکر ہے۔

ایسا نہ کوئی ہے نہ کوئی ہو نہ ہُوا ہو
سایہ بھی تو اک مثل ہے پھر کیوں نہ جدا ہو؟

کوئی مسافر چلے تو قدم اٹھانے سے غبارِ راہ اڑتا ہے، یہ معمول کا عام سا مشاہدہ ہے ۔حسن بریلوی اپنی مشتِ خاک کو غبارِ بے کساں کہہ کر کس خوبی سے یہ ایمان افروز مضمون پیدا کر رہے ہیں

غبارِ بیکساں کو کوئی پہنچادے مدینہ تک
لپٹتا ہے ہر اک دامن سے، سب کے پاؤں پڑتا ہے

اللہ اللہ کس خوبی سے صنعتِ حسنِ تعلیل کو برتا ہے کہ دل جھوم جھوم جاتا ہے ۔حسن بریلوی کا نعتیہ ذخیرہ ''ذوقِ نعت'' ایسے ہی مضامین کا بے مثل خزینہ ہے ۔ چند شعر اور دیکھیے ۔

دھوم ذرّوں میں اَنَا الشّمس کی پڑ جاتی ہے
جس طرف سے ہے گزر چاند ہمارا کرتا

رکھ دیا جب اس نے پتھر پر قدم
صاف اک آئینہ پیدا ہوگیا

سر وہی جو ان کے قدموں سے لگا
دل وہ جو ان پہ شیدا ہو گیا

خدا تارِ رگ و جاں کی اگر عزت بڑھا دیتا
شراک نعلِ پاکِ سیدِ لولاک ہوجاتا

غزل کی طرح نعت میں بھی سراپا نگاری کی روایت موجود ہے لیکن یہ نہ بھولنا چاہیے کہ دونوں اصناف کی فضائیں ، حدود اور اسالیب مختلف ہیں ۔غزل کے محبوب مجازی کے سراپا کی نعت کے محبوب حجازی ﷺ سے کیا نسبت ۔۔۔غزل میں محبوب کے سراپا کا بیان زیادہ تر تشبیہات کا مرہون

منت ہوتا ہے لیکن نعت میں اس کی گنجائش ہی نہیں ۔ جب آقا حضور ﷺ بے مثل ہیں، ان جیسا کوئی ہے ہی نہیں، نہ تھا نہ ہوسکتا ہے تو آپؐ کے اعضائے کریمہ بھی بے مثل ہیں ۔ بے مثل کی تشبیہ کس سے دی جاسکتی ہے؟ غزل کا شاعر تو محبوب کی آنکھوں کو نرگس ، بادام، گردن کو صراحی ہونٹوں کو برگِ گلاب وغیرہ کہہ کر مضمون تراش لیتا ہے جبکہ نعت میں یہ تشبیہات اس لیے نہیں لائی جاسکتیں کہ یہ سب اشیاء (اور کائنات کی باقی سب اشیاء) بھی حضور انور ﷺ کے تصدق پیدا ہوئی ہیں ، لہذا تشبیہ کیسی ہوتو یہ ہے کہ نعت میں ذکرِ سراپائے سرکار ابد قرار بے حد نازک مسئلہ ہے ۔ یہ شاعر کا بہت بڑا امتحان ہے اور شاعر پر اللہ کریم کا خاص ہی کرم ہو تو وہ اس امتحان میں کامیاب ہوتا ہے۔

حسن بریلوی نے بھی اس میدان احتیاط میں قدم رکھا ہے وہ سراپا نگاری کو یادوں کے سہارے پیش کرتے ہیں ۔ اعضائے کریمہ کے فیوض و برکات کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے کونین پر احسانات گنواتے ہیں ۔ انھوں نے بڑی محنت سے اور بڑی محبت سے ثابت کیا ہے کہ نعت میں سراپا نگاری کے امتحان میں کیسے سرخرو ہوا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کی سوچ پر حیرت ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ نعت میں سراپائے مبارک کا نہیں صرف سیرت پاک کا ذکر ہونا چاہیے۔ جب اللہ کریم نے قرآنِ کلیم میں اپنے پیارے رسول ﷺ کے چہرہ مبارک کو (وَالضُّحٰی)، ہاتھ مبارک کو (و ما رمیت اذ رمیت) زبان مبارک کو (ما ینطق عن الھویٰ) زلفوں کا (والیل)۔۔۔ ذکر کیا ہے تو نعت گو ان کا ذکر کیوں نہیں کرسکتا؟ حسن بریلوی نے سراپا نگاری کو یاد نگاری بنا کر پیش کیا ہے اور اس میں طرح طرح کے ایمان افروز مضامین پیدا کیے ہیں ۔ راقم الحروف کی گزارشات کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ نعت میں صرف سراپا مبارک ہی کا ذکر ہو اور سیرت پاک کا ذکر نہ ہو ۔ مقصدِ معروضات مخلصانہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں توازن کا لحاظ رکھا جائے ۔ سیرت پاک ﷺ کے بیان کے ساتھ حسن پاک کا ذکر بھی کیا جائے۔ صحابہ کرام کی نعتوں میں بھی آپ ﷺ کی سیرت اور صورت دونوں کا ذکر ملتا ہے گویا نعت نگار اپنے کریم آقا ﷺ کے حسن ظاہری و باطنی (صورت وسیرت) پر اظہار عقیدت ومودت کرے۔ حسن بریلوی کے ہاں بھی ایسا ہی ملتا ہے وہ سیرت پاک کا بھی بیان کرتے ہیں اور صورتِ منور کی تحسین مین بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں ۔

آیئے پہلے ان کے ہاں رسول کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے بیان کی چند جھلکیاں

دیکھیں۔اللہ کے محبوب، کائنات کی وجہِ تخلیق روح و رواں ہست و بود اور شان شفاعت رکھنے نیز باری تعالیٰ کے وعدہ خوشنودی (وَلسوف یعطیک ربک فترضیٰ) کے باوجود اللہ کریم کی بارگاہِ ناز میں آپ ﷺ کی نیاز مندی، عاجزی اور گریہ وزاری کا یہ عالم ہے کہ امت کے لیے ان کی دعاؤں کو ان کی آرزوؤں کو (حریص علیکم) اور ان کی بے حد وحساب محبت (عزیز علیہ ماعنتم) کو بھلایا نہیں جا سکتا۔اس ضمن میں حسن بریلوی ارشاد فرماتے ہیں

ہے پھر خندہ بے جا مرے لب پر آیا
ہائے پھر بھول گیا راتوں کا رونا تیرا

شعر میں ذکر حبیب کے ساتھ ساتھ سیرت پر عمل کرنے، آپ ﷺ کے گریہ کو یاد رکھنے بلکہ اپنانے کی طرف بھی لطیف اشارہ ملتا ہے۔حضور پرنور ﷺ کی عاجزی وسادگی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے لباس مبارک میں پیوند لگے ہوتے تھے، سیرت کے اس پہلو کا ذکر ملاحظہ کیجیے۔

اگر پیوند ملبوسِ پیمبرؐ کے نظر آتے
ترا اے حُلّہء شاہی کلیجہ چاک ہو جاتا

ایک اور شعر دیکھیئے جس میں آپ ﷺ کے عجز وتواضع کا ذکر ہے

خسروِ کون و مکاں اور تواضع ایسی
ہاتھ تکیہ ہے ترا ، خاک بچھونا تیرا

آپ ﷺ کی شان تحمل، رواداری، دشمنوں پر بھی لطف وکرم کا بیان کس شان سے کرتے ہیں۔

ہے دعائیں سنگِ دشمن کا عوض
اس قدر نرم ایسے پتھر کا جواب

حق یہ ہے کہ ایک ایک سنت اس قدر دلنشیں، سبق آموز اور زینتِ حیات ہے کہ اس کا ذکر شاعری کی جان بن جاتا ہے۔

یہ پیاری ادائیں ، یہ نیچی نگاہیں
فدا جانِ عالم ہو اے جانِ عالم

یہاں پہنچ کر حسن بریلوی بیان صورت وسیرت کو یکجا کر دیتے ہیں ۔سیّد کونینؐ کے سراپا

مبارک کا بیان ان کی نعتوں میں کس شان وخوبی سے ہوا ہے ملاحظہ ہو۔ رُخِ مصطفیٰ کریم ﷺ کی شان میں رقمطراز ہیں

قبلہ کا بھی کعبہ رُخِ نیکو نظر آیا
کعبہ کا بھی قبلہ خمِ ابرو نظر آیا

یقیناً اس شعر پر ان کے برادر عظیم مولانا احمد رضا خاں کے اثرات ہیں جو فرماتے ہیں۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

سرِ اقدس کی توصیف میں کہتے ہیں:

اے سرِ پرنور اے سرّ خدا
ہوں سراسیمہ پریشاں الغیاث

(یہاں سر اور سرّ کے استعمال کی فنی چابکدستی بھی زیرِ غور رہے)۔ حضور اقدس ﷺ کے سرِ اقدس کو راز خدا کہا ہے یہ وہ نکتہ ہے جس پر ایمان جھوم جھوم جاتا ہے۔ کچھ اعضائے مبارکہ کی توصیف کا اندازہ دیکھیئے۔

چشمِ رحمت آ گیا آنکھوں میں دم
دیکھ حالِ خستہ حالاں الغیاث
تیر غم کے دل میں چھد کے رہ گئے
اے نگاہِ مہر جاناں الغیاث
بینیِ پُر نور! حال مابہ بیں
ناک میں دم ہے مری جاں الغیاث
اے دہن اے چشمۂ آبِ حیات
مر مٹے دے آبِ حیواں الغیاث
بازوئے شہ دستگیری کر مری
اے توانِ ناتواناں الغیاث

مہرِ پشتِ پاک میں تجھ پر فدا
دے دے آزادی کا فرماں الغیاث
پائے انور اسے سر افرازی کی جاں
میں شکستہ پا ہوں جاناں الغیاث
نقشِ پائے نو گلِ گلزار خلد
ہو یہ اجڑا بن گلستان الغیاث
اے عمامہ! دورِ گردش دور کر
گردِ پھر پھر کہ ہوں قرباں الغیاث
اے شراکِ نعلِ پاکِ مصطفیٰ
زیر نشتر ہے رگِ جاں الغیاث

چھیاسٹھ(٦٦) اشعار پر مشتمل اس پاکیزہ نعت کے صرف بارہ شعر اوپر درج کیے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری نعت سراپا نگاری کا بہترین نمونہ ہے۔حسن بریلوی کے نعتیہ مجموعے'' ذوق نعت'' میں جگہ جگہ سراپا نگاری کے جلوے دعوت نظارہ دے رہے ہیں لیکن ہر بار نیا روح پرور اور ایمان افروز مضمون پیدا کرتے ہیں۔ان کے زورکلام، مضمون آفرینی، موزونی طبع اور جدتِ فکر کا اندازہ کرنے کے لیے ان کے ہاں سراپائے حبیبِ رحمان ﷺ کی مزید جھلکیاں دیکھیئے۔وہ بعض اعضائے مبارکہ کا ذکر کرتے ہیں رتو درود وسلام کے لیے۔

روئے انور پہ نور بار سلام
زلفِ اطہر پہ مشکبار درود
اس مہک پر شمیم بیز سلام
اس چمک پر فروغ بار درود
انؐ کے ہر جلوہ پر ہزار سلام
انؐ کے ہر لمعہ پر ہزار درود

شعر کی فنی باریکیوں پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ پہلے شعر میں روئے انور کے حوالے سے

نور بار اور زلفِ اطہر کی نسبت مشکبار الفاظ لائے گئے ہیں جو عین حقیقت بھی ہیں اور مناسبتوں کے لحاظ سے بہترین انتخاب بھی۔ اس طرح مہک اور شمیم بیز نیز چمک اور فروغ بار کے الفاظ کا استعمال قابل داد ہے۔

حضور ﷺ بے مثل ہیں، بے مثال ہیں چونکہ ان کی مثل کوئی ہے ہی نہیں لہذا ان کے لیے تشبیہ بھی ممکن نہیں۔ آپ ﷺ کے لیے یا آپ ﷺ کی کسی صفت کے لیے تشبیہ لانے والوں کو اس ضمن میں خصوصی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو سورج کہا گیا ہے (سراج) لیکن سراجاً منیرا کہہ کر واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ عام سورج نہیں، منیر سورج ہیں یہ عام آسمانی سورج سے مختلف ہو گیا اس طرح سراج قدس، سراج حق، سراجِ عظمت۔۔۔ وغیرہ تشبیہات لائی جاسکتی ہیں۔ دیکھیے رسول اکرم ﷺ کے سراپا مبارک کے بیان میں حسن بریلوی اس مرحلے سے کیسے گزرے ہیں۔ انھیں حضور اکرم ﷺ کے خطِ رخسار کا خیال آیا تو یہ تشبیہ پیش کی۔

قرآں کے حواشی پہ جلالین لکھی ہے
مضموں یہ خطِ عارضِ جاناں سے نکالا

وہ اسے بھی تشبیہ نہیں کہہ رہے بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مضمون کہ قرآں کے حواشی پر جلالین تحریر ہے کا مضمون ہے آپ ﷺ کے خطِ رُخسار کے تصور نے سمجھایا ہے۔ کچھ اور اشعار دیکھیے:

کان ہیں کانِ کرم، جان کرم
آنکھ ہے یا چشمۂ تنویر ہے
اے گلو! اے صبحِ جنت شمع نور
تیرہ ہے شامِ غریباں، الغیاث
فروغِ اخترِ بدر آفتابِ جلوہ عارض
ضیائے طالعِ بدر انؑ کا ابروئے ہلالی ہے

کبھی وہ آپ ﷺ کے اعضائے مبارکہ کے فیوض و برکات کا ذکر کرتے ہیں اس سلسلے میں ہر عضوِ مبارک کی مناسبت سے جود و کرم کا ذکر کرتے ہیں۔

سہارے نے ترے گیسو کے پھیرا ہے بلاؤں کو
اشارے نے ترے ابرو کے آئی موت ٹالی ہے
نگہ نے تیر زحمت کے دلِ امت سے کھینچے ہیں
مژہ نے پھانس حسرت کی کلیجہ سے نکالی ہے
تیرے قدموں کا تبّرک یدِ بیضائے کلیم
تیرے ہاتھوں کا دیا فضلِ مسیحائی ہے

کبھی وہ اعضائے مبارکہ کے ذکر کے لیے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کا سہارا لے کر ایسا مضمون پیش کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

پھر بہائیں انگلیاں ، انہار فیض
پیاس سے ہونٹوں پہ ہے جاں الغیاث
تھی جو اس ذات سے تکمیلِ فرامیں منظور
رکھی خاتم کے لیے مہر نبوت محفوظ
بارعصیاں سروں سے پھینکے گا
پیشِ حق، سر جُھکا ہوا تیرا

کبھی وہ اعضائے مبارکہ سے مدد کی درخواست کرتے ہیں۔استغاثے کا یہ فن انھیں خوب آتا ہے۔اس ضمن میں بھی چند شعر دیکھیے۔

المدد اے زلفِ سرورؐ المدد
ہوں بلاؤں میں پریشاں الغیاث

شاعر نے زلف کی نسبت سے آپ ﷺ کے لیے سُر ور (یعنی سر والا، سردار) کا لقب استعمال کیا ہے اور اپنے لیے زلف ہی کی نسبت سے پریشان (بکھرا ہوا) کا لفظ چنا ہے اس ادب اس عجز اور اس قادر الکلامی پر انھیں دادِ سخن ضرور دینی چاہیے۔کچھ شعر مزید دیکھیے:

غمزدوں کی رات ہے تاریک رات
اے جبیں ! اے ماہِ تاباں الغیاث

دل کے ہر پہلو میں غم کی پھانس ہے
میں فدا مژگانِ جاناں الغیاث
بہر حق ، اے ناخن! اے عقدہ کُشا
مشکلیں ہو جائیں آساں الغیاث
عیب کھلتے ہیں گدا کے روزِ حشر
دامنِ سلطانِ خوباں الغیاث
نعلِ شہؐ عزّت ہے میری تیرے ہاتھ
اے وقارِ تاجِ شاہاں الغیاث

کبھی وہ کسی عضو مبارک کو یاد کرتے ہیں اور یاد کرنے کی کیفیت سے مضمون بھی تراش لیتے ہیں۔

رو رہاہوں یادِ دندانِ شہِ تسنیمؐ میں
عین دریا میں ہے مجھ کو آب گوہر کی تلاش
تصور لطف دیتا ہے دہان پاک سرورؐ کا
بھرا آتا ہے پانی میرے منہ میں حوضِ کوثر کا

جیسے حضور ﷺ کے لیے تشبیہ کا استعمال بہت بڑا امتحان ہے ایسے ہی آپ ﷺ کا تقابل بھی ہے جو ممکن نہیں حسن بریلوی حضور ﷺ کے نقشِ نعلین مبارک کو تاجِ شاہان زمانہ سے بھی افضل قرار دیتے ہیں جب ان کے پائے اقدس کے نعلین مبارک کے نقش کا یہ حالِ عظمت ہے تو خود آپ ﷺ کی عظمتوں، شانوں اور بزرگیوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟

اس قبیل کے کچھ شعر دیکھیے۔

زبان حال سے کہتے ہیں نقشِ پا انؐ کے
ہمیں ہیں چہرہ غلماں و حور کی رونق
ترے پاؤں نے سربلندی وہ پائی
بنا تاجِ سر عرش ربّ علا کا

ادب سے لیا تاج شاہی نے سر پر
یہ پایا ہے سرکار کے نقشِ پا کا

منہ مانگی مرادوں سے بھری جیبِ دو عالم
جب دستِ کرم آپؐ نے داماں سے نکالا

ہر سانس سے نکلے گلِ فردوس کی خوشبو
گر عکس فگن دل میں وہ نقشِ کفِ پا ہو

ان معروضات کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ حسن بریلوی کے ہاں سراپا نگاری نے ایک وسیع و عظیم فن کی حیثیت اختیار کی ہے جس کی اساس ادب، علم اور کمالِ فن ہے۔ حسن بریلوی نے صرف اعضائے مقدسہ ہی کو موضوع سخن نہیں بنایا بلکہ وہ حضور کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والی اشیاء کا ذکر بھی کرتے ہیں اور یہاں بھی ان کے قلم کی محتاط جولانی قابل داد ہے۔ حضور پاک ﷺ کا لباس مبارک، عبا، عمامہ، بند قبا، آستین، چاک، پیوند، نعلین پاک، ۔۔۔ کے حوالے سے ان کے اشعار قابل ملاحظہ ہیں اسی طرح آقا کریم ﷺ کے استعمال کی چیزوں کو موضوعِ سخن بنایا ہے اور وہ مضامین نکالے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

ٹوٹتا ہے دم میں ڈورا سانس کا
ریشہء مسواکِ جاناں الغیاث
شانہء شہؐ دل ہے غم سے چاک چاک
اے انیسِ سینہ چاکاں الغیاث
سرمہ! اے چشمِ چراغِ کوہِ طور
ہے سیہ شامِ غریباں الغیاث

مختصر یہ کہ حسن بریلوی کے ہاں فنِ سراپا نگاری اوج کمال پر ہے وہ سیرت کے ساتھ صورت کی تحسین پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ تبھی کہتے ہیں۔

خسروِ کون و مکاں اور تواضع ایسی
ہاتھ تکیہ ہے ترا خاک بچھونا تیرا

تری صورت تری سیرت زمانے سے نرالی ہے
تری ہر ہر ادا پیارےؐ دلیلِ بے مثالی ہے

حضور پر نور ﷺ کی نسبتوں کے حوالے سے حسن بریلوی کی مضمون آفرینی ان کی خاص پہچان ہے۔ حضور اکرم کے اہل قرابت سے محبت و مودت کا بیان دیکھنا ہو تو ان کی نظم ''ذکر شہادت'' ضرور دیکھنی چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کا شہر کرم، مدینہ منورہ ان کی نعت کا خاص موضوع ہے۔ مدینہ منورہ کی ہوا، یہاں کی خاکِ پاک، یہاں کی بہاریں، یہاں کے صحرا، یہاں کے کانٹے--- ہر شے انھیں پیاری ہے اور ان کے ذکر سے انھوں نے خوب مضمون آفرینی کے جوہر دکھائے ہیں۔

اے مدینے کی ہوا دل مرا افسردہ ہے
سوکھی کلیوں کو کھلا جاتا ہے جھونکا تیرا

رگِ گل کی جب نازکی دیکھتا ہوں
مجھے یاد آتے ہیں خارِ مدینہ

یہاں کے سنگریزوں سے حسن کیا لعل کو نسبت
یہ ان کی رہ گزر میں ہیں وہ پتھر ہے بدخشاں میں

خارِ صحرائے نبی! پاؤں سے کیا کام تجھے
آ مری جان، مرے دل میں ہے رستہ تیرا

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اُٹھا لے جائے تھوڑی خاک انؐ کے آستانے سے

تمھارے در کے گداؤں کی شان ہے عالی
وہ جس کو چاہتے ہیں تاجدار کرتے ہیں

کریں تعظیم میری سنگِ اَسود کی طرح مومن
جو رکھتے ہیں سلاطیں شاہی جاوید کی خواہش

تمھارے در پہ جاؤں جو سنگ آستاں ہو کر
نشاں قائم کروں انؐ کی گلی میں بے نشاں ہو کر

بادشاہانِ جہاں بہر گدائی آئیں
دینے پر آئے اگر مانگنے والا تیرا

وہ ان کے در کے فقیروں سے کیوں نہیں کہتے
جو شکوہ ستمِ روزگار کرتے ہیں

ذکرِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ بھی ان کا خاص پسندیدہ موضوع ہے۔صرف اس ایک موضوع پر بھی ان کی پوری پوری نعتیں ان کے علوِّ فکر اور طبعِ رسا کی گواہی دیتی ہیں۔ کہیں تاریخی صداقتوں کو تلمیحات کے سانچے میں ڈھال کر عجب رنگ سے پیش کرتے ہیں۔

تم آئے روشنی پھیلی، ہوا دن، کُھل گئیں آنکھیں
اندھیرا سا اندھیرا چھا رہا تھا ' بزمِ امکاں میں
عجب انداز سے محبوب حق نے جلوہ فرمایا
سرور آنکھوں میں آیا، جان دل میں نور ایمان میں
ہوا بدلی' گھرے بادل' کھلے گُل' بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہارِ جانفزا آئی گلستاں میں
مبارک درد مندوں کو' ہو مژدہ بیقراروں کو
قرارِ دل شکیبِ جانِ مضطر آنے والا ہے

حسن بریلوی کے ہاں مضامین نعت کی یہ فراوانی ، یہ وسعت ، یہ دلکشی ، یہ فنی عظمت، یہ فکری ترفع اور یہ پاکیزگیِ بیان ان کے اہم شاعرِ نعت ہونے کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ ان کے ہاں نعت کی روایت اور فکر کی تازگی نے مل کر ایسا گلستان سخن بسایا ہے جس کی خوشبو سے دل و جانِ عشاقِ احمدِ مختارؐ خوشی اور ٹھنڈک پاتے رہیں گے۔

خالص فنی نقطہ نظر سے بھی کلام حسن واقعی کلام حسن ہے۔ درج بالا سطور میں ان کی فنی پختگی کی طرف بھی کچھ اشارے کر دیے گئے ہیں۔لفظوں کے انتخاب ،تراکیب سازی، مناسبات کے لحاظ ، نکتہ آفرینی کے ساتھ قوت ابلاغ کی خوبیوں نے بھی ان کے کلام کو چار چاند لگائے ہیں۔ سب سے پہلے زبان پر ان کی زبردست گرفت کا اندازہ کرنے کے لیے ان کی کچھ مختصر تراکیب پر نظر ڈالیے۔

آفتابِ، جلوہء عارض، صحبتِ داغِ جگر، الفتِ دست و گریباں، لمعانِ جمال، صَرصَرِ دشتِ مدینہ، عیب پوشِ خَلق، ہجومِ جود، خسروِکون و مکاں، کشودِ عقدہء مشکل، ساز و سامانِ گدائے کوئے سرورؐ، دیدِ جمالِ خدا پسند، عطرِ خدا ساز۔ رہین آمدِ فصل بہار، کماندارِ نبوت، مصطفیٰؐ آباد، فروغِ اخترِ بدر، نگاہ شوق ناقص، بزم شبستانِ جناں، کمندِ رشتہءعمرِ خضر۔۔۔

تراکیب سازی کی انتہائی مہارت کی جو روایت انیس و غالب سے ہوتی ہوئی علامہ اقبال تک پہنچی تھی جب وہ حسن بریلوی تک آتی ہے تو ہمیں مسرت افزا حیرت ہوتی ہے کہ مفتیوں کے گھرانے کے اس فرد میں بھی یہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ عام اضافت ہو یا اضافتِ توالی۔۔۔ ان کا دیوان اس کے خوبصورت نمونوں کا بھی مرقع ہے۔

فکرِ بلند سے ہو عیاں اقتدارِ اوج
چھکے ہزار خامہ سرِ شاخسارِ اوج

آرہی ہے ظلمتِ شب ہائے غم پیچھا کیے
نور یزداں ہمکو لے لے زیرِ دامانِ جمال

دلِ صباحتِ یوسف میں سوزِ عشقِ حضورؐ
نبات قند ہوئے ہیں کبابِ حسن ملیح

حسنِ شباب ذرّہء طیبہ کچھ اور ہے
کیا کور باطن آئینہ کیا شیر خوارِ صبح

کسی کلام کی فنی جانچ کے لیے عموماً علمِ بیان و بدیع کے حسنِ استعمال کو کام میں لایا جاتا ہے۔ اس حقیقت میں کسے کلام ہوسکتا ہے کہ صرف ذہنی آزمائشوں اور فنی نزاکتوں کی خاطر کہا گیا کلام تاثیر، ابلاغ اور دلکشی سے عام طور پر تہی ہوتا ہے لیکن خداداد صلاحیت کے طور پر اگر فنی خوبیاں از خود زینتِ کلام ہوں، تو کلام کی جاذبیت بے پناہ ہو جاتی ہے، صنائع بدائع کے استعمال پر مہارت، آورد کے بجائے آمد کا مزا دیتی ہے حسن بریلوی کا کلام اس حوالے سے بھی باثروت اور ارجمند ہے۔ علمِ بیان کے حوالے سے تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ کا حسن استعمال دیکھا جاتا ہے۔ حسن بریلوی کی تشبیہات پر کچھ اشارے اوپر دیے جاچکے ہیں۔ چند تشبیہات مزید دیکھیے اور شاعر کے ذہن رسا کی داد دیجیے۔

شکلِ شبنم راتوں کا رونا ترا ابرِ کرم
صبح محشر صورت گل ہمکو خنداں لے چلا

عارضِ پُر نور کا صاف آئینہ
جلوہ حق کا چمکتا آفتاب

دیکھنے والوں کے دل ٹھنڈے کیے
عارضِ انور ہے ٹھنڈا آفتاب

دل کی الجھن دور کر گیسوئے پاک
اے کرم کے سنبلستاں الغیاث

غمزدوں کی شام ہے تاریک رات
اے جبیں، اے ماہِ تاباں الغیاث

اے بغل اے صبحِ کافور بہشت
مہر برشامِ غریباں الغیاث

لبِ جاں بخشش کی تعریف اگر ہو تجھ میں
ہو مجھ تار نفَس ہر خطِ مسطر کاغذ

ذرّہ التّاج فرقِ شاہی ہے
ذرہ شوکتِ نعال حضورؐ!

منزل رُشد کے نجوم اصحاب
کشتیِ خیر و امن آلِ حضورؐ

عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ یہی حال آپؐ کا ہوگا

استعارہ میں بھی تشبیہ کی شان جھلکتی ہے البتہ استعارہ میں مشبہ یا مستعالہٗ کا ذکر نہیں ہوتا صرف مشبہ بہ یا مستعار منہ کا ذکر ہوتا ہے۔ دونوں میں تعلق البتہ تشبیہ کا ہوتا ہے جیسے چاند سو گیا ہے سے مراد کوئی بچہ لیا جائے تو چاند استعارہ ہوگا جو بچے کے لیے بولا گیا ہے اہل فن استعارے سے بہت کام لیتے ہیں۔ حسن بریلوی کے ہاں اس کی کچھ مثالیں دیکھیئے:

دھوم ذروں میں اناالشّمس کی پڑ جاتی ہے
جس طرف سے ہے گزرچاند ہمارا کرتا

اے ماہِ عرب، مہر عجم میں ترے صدقے
ظلمت نے مرے دن کو شبِ تار بنایا

سوا تیرے اے ناخدائے غریباں
وہ ہے کون جو ڈوبتوں کو نکالے

وہ مہر مہر فرما وہ ماہِ عالم آرا
تاروں کی چھاؤں آیا صبحِ، شب ولادت

تسلیم میں سر، وجد میں دل، منتظر آنکھیں
کس پھول کے مشتاق ہیں مرغانِ حرم آج

کلام حسن بریلوی میں صنائع لفظی و معنوی کے استعمال کی خوبصورت اور روح پرور مثالیں ملتی ہیں ۔ وہ صنعت کو اتنی خوبی سے لاتے ہیں کہ آورد کا خیال تک نہیں گزرتا ایک اچھے شاعر کی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ آورد کو آمد بنانے کا فن جانتا ہو۔ ان کا نعتیہ کلام برائے نمودِ فن نہیں بلکہ برائے خوشنودی خدا و پیغمبر خداً ہے یہی سبب ہے کہ ان کے ہاں تکلف کا احساس نہیں ہوتا ان کے کلام سے کچھ صنعتوں کے استعمال کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

صنعت سیاقتہ الاعداد (کلام میں اعداد کا ذکر کرنا)

تیری اک اک ادا پہ اے پیارے
سو درودیں فدا ہزار سلام

آتے ہیں پاسباں درِ شہ فلک سے روز
ستّر ہزار شام کو ستّر ہزار صبح

صنعت تعلیل: (شاعر کا کسی کام کے ہونے کا سبب اپنی طرف سے بیان کرنا۔)

بہر دیدار جھک آئے ہیں زمیں پر تارے
واہ رے جلوہء دلدار چمکنا تیرا

اونچی ہو کر نظر آتی ہے ہر شے چھوٹی
جاکے خورشید بنا چرخ پہ ذرہ تیرا

اس در کی طرف اس لیے میزاب کا منہ ہے
وہ قبلہء کونین ہے یہ قبلہ نما ہو

صنعت تلمیح: (کلام میں مختصر لفظوں سے کسی آیت یا تاریخی واقعے کی طرف اشارہ کرنا)

سوزن گمشدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے ' اجالا تیرا

ربِّ سَلِّم وہ اُدھر کہنے لگے
اِس طرف پار اپنا بیڑا ہو گیا

کہیں گے اور نبی اذھبوا الٰی غیری
میرے حضورؐ کے لب پر اَنَا لَھَا ہوگا

روح الامیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اُڑا پھریرا ' صبحِ شبِ ولادت

فترضیٰ کی محبت کے تقاضے
کہ جس سے آپ خوش ' اُس سے خدا خوش

ورفعنا لک ذکرک کے چمکتے خورشید
لا مکاں تک ہیں اُجالے تری زیبائی کے

جو موئے پاک کو رکھتے ہیں اپنی ٹوپی میں
شجاعتیں وہ دمِ کارزار کرتے ہیں

صنعتِ تلمیع/ملمّع: (کلام میں ایک سے زائد زبانوں کا استعمال)

سَبَقَت رحمتی علیٰ غَضَبی
تو نے جب سے سنا دیا یا رب

من رّانی فَقَد رَاالحق
حسن یہ حق نما ہوا تیرا

اُٹھو حضورؐ آئے شاہِ غیور آئے
سلطانِ دین و دنیا ' صبحِ شبِ ولادت

صنعتِ تکریر /صنعت تکرار لفظی: (کلام میں بعض لفظوں کا دہرانا)

خدا مدح خواں ہے ' خدا مدح خواں ہے
مرے مصطفیؐ کا مرے مصطفیؐ کا

خدا کا وہ طالب خدا اُس کا طالب
خدا اس کا پیارا وہ پیارا خدا کا

میں در در پھروں چھوڑ کر کیوں ترا در
اُٹھائے بلا میری احسانِ عالم

اللہ اللہ شہِ کونینؐ ! جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

فانی فانی ' ہستی فانی
باقی باق ' باقی فانی

صنعت اشتقاق: (کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو ایک ہی مادہ یا مصدر سے نکلے ہوں)

صبیح ہوں کہ صباحت جمیل ہوں کہ جمال
غرض سبھی ہیں نمک خوار بابِ حسن ملیح

(جمیل، جمال کا استعمال)

روئے انور پہ نور بار سلام
زلفِ اطہر پہ مشکبار درود

(انور، نور کا استعمال)

صفائے قلب کے جلوے عیاں ہیں سعی مسعیٰ سے
یہاں کی بے قراری بھی سکونِ جانِ مضطر ہے

(سعی، مسعیٰ کا استعمال)

صنعت شبہ اشتقاق: (کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو بظاہر ایک ہی مادے سے مشتق معلوم ہوں لیکن اصلاً الگ الگ مادوں سے تعلق رکھتے ہوں)

کیوں نہ ہو تم مالکِ مُلکِ خدا ، مِلک خدا
سب تمھارا ہے خدا ہی جب تمھارا ہوگیا

(مُلک، مِلک کا استعمال)

نہ کوئی دوسَرا میں تجھ سا ہے
نہ کوئی دُوسرا ہوا تیرا

(دوسرا، دُوسرا کا استعمال)

ہم تیرہ اختروں کی شفاعت کی رات ہے
اعزازِ ماہِ طیبہ کی رویت کی رات ہے

(رویت، رات کا استعمال)

صنعت تضاد/طباق: (کلام میں دو متضاد المعانی الفاظ استعمال کرنا)

(مقطع، مطلع کا استعمال)

اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع
تونے ہی اسے مطلع انوار بنایا

یہاں کے ڈوبتے دَم میں ادھر جا کر ابھرتے ہیں
کنارہ ایک ہے بحرِ ندامت ، بحر رحمت کا

(ڈوبتے، ابھرتے کا استعمال)

اونچی ہو کر نظر آتی ہے ہر شے چھوٹی
جا کے خورشید بنا چرخ پہ ذرہ تیرا
(خورشید، ذرہ کا استعمال)

تری دولت ، تری ثروت ، تری شوکت جلالت کا
نہ ہے کوئی زمیں پر اور نہ کوئی آسماں پر ہے
(زمین، آسماں کا استعمال)

الٰہی دھوپ ہو ان کی گلی کی
مرے سر کو نہیں ظلِّ ہما خوش

صنعت ایہام: (کلام میں ایسے لفظ کا استعمال جس کے دو معانی ہوں، شاعر کے مرادی معانی تک پہنچنے میں قاری وہم کا شکار ہوسکتا ہو)

اُن کا بچپن بھی ہے جہاں پرور
کہ وہ جب بھی تھے پالنے والے
(پالنا۔۔۔جھولا)

جُود دریا دل کے صدقہ سے بڑھے
بڑھتے بادل کو گھٹا کہنا پڑا
(ا۔بادل ۲۔ کم ہوا ہوا، جو گھٹ چکا ہو)

خار ہائے دشتِ طیبہ چبھ گئے دل میں مرے
عارضِ گل کی بہارِ عارضی اچھی نہیں
(عارضی۔۔۔ا۔جس کا تعلق عارض یعنی رخسار سے ہو ۲۔ وقتی، چند روزہ)

اندرونی قوافی:

پھولوں سے باغ مہکے ' شاخوں پہ مرغ چہکے
عہد بہار آیا ' صبحِ شب ولادت
گل ہے چراغ صَر صَر گُل سے چمن معطر

ایسا کچھ ایسا جھونکا ، صبحِ شبِ ولادت
پڑھتے ہیں عرش والے سنتے ، ہیں فرش والے
سلطان نو کا خطبہ ، صبحِ شبِ ولادت

ہر جان منتظر ہے ہر دیدہ رہ نگر ہے
غوغا ہے مرحبا کا صبحِ شبِ ولادت

حسن بریلوی کے ہاں منظر کشی اور محاکات آفرینی بھی خوب متاثر کرتی نظر آتی ہے۔

پاؤں مجروح ہیں ، منزل ہے کڑی ، بوجھ بہت
آہ گر ایسے میں پایا نہ سہارا تیر

ہمیشہ راہروانِ طیبہ کے زیرِ قدم آئے
الٰہی کچھ تو ہو اعزاز میرے کاسہ سر کا

مثنوی در ذکر ولادت میں آپ ﷺ کی سواری کا کیا نقشہ کھینچا ہے۔

فزوں رتبہ ہے صبح و شام ان کا
محمد مصطفیٰ ہے نام ان کا

مزّین سر پہ ہے تاجِ شفاعت
عیاں ہے جس سے معراجِ شفاعت

بدن میں وہ عبائے نور آگیں
کہ جس کی ہر ادا میں لاکھ تزئیں

سواری میں ہجوم عاشقاں ہے
کوئی چپ ہے کوئی محوِ فغاں ہے

کوئی دامن سے لپٹا رو رہا ہے
کوئی ہر گام محوِ التجا ہے

کوئی کہتا ہے حق کی شان ہیں یہ
کوئی کہتا ہے میری جان ہیں یہ

غزلیہ نعتوں میں بھی اگر کسی منظر کو پیش کرتے ہیں تو گویا متحرک تصویر سامنے رکھ دیتے ہیں۔

ان کے کلام میں معنوی طور پر مشکل اشعار بھی ہیں اور آسان بھی۔ ان کے آسان ترین اشعار بھی عام سے نہیں، بلکہ سہل ممتنع کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، لیکن صرف چند پیشِ خدمت ہیں۔

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمھیں سرکارؐ بنایا

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

اپنا عزیز وہ ہے جسے تو عزیز ہے
ہم کو ہے وہ پسند جسے آئے تو پسند

ان کے طالب نے جو چاہا پا لیا
ان کے سائل نے جو مانگا مل گیا

دور ہو مجھ سے جو ان سے دور ہے
اس پہ میں صدقے جو ان کا ہوگیا

خدا یوں ان کی الفت میں گھمادے
نہ پاؤں پھر کبھی اپنی خبر تک

تری نعمت کے بھوکے اہل دولت
تری رحمت کا پیاسا ابرِ تر تک

جو ترا ہوگیا خدا کا ہوا
جو خدا کا ہوا، ہوا تیرا

پردہ دارِ ادا ہزار حجاب
پھر بھی پردہ اٹھا ہوا تیرا

خوفِ طوالت کے باعث صنائع اور فنّی مہارت کے خوبصورت اور ہنر مندانہ استعمال کی مثالیں یہیں ختم کی جاتی ہیں۔ ان مثالوں سے بھی شاعر کی فن پر زبردست گرفت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا گزارشات کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ حسن بریلوی اپنے عہد کے زبردست شاعر تھے۔ ان شاء اللہ، ان کا نعتیہ کلام ان کے نام کو زندہ رکھے گا اور تاثیر و محبت کی فراوانی کے باعث عاشقانِ رسول ﷺ کے قلوب و اذہان کی ٹھنڈک ،تنویر اور مسرت کا سامان بنا رہے گا۔ اردو نعت کی ادبی تاریخ میں حسن بریلوی کا نام اپنے عظیم فکری و فنی سرمائے کی وجہ سے سنہری حروف میں جگمگاتا رہے گا۔

☆......☆......☆

نعت نگار سے مکالمہ

نعت نگار سے مکالمہ

ممتاز نعت نگار مدیر ماہنامہ نعت جناب راجہ رشید محمود صاحب سے
قارئین مدحت کے لیے سوال و جواب کی ایک نشست

[حصہ اوّل]

نوٹ: ......محترم راجہ رشید محمود صاحب کی علالت کے سبب انٹرویو کا آدھا حصہ قارئین کے لیے پیش کیا جارہا ہے اُمید ہے کہ مدحت کے آنے والے شمارے میں اُن سے کیے گئے باقی سوالات کے جوابات بھی موصول ہو جائیں گے جو اگلے شمارے میں شامل کیے جائیں گے۔ قارئین مدحت سے اُن کی صحت یابی کی دعا کی درخواست ہے۔

میرے اجداد ضلع جہلم کے قصبہ کھجولہ (جو اب تحصیل چوآ سیدن شاہ ضلع چکوال میں ہے) کے رہنے والے تھے۔ ضلع چکوال کے نامور محقق محمد عابد حسین منہاس نے ''انسائیکلوپیڈیا آف چکوال'' میں تحریر کیا کہ ''جنجوعہ راجپوت، ضلع چکوال کا اہم خاندان ہے۔'' اسی خاندان کے ایک جلیل القدر فرزند راجا غلام محمد ولد راجا نادر علی تھے۔

میرے والد گرامی، راجا غلام محمد پہلے فوج، پھر پولیس میں رہے۔ بعد ازاں انھوں نے حیدر آباد دکن (ضلع ناندیر، قصبہ مُدکھیڑ) میں زمینیں خرید لیں اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۴۸ء میں سقوطِ دکن کے وقت مہاجرت کے عالم میں پاکستان آئے تو ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہوئے۔ ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی (ڈپٹی کمشنر چکوال) کی مرتبہ ''تاریخِ چکوال'' میں ہے کہ ''راجا غلام محمدؒ کی زندگی کا طرۂ امتیاز دوقومی نظریہ اور اسلامی تشخص تھا جس کے ڈانڈے عشقِ مصطفوی (ﷺ) سے جا ملتے ہیں۔'' ۱۹۵۹ء میں آپ لاہور آ گئے۔ مختلف اخبارات و رسائل میں مختلف علمی، ثقافتی اور دینی موضوعات پر ان کے مضامین چھپتے رہے۔ وہ زندگی بھر ''ادارۂ ابطالِ باطل'' کے صدر رہے، ان کی معرکہ آرا کتاب ''امتیازِ حق'' پاکستان اور بھارت کے اشاعتی اداروں نے متعدد بار چھاپی، اس پر متعدد صاحبِ علم اربابِ تحقیق نے انھیں خراجِ تحسین پیش کیا۔ ۱۶ مئی ۱۹۸۸ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

میری والدہ نور فاطمہؒ شب زندہ دار، درود خواں تھیں۔ ۱۹ اگست ۱۹۸۹ء کو واصل بحق ہوئیں۔

رشید احمد ۲۳ اگست ۱۹۳۹ء کو اپنے ننھیال ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوا اور ہمیشہ راجا رشید محمود کے نام سے لکھا۔

میں نے آٹھویں تک میانی ضلع سرگودھا کے مڈل سکول میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۶ء میں پرائیویٹ طالب علم کی حیثیت سے میٹرک کیا۔ ۱۹۶۲ء میں فاضل اردو، ۱۹۶۳ء میں ایف اے، ۱۹۶۴ء میں بی اے اور ۱۹۶۶ء میں ایم اے اردو کیا۔ (پنجاب یونیورسٹی میں پانچویں پوزیشن)۔ ۱۹۶۳ء میں ''سرٹیفکیٹ ان لائبریری سائنس'' کے امتحان میں اوّل پوزیشن لی۔

۱۹۵۳ء میں ماہنامہ ''فیض الاسلام'' راولپنڈی میں مضمون ''سلطان ٹیپوؒ کی شہادت'' اور ماہنامہ ''ضیا'' لاہور اور کئی اور رسالوں میں میرے مضامین شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۵۵ء میں شائع ہونے والے ''فیض الاسلام'' کے ضخیم سیرت نمبر میں میرے دو مضمون چھپے۔ ۱۹۵۶ء میں میری پہلی مختصر تصنیف ''حق دی تائید'' شائع ہوئی۔

میں تیسری جماعت میں تھا کہ میرے استاذِ محترم حافظ محمد افضلؒ (جن سے میں نے قرآن پاک پڑھا) کی مسجد میں ختم قرآن کی تقریب تھی۔ بچے نعتیں پڑھ رہے تھے، میں نے بھی کوشش کی۔ رب کریم نے مجھے سرور حسین نقشبندی کی طرح لحن نہیں بخشا، اس لیے بچے میری آواز سن کر ہنستے رہے، بعد میں بڑوں نے مجھے سمجھایا کہ میری آواز ایسی نہیں کہ میں ترنم سے نعت پڑھ سکوں۔ گھر آ کر میں سوچتا رہا کہ کیا میں حضور پُرنور ﷺ کی نعت کبھی نہیں پڑھ سکوں گا۔ راہ ملی کہ میں شعر کے ذریعے اور بیان کی وساطت سے اس سعادت سے بہرہ ور ہوسکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے سکول میں، مسجدوں میں، جلسوں میں آقا حضور ﷺ کی مدح و ثناء کرنا اختیار کر لی۔

پانچویں یا چھٹی میں تھا کہ خود شعر لکھنے کی کوشش میں مصروف دیکھ کر، ابا جان راجا غلام محمد صاحب کے استفسار پر کہا کہ میری پہلی توجہ تعلیم پر ہوتی ہے اور چاہتا ہوں کہ جب فارغ ہوں تو نعت کے اشعار لکھا کروں۔ پڑھنے کی عادت تو والد صاحب نے دوسری جماعت ہی سے مجھے ڈال دی تھی اور بہت سے جرائد لگوا دیے تھے۔ ابا جی میری بات پر خوش ہوئے اور حکم دیا کہ پھر زندگی بھر اپنی ذمے داریوں سے فراغت کے بعد تمام وقت نعت کو دینا اور بفضلہٖ تعالیٰ میں اس ہدایت پر عمل

پیرا ہوں۔

پاکستان میں شاعروں کے نعتیہ مجموعے چھپنے لگے، انتخابِ نعت سامنے آ رہے تھے، کچھ جرائد نے نعت نمبر شائع کیے، محافل نعت خوانی منعقد ہو رہی تھیں۔ ان حالات میں نعت پر پی ایچ ڈی کرنے والے ڈاکٹر ریاض مجید سے بات ہوئی تو انہوں نے لاہور سے اس حوالے سے رسالہ جاری کرنے کی تجویز دی۔

۱۹۸۷ء میں جب میں لاہور سے ماہنامہ ''نعت'' جاری کرنے کی کوشش میں تھا، اسلام آباد کے ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ کراچی سے ''نوائے نعت'' کے لیے ڈیکلریشن منظور کیا جا چکا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی، ادیب رائے پوری سے بات کی، خطوط لکھے لیکن افسوس کہ ۱۹۹۳ء میں میری کتاب ''پاکستان میں نعت'' کی تکمیل تک میں ''نوائے نعت'' کی زیارت نہ کر سکا۔ اس دوران میں ۱۴ نومبر ۱۹۹۲ء کو پاکستان نعت اکیڈمی کی طرف سے ''نعت ایوارڈ'' دینے کے لیے مجھے کراچی بلایا گیا تو بھی میں اس پرچے کی زیارت کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ البتہ ''حمد و نعت'' کراچی کے ایڈیٹر شہزاد احمد (اب ڈاکٹر) نے جولائی ۱۹۹۰ء کے شمارے میں لکھا کہ ''نوائے نعت'' کا جون جولائی ۱۹۸۸ء کا مشترکہ اور نومبر دسمبر ۱۹۸۹ء کا مشترکہ شمارہ انھیں ملا ہے۔ بعد کے ایک شمارے میں انھوں نے یہ بھی لکھا کہ ادیب رائے پوری نے انھیں ستمبر ۱۹۸۸ء کا ''نوائے نعت'' بھی دیا ہے۔ بہرحال، اب ڈاکٹر شہزاد احمد نے اپنی کتاب ''اردو میں نعتیہ صحافت'' میں لکھا ہے کہ سب سے پہلا نعتیہ ماہنامہ ''نوائے نعت'' جنوری ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا۔ انھوں نے ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۱ء تک سات شماروں کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ ''آیندہ بھی ہماری کوشش ہوگی کہ ''نوائے نعت'' کے باقی شماروں کو بھی یک جائی نصیب ہو سکے۔'' (اردو میں نعتیہ صحافت، مطبوعہ ۲۰۱۶ء)

ایسے میں میرے سامنے کوئی نمونہ نہیں تھا لیکن میں نے سوچا کہ (۱) ماہنامہ ''نعت'' کا ہر شمارہ نعت یا سیرت کے موضوع سے متعلق ہوگا۔ (۲) عام طور پر ضخامت ۱۱۲ صفحات ہوگی۔ (۳) اشاعت خصوصی ۲۰۰ سے ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگی۔ ماہنامہ نعت جنوری ۱۹۸۸ء سے شروع ہوا اور ۲۴ سال تک باقاعدگی سے جاری رہا۔ آخری چند شمارے ۱۱۲ کے بجائے ۹۶ صفحات پر چھپے۔

میرے خیال میں نعت صرف لذتِ سماعت کی چیز نہیں، اس کے حوالے سے معیار کی حیثیت کو

ایک صنفِ ادب کے طور پر تسلیم کرانا، اہم شعراءِ نعت کے کلام کو جمع کرنا، صاحبِ کتاب نعت گوؤں کو فراموش نہ ہونے دینا، مختلف ہیئتوں اور اصنافِ ادب میں کہی گئی نعتوں کے تذکرے مرتب کرنا، شاعروں سے نئی نعتیں کہلوانا، مختلف موضوعاتِ سیرت پر کہی گئی نعتیہ منظومات جمع کرنا اور قرآن و احادیث کی تعلیمات کے پیش نظر تحقیق وتنقید کے ذریعے کسی نعتیہ کاوش پر گفتگو کرنا اہم ہے۔ محض تحسین یا تنقیص نہیں ہونی چاہیے۔

میں نے انھی خیالات کو سامنے رکھتے ہوئے ماہنامہ ''نعت'' جاری کیا۔ لیکن اس کے اجرا (جنوری ۱۹۸۸ء) سے پہلے بھی مثلاً ''مدحِ رسول ﷺ'' کے نام سے طلبہ و طالبات کے لیے ۱۹۸ صفحات پر ۱۹۷۳ء میں شائع کرائی، ''نعتِ خاتم المرسلین ﷺ'' ۱۶۴ صفحات پر ۱۹۸۲ء میں چھپوائی۔ حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ دواوین کا انتخاب ۴۷۶ صفحات پر ۱۹۸۷ء میں ''نعتِ حافظ'' کے سرنامے سے سامنے لایا، امیر مینائی کی نعتوں کا انتخاب ''قلزم رحمت'' کے عنوان سے ۱۹۸۷ء میں چھپوایا۔

ماہنامہ ''نعت'' میں ''اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو'' (چار شمارے، ۲۲۴ شعرا کے ۴۸۸ مجموعہ ہائے نعت کے بارے میں تفصیلات) ''نعت ہی نعت'' (سولہ شمارے ۱۱۶۱ شعراءِ نعت کی ایک ایک نعت ۱۵۸۸ صفحات پر) ''نعت کیا ہے؟'' (چار شمارے ۴۴۸ صفحات پر ایک طویل مقالہ، ۱۰ مضامین، ۱۵۸ منظومات) ''غیر مسلموں کی نعت'' (چار شمارے، ایک اشاعت خصوصی، ۸۴۸ صفحات) ''کلامِ ضیا، سلامِ ضیا'' (ضیاء القادری کے ۸۷ سلاموں اور مختلف جرائد سے منتخب کی گئی ۱۶۶ نعتیں ایک تحقیقی مقدمے کے ساتھ چار شماروں یعنی ۴۴۸ صفحات پر جمع کی گئیں) ''لاکھوں سلام'' (دو شماروں یعنی ۴۴۸ صفحات پر ۸۰ شعراء کے لاکھوں سلام اور ۲۳ + ۳۸ صفحات کے دو مقالے) ''آزاد بیکانیری کی نعت'' (دو شمارے، ۲۲۴ صفحات) نعت کے حوالے سے میرے بنیادی جذبے کے اظہار کی ایک صورت رہی۔

ان کے علاوہ حسن رضا بریلوی، غریب سہارنپوری، علامہ اقبال، بہزاد لکھنوی، محمد حسین فقیر، اختر الحامدی، شیدا بریلوی اور جمیل نظر، کفایت علی کافی، قدسی، لطف بریلوی، جوہر میرٹھی، عبدالقدیر حسرت صدیقی، حقیر فاروقی، حمید صدیقی، عابد بریلوی، احمد رضا بریلوی، تہنیت النسا تہنیت، ظفر

علی خاں، مفتی غلام سرور لاہوری اور ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی نعت گوئی پر ۱۱۲، ۱۱۲ صفحات کا ایک ایک شمارہ مختص رہا۔

''میلاد النبی ﷺ'' کے چار، ''درود وسلام'' کے آٹھ، ''مدینہ منورہ'' کے تین، معراج شریف کے تین، ''شہیدانِ ناموس رسالت'' کے پانچ، ایک اشاعت خصوصی، ''تحفظ ناموسِ رسالت' پر ایک اور اشاعت خصوصی، ''سراپائے سرکار (ﷺ)'' کے دو اور ''ردائفِ نعت'' کے دو شمارے ان کے علاوہ ہیں۔

''عربی ادب اور علامہ نبہانیؒ''، عربی ادب میں ذکر میلاد، وارثیوں کی نعت، نعتیہ مسدس، آزاد نعتیہ نظم، نعتیہ رباعیات، نورعلی نور، استغاثے اور تضمینیں کے ایک ایک شمارے کے علاوہ ''طرحی نعتیں'' (جنوری ۲۰۰۲ء سے شروع ہونے والے ماہانہ حمدیہ و نعتیہ مشاعروں میں طرح پر پڑھی جانے والی نعتیں ۲۵ شمارے + تین ہزار سے زائد صفحات) الگ ہیں۔

آغاز میں معروف قلمکاروں اور صاحبِ علم شخصیات سے بھی مضامین لکھوائے گئے لیکن ہر مہینے کئی خاص موضوع پر مضامین لکھوانا، انتظار کرنا اور بعض صورتوں میں ناکام رہنا رسالے کی باقاعدہ اشاعت میں رکاوٹ بن سکتا تھا اور مجھے یہ برداشت نہیں تھا۔ یہ خطرہ میرے پیش نظر پہلے سے بھی تھا، اس لیے مندرجہ بالا کم وبیش تمام شمارے خود میں نے اپنی اولاد (بیٹے اظہر محمود، بیٹی شہناز کوثر اور چھوٹے بیٹے راجا اختر محمود) کی معاونت سے لکھے اور چھاپے۔

گجرات کے پنجابی نعت گو شعرا، اردو نعت اور عساکر پاکستان، نعت اور ضلع سرگودھا کے شعرا، کراچی کے شعراءِ نعت، سندھ کے نعت گو، راولپنڈی کے نعت گو اور اسلام آباد کے نعت گو (آٹھ شمارے) جناب شاکر کنڈان نے مرتب کیے اور انھی کے نام سے چھپے۔ ضلع گجرات کے اردو نعت گو، ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ نے، ضلع اٹک کے نعت گو، سید صابر حسین شاہ بخاری نے، ''یارسول اللہؐ'' صادق قصوری نے، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی نعتیہ شاعری، جنید اکرم نے، نعتیہ تبرکات، پروفیسر محمد اقبال جاوید نے، تحقیق/ سرقہ اور ''راوی'' میں نعت، پروفیسر ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ نے، مفتی غلام سرور لاہوری کی نعت، شہناز کوثر نے، تحفظ ناموس رسالت کی اشاعت خصوصی رائے، محمد کمال نے، ردائف نعت کے دو شمارے اظہر محمود کے مرتب کردہ تھے اور انھی ناموں سے چھپے۔

جولائی ۱۹۹۶ء کے شمارے ''حضور ﷺ کے لیے لفظ ''آپ'' کا استعمال'' اور ''رسول نمبروں کا تعارف'' کے عنوان سے چار شمارے (۴۸۴ صفحات) مدیر نعت راقم نے مرتب کیا جن میں مختلف جرائدے ۱۹۶ رسول نمبروں کا تعارف اور نعتوں کی تعداد کے علاوہ ۱۳ مضامین اور ۶۶ منتخب نعتیں ہیں۔

ماہنامہ ''نعت'' کی ۲۴ سال کی باقاعدہ تدوین واشاعت میں میری اولاد، شہناز کوثر، اظہر محود اور راجا اختر محمود نے میرا ساتھ دیا۔ شہناز کوثر کی ۱۷ کتابیں چھپ چکی ہیں:

قوسِ قزح (۱۹۲ صفحات)، حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت (۳۲۱ صفحات)، حضور ﷺ کا بچپن (۳۵۲ صفحات)، حضور ﷺ کی معاشی زندگی (۷۶ صفحات)، ہجرتِ مصطفیٰ (۱۱۲ صفحات)، حضور ﷺ کی مکی زندگی (۱۱۲ صفحات)، سیرتِ پاک: گیارہ سے چالیس سال تک (۳۶۶ صفحات)، حضور اور مکہ مکرمہ (۱۴۴ صفحات)، ہجرتِ حبشہ (۱۱۲ صفحات)، دربارِ رسول سے اعزاز یافتہ صحابہ (۱۱۲ صفحات)، عہد نبوی کی خواتین (۱۱۲ صفحات)، دربارِ رسول سے اعزازِ یافتہ صحابیات (۱۱۲ صفحات)، بیعت عقبہ (۱۴۴ صفحات)، حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین (۲۳۲ صفحات)، مفتی غلام سرور لاہوری کی نعت (۱۰۴ صفحات)، محاوراتِ نعت (۹۶ صفحات)، نعوتِ محمود پر کلامِ معبود کے اثرات (۱۹۲ صفحات)۔ انھیں پہلے چھ کتابوں پر قومی سیرت کانفرنسوں میں ۶ صدارتی ایوارڈ ملے۔

اظہر محمود کی حضور ﷺ کے سیاہ رفقا، سرکار ﷺ کی سیرت: سال وار (پنجابی)، حضور ﷺ دا وَیریاں نال سلوک (پنجابی)، سرکار ﷺ دی جنگی زندگی (پنجابی)، نور نبی دیاں کرناں (پنجابی)، ردائف نعت حصہ اوّل و دوم اور ''نعت کے حوالے سے پاکستان کی شناخت راجا رشید محمود'' چھپیں۔ انھیں دوسری کتاب پر فاروق احمد لغاری اور چوتھی کتاب پر رفیق احمد تارڑ سے صدارتی ایوارڈ ملے۔

راجا اختر محمود کی بچوں کے لیے لکھی گئی تین کتابیں چھپیں۔ ہوا یہ کہ......، ہمارے حضور کی زندگی اور مجھے ان سے پیار ہے۔ انھیں ۱۹۹۷ء میں ''ہوا یہ کہ...'' پر صدارتی ایوارڈ ملا۔

ماہنامہ ''نعت'' کے طویل سفر کا تو مجھے شروع سے اندازہ تھا لیکن نہ تو ترنم کے ذریعے نعت کی پسندیدگی کے شائقین کو، نہ سچ نہ برداشت کرنے والے پڑھے لکھے لوگوں کو میری ان کاوشوں سے کوئی دلچسپی تھی، اس لیے خریدار بھی بہت کم رہے، ۱۹۹۵ء میں، میں نے ریٹائرمنٹ لے لی، اشتہار

لینے کا نہ مجھے سلیقہ آتا تھا، نہ اس علمی جریدے میں اشتہار سے کسی کو فائدہ ہونا تھا، اس لیے بھی اور یوں بھی کہ بیماریوں نے میرے قویٰ مضمحل کر دیے تھے، ۲۴ سال کی باقاعدہ اشاعت کے بعد ماہنامہ ''نعت'' بند کرنا پڑا۔ حوصلہ تو اب بھی ہے لیکن حالات سازگار نہیں ہیں۔

نعت کے حوالے سے میرا ایمان ہے کہ میں جہاں منافقت کا شکار ہوا، حضور اکرم ﷺ کی ''گڈ بکس'' میں آنے اور رہنے کی درخواستیں قبول نہیں ہوں گی۔ اس لیے جہاں میرے دوست ڈاکٹر عابد نظامی نے اپنے ایک قطعے میں حضور پرنور ﷺ کے بارے میں ناموزوں لفظ استعمال کیا تو میں نے احتجاج کیا، پروفیسر محمد طفیل دارا کی کتاب میں ایسے نامناسب الفاظ کا ذکر کر کے، کتاب کی رونمائی کی تقریب میں آواز اٹھائی۔ پروفیسر عارف عبدالمتین کے اس مطلع کو ہدفِ تنقید بنایا۔

تری حدیث ترے روبرو سناؤں تجھے
یہ آرزو ہے، کبھی آئینہ دکھاؤں تجھے

میرے دوست بشیر حسین ناظم نے حضورِ اکرم ﷺ کے لیے ''کائناتِ شقا کا لفظ استعمال کیا اور مکتبہ نبویہ کے اقبال احمد فاروقی نے یہ چھاپا تو میں نے دونوں سے لڑائی کی۔ بشیر حسین ناظم کے پروفیسر حفیظ تائب کو ''خالی از معائب'' لکھنے پر آواز اٹھائی اور چاہا کہ تائب صاحب اپنے ''معصوم عن الخطا'' ہونے پر وضاحت کریں اور انھوں نے ایسا نہ کیا تو ان کے خلاف بھی لکھا۔ خالد شفیق آخر وقت تک میرے دوست رہے لیکن ''شام وسحر'' کے نعت نمبروں پر لکھتے ہوئے میں نے رعایت نہیں برتی۔ اسی طرح ''اوج'' کے نعت نمبر کی، بغیر پڑھے صاحبانِ قلم کی تعریف وتحسین کی بلند آہنگی میں اپنے عزیز ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی (شہید) سے صاف صاف باتیں کیں اور لکھیں۔ اسی طرح ''الرشید'' کے نعت نمبر پر ۱۴ صفحوں کا محاکمہ لکھا اور قرآن واحادیث کے الفاظ کی غلط املا کے حوالے سے ۳۴ صفحات پر مختلف مجموعہ ہائے نعت میں غلطیوں کی نشاندہی کرتی ہوئے کسی بڑے سے بڑے شاعر اور بڑے سے بڑے نعت گو سے رعایت نہیں برتی کہ یہ میرے ایمان کا تقاضا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ جب میں اپنے آقا حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوں تو میرے ماتھے پر منافقت کا ٹیکا نہ ہو۔ (بحوالہ: اردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا، جلد اوّل و دوم۔ ماہنامہ نعت ۱۹۹۶ء۔ ۸۰۰ صفحات)

ایسے میں، کوئی ٹیم کیسے تشکیل پاتی اور کیا کام ہوتا۔

میں تو خیر مشکل پسند آدمی تھا اور ہوں۔ ماہانہ رسالہ جس کا ہر شمارہ آقا حضور ﷺ کی نعت اور سیرت پر خاص نمبر ہو، یہ کام خاصا مشکل ہے۔ اس دوران میں نے قطعات کی صورت میں منظوم سیرت لکھی (سیرتِ منظوم)، مخمسات کی ہیئت میں ایک مجموعہ (مخمساتِ نعت)، حکیم الامت علامہ محمد اقبال کے ۵۳ نعتیہ اشعار/مصرعوں پر تضمینوں کی صورت میں مجموعہ (تضامین نعت)، ۶۳ نعتوں میں سے ہر نعت قرآن مجید کی کسی آیت پر (عرفانِ نعت) ایک مجموعے کے ہر شعر میں درودِ پاک کا ذکر (حی علی الصلوٰۃ)، ایک مجموعے کے ہر شعر میں مدینہ منورہ کی تعریف (شہرِ کرم) ایک مجموعے کے ہر شعر میں نعت کا ذکر (نعت) ایک مجموعے کی ٦٦ منظومات میں حمد اور نعت، ہر شعر میں ساتھ ساتھ (حمد میں نعت میر تقی میر کی ۵۳ زمینوں میں ۵۳ نعتیں (دیارِ نعت) حیدر علی آتش کی زمینوں میں کہی گئی ایک حمد اور ۵۳ نعتیں (تجلیاتِ نعت) غزلیاتِ امیر مینائی کی زمینوں میں ۵۳ نعتیں (مینائے نعت) امام بخش ناسخ کی زمینوں میں کہی گئی ۶۳ نعتیں (مرقع نعت) کہیں اور ابراہیم ذوق کی زمینوں میں کہی گئی ۵۳ نعتوں کا مجموعہ (ذوقِ نعت) بھی سامنے لایا۔

تحقیق نعت کے حوالے ''پاکستان میں نعت'' (۲۲۴ صفحات)، خواتین کی نعت گوئی (۴۳۶ صفحات)، غیر مسلموں کی نعت گوئی (۴۰۲ صفحات)، اردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلو پیڈیا جلد اوّل (۴۰۸ صفحات)، اردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلو پیڈیا، جلد دوم (۴۰۰ صفحات، اقبال و احمد رضا: مدحت گرانِ پیغمبر (۱۱۲ صفحات)، انتخابِ نعت (۱۱۲ صفحات)، نعت کائنات (ہیئتوں کے اعتبار سے ضخیم انتخابِ نعت، جو پہلے جنگ پبلشرز نے چھاپا تھا، اب رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی والے چھاپنا چاہتے ہیں۔ اس کا مقدمہ الگ سے قریباً ساڑھے تین سو صفحوں پر کمپوز ہوا ہے) اور مولانا خیر الدین خیوری (ابوالکلام آزاد کے والد) اور ان کی نعت گوئی پر (۱۲۰ صفحات)

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ''اخبارِ تحقیق'' نے تسلیم کیا کہ ''راجا رشید محمود نے مولانا خیر الدین خیوری کے حالاتِ زندگی بڑی عرق ریزی سے مرتب کیے ہیں اور آپ کی نعت گوئی پر عمدہ مواد جمع کر دیا ہے۔'' عبدالعزیز خالد نے لکھا ''آپ نے فی الواقع تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔''

میں نے شاعرانِ نعت (۹۶صفحات) میں قدسی، کفایت علی کافی، امیر مینائی، احمد رضا بریلوی، اکبر وارثی میرٹھی، حیات وارثی لکھنوی اور دِلّو رام کوثری کا تذکرہ مرتب کردیا ہے۔

''مدحتِ سراپانِ حضور(ﷺ) (۱۰۴صفحات)، میں علامہ اقبال، حسن رضا بریلوی، حافظ پیلی بھیتی، غریب سہارنپوری، محسن کاکوروی، ضیاء القادری بدایونی اور ابوالاثر حفیظ جالندھری پر مضامین لکھے ہیں۔''نعت میں ذکر میلادِ سرکار ﷺ'' پہلے ''نعت رنگ'' میں چھپا، پھر میں نے اسے کتابی شکل دے دی۔ ۱۰۶صفحات،۵۲۲حواشی ہیں۔

نعت کے علاوہ بھی بہت سے موضوعات پر میں نے کتابیں لکھی ہیں اور مضامین و مقالات تحریر کیے ہیں لیکن یہاں صرف نعت پیش نظر ہے تو اس حوالے سے دو باتیں ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہوں: (۱) نعت کہنا، نعت سننا، نعت پر تحقیق وتنقید کے حوالے سے قلم اٹھانا صرف حضورِ پُر نور ﷺ کوخوش کرنے کے لیے ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ورفعنا لك ذكرك﴾ (اور ہم نے آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کردیا) اس میں ''لَكَ'' اہم ترین ہے کہ نعت کا کوئی کام بھی اگر خوشنودی آقائے کائنات (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے علاوہ کچھ اور مقصد رکھتا ہوتو پسندیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ میرے نزدیک نعتیہ صحافت کے سفر میں پیش آمدہ تمام مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے بنیادی نکتہ تو یہی ہونا چاہیے۔ ایسے میں اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب لبیب ﷺ چاہیں تو ۲۴ سال پرچہ چلا سکتے ہیں، پھر اسے بند کردینا مناسب سمجھتے ہیں تو کوئی بات نہیں کہ ان کا کام تو ہوتے رہنا ہے۔

(۲) میری سوچی سمجھی رائے ہے کہ جو شخص قرآن واحادیث سے کسی حد تک تمتع کرنے کے لائق نہیں، وہ نعت کی کماحقہ، خدمت کر ہی نہیں سکتا۔ اس حوالے سے انجمن تحریک تعمیل اسلام کے زیراہتمام ہونے والے ہفت روزہ درسِ قرآن مجید میں گزشتہ آٹھ دس برسوں سے مجھے بھی بلایا جاتا ہے اور میں سورہ البقرہ، النساء، الانعام، الاعراف، الانفال، زخرف، الذاریات، الواقعہ، الدہر، نازعات، یونس وغیرہ کے کئی حصوں پر درس دے چکا ہوں۔ ابھی پچھلے دنوں دو ہارٹ اٹیکس کے درمیان ۳۰اپریل کوسورہ فاتحہ کا درس دیا تھا۔

میری ایک کتاب ''احادیث اور معاشرہ'' ۱۵۲صفحات پر مشتمل ہے، اس کے بیشتر ابواب

ریڈیو پاکستان لاہور سے نشر ہوئے۔۱۲ جون ۱۹۸۷ء کو جوٹل انٹرنیشنل، شارعِ قائداعظم میں درس حدیث دیا۔ ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام، پشاور، ہفت روزہ ''چٹان'' ہفت روزہ ''ملتان روڈ نیوز'' کی کئی اشاعتوں میں یہ سلسلہ جاری رہا۔

سیرتِ محبوبِ خدا (علیہ التحیۃ والثناء) کے حوالے سے نزولِ وحی (۱۳۲ صفحات، ۱۹۹۸) شعب ابی طالب (۲۱۶ صفحات، ۱۹۹۹) حضور ﷺ کی عاداتِ کریمہ (۲۵۶ صفحات، ۱۹۹۵) تسخیر عالمین اور رحمت للعالمین (۲۵۶ صفحات، ۱۹۹۳)، حضور ﷺ اور بچے (۱۱۲ صفحات، ۱۹۹۳) میرے سرکار ﷺ (۴۴ صفحات، ۱۹۸۷)، درود وسلام، میلاد النبی، میلادِ مصطفیٰ، مدینۃ النبی، عظمت تاجدار ختم نبوت، حیاتِ سیرتِ حضور ﷺ، نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے چند پہلو اور ختم نبوت اور سارقِ ختم نبوت میری مطبوعہ کاوشیں ہیں۔

جہاں تک نعتیہ صحافت کے شعبے میں موجود مسائل کا تعلق ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

غزل اور جدید نظم کی لفظیات اور تراجم کے ذریعے اردو میں آنے والے خیالات، موضوعات اور تراکیب وغیرہ کے ذریعے نعت کا کینوس بلاشبہ بہت وسیع ہوگیا ہے۔ لیکن جہاں نعت کے وسیع تر کینوس اور اس میں مختلف رنگوں کے ذریعے بصارت کی ابتہاج ومسرت کی رنگینیوں سے آشنائی اور اس کیفیت کا زبان وقلم کے ذریعے اظہار درست ہے، وہاں موضوعات، لفظیات، زبان اور طرزِ بیان پر نقد وجرح کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

عہد حاضر، نعت کا دور ہے۔ اس میں کتبِ نعت کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اشاعت کے جدید ذریعوں، سرپرستی کی رنگا رنگ صورتوں اور افراطِ زر کے مختلف النوع مظاہروں نے بیشتر شاعروں کو ''مشورۂ سخن'' کی اہمیت نظر انداز کرنے پر لگا دیا ہے۔ اس طرح ایسے مجموعہ ہائے نعت بھی سامنے آرہے ہیں یا کئی مجموعہ ہائے نعت میں ایسی صورتیں دکھائی دے رہی ہیں کہ نعت میں حزم و احتیاط کے تقاضوں سے صرفِ نظر ہو رہا ہے۔ زبان و بیان کی غلطیاں در آئی ہیں۔

الفاظ، تراکیب، کنایات وغیرہ کے استعمال میں کہیں حمد ونعت کے لطیف شرق کو ملحوظ رکھنے کی اہمیت پیشِ نظر نہیں رہتی، کہیں کوئی بات مقامِ مصطفیٰ (ﷺ) سے فروتر ہو جاتی ہے۔ کہیں قرآن و

حدیث کے الفاظ کو کم علمی، بے خبری، دھاندلی یا مرضی کے زیر اثر غلط استعمال کرنے کی نوبت آ جاتی ہے۔ کہیں بے احتیاطیاں اس حد تک پہنچا دیتی ہیں کہ توہین رسالت تک جا پہنچتی ہے۔ ایسی صورت میں جارحانہ تنقید کے لیے اور تو کوئی قومی ادارہ ہے نہیں، یہ کام بھی نعتیہ صحافت کے ذمہ داروں کو کرنا پڑے گا۔

مجموعہ ہائے نعت اور منتخباتِ نعت کو کسی لائبریری میں یکجا کرنے کی بہت اہمیت ہے، اس سلسلے میں مؤثر آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔

مختلف علاقوں، ضلعوں، قصبوں اور دیہات میں نعت کے سلسلے میں بکھرے ہوئے کام کو جمع کرنے کی کوشش نہایت اہم ہے۔

نعت گوؤں اور نعت خوانوں کے تذکرے مرتب کرنا بھی ضروری ہے۔

ماضی میں شائع ہونے والے مجموعہ ہائے نعت کو بھی کسی انداز میں سامنے لانا ہوگا تا کہ وہ کام تحقیق وتنقید کی نگاہ سے اوجھل نہ رہے۔

نعت کے ماضی، حال اور مستقبل کے موضوعات پر بھی بحث وتمحیص ضروری ہوگی۔

نعت کو علاقائی عصبیتوں اور مذہبی مناقشات کی عینک سے دیکھنے کی روایت بھی زہر قاتل کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارے مذہبی اور مسلکی فروعی اختلافات بدقسمتی اور بین الاقوامی سیاست کے زیر اثر قتل و غارت کی حدود عبور کر رہے ہیں۔ اس لیے تنقید کو اس ضرر رساں انداز سے محفوظ رکھنے کی ترکیبیں بھی سوچنا ہوں گی۔

اس موضوع پر بھی قلم اٹھانا ہوگا کہ نعت کے ارتقا میں کن عوامل نے کیا کردار ادا کیا، موضوعات ومضامین میں کیا کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ یہ تبدیلیاں کن حالات کا نتیجہ تھیں اور کس کس انداز میں، کس حد تک جائز تھیں۔

ہمارے تجزیاتی مطالعوں میں یہ پہلو بھی اہم ہونا چاہیے کہ نعت پر مختلف فکری، علمی اور سیاسی تحریکوں کے اثرات کس قدر اور کس طرح مرتب ہوئے اور ان کے جواز میں کیا دلائل دیے جا سکتے ہیں۔

یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ نعت کہنے، پڑھنے، سننے والوں کی سوچ میں کیا بنیادی تبدیلیاں آئیں، نعت کے متعلقین نے اردگرد کے ماحول سے کیا اثرات قبول کیے اور انھیں کس طرح نعت میں داخل کیا۔ نیز لوگوں کے تاثرات وتعصّبات کس کس طرح نعت کے کن پہلوؤں پر اثر انداز ہوئے۔

ابھی تک کتبِ نعت پر تبصرے کی روایت نہیں پڑی۔ محض کتب تعارفِ کتب سے کام چلایا جارہا ہے۔ نعت خوانی کا فروغ نعت میں بہت اہم ہے مگر معیاری کلام پڑھے جانے کی روایت کمزور ہوتی جارہی ہے۔ اس طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

نعت کی تاریخ مرتب کرنے میں کیے گئے تجزیوں کا جائزہ لینا، بکھرے ہوئے کام کو اکھٹا کرنا، بھولے بسرے شاعروں کو سامنے لانا، ذاتی، گروہی، حزبی، مسلکی، سیاسی یا علاقائی تعصّبات سے ہٹ کر بے لاگ تنقید کی راہ اختیار کرنا اور مضامین وموضوعاتِ نعت کے جائزے میں سر کھپانا بھی وقت کی بڑی ضرورت ہے۔

ادارت جریدۂ نعت میں دیدہ ریزی اور ژرف نگاہی کی بڑی اہمیت ہے۔ مباحث کو سمیٹنا اور نتائج اخذ کرنا بھی مدیر کی ذمہ داری ہے۔

نعت پر تنقید کی ضرورت مسلم ہے۔

[جاری ہے]

☆......☆......☆

مدحت نامے

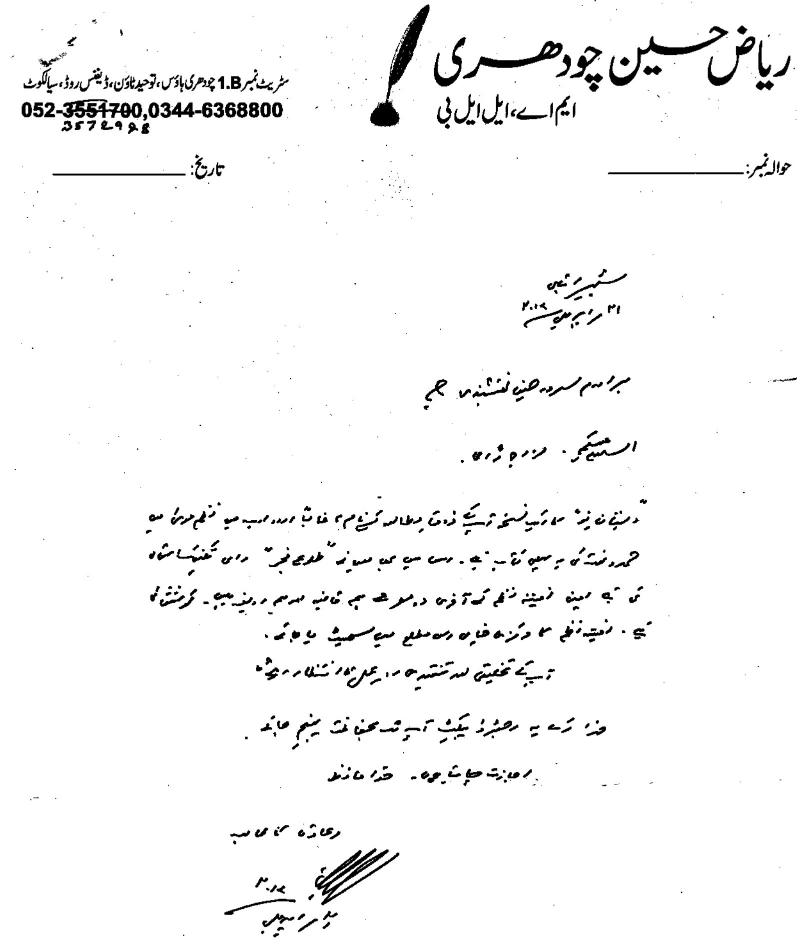
ریاض حسین چودھری
ایم اے، ایل ایل بی
سٹریٹ نمبر 1.B چودھری ہاؤس، توحید ٹاؤن، ڈیفنس روڈ، سیالکوٹ
052-~~3551700~~,0344-6368800
حوالہ نمبر: ____________ تاریخ: ____________

☆......☆......☆

برادرِ عزیز جناب سرور حسین نقشبندی صاحب

آداب!

’’مدحت‘‘ کا شمارہ (10-9-8) موصول ہوا، حمد و نعت کا انتخاب لائق صد تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توانائی اور توفیق ارزانی فرمائے کہ آپ نعت کے ادبی سلسلے کو اسی تواتر اور جانفشانی

سے جاری رکھیں۔(آمین)

''مدحت نامے'' زیرِنظر ہیں اور صفحہ 249 پر محترم محمد شہزاد مجددی کا تحقیقی خط ملاحظہ کیا۔ میں مجددی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ میری استدعا پر انہوں نے بار دگر میرے مضامین کا مطالعہ فرمایا اور بار دگر میری ''خبر'' لی۔ وہ اپنے خط میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

چشتی صاحب نے اپنی تشنہ تحقیق تحریر کو ''دو تحقیقی'' مضامین سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کی کل ضخامت لگ بھگ سوا سات صفحات سے زیادہ نہیں ہے۔ جبکہ پہلا ''تحقیقی مضمون'' ڈیڑھ پیراگراف پر محیط ہے۔ فی العجب!''

اس ضمن میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اصل چیز مضمون کی طوالت نہیں، صحت ہے۔ بہت بہت ضخیم تحقیقی مضامین میں بعض اوقات دو یا تین سطروں کے علاوہ کوئی بات لائق توجہ نہیں ہوتی۔ اور کہیں کہیں ڈیڑھ پیراگراف بھی اتنا وزنی ہوتا ہے کہ اس کا بوجھ برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں تک حضرت علی ہجویری کے پیر طریقت اور استاذ کا تعلق ہے تو حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیر ی گرگانی (م 465 ھ) اور ابوالقاسم القشیر ی کے اسمائے گرامی کا اختلاط نام کی مماثلت کے باعث ہے۔ لہٰذا ان دونوں بزرگوں کے ناموں کی وضاحت کر کے محترم مجددی صاحب نے میری رہنمائی فرمائی ہے جس کے لئے میں تہہ دل سے ان کا مشکور و ممنون ہوں۔ جہاں تک داتا صاحب سے منسوب کلام کی ناپختگی اور مضامین کی ماندگی کا معاملہ ہے تو عرض ہے کہ کوئی شرط نہیں کہ اچھا نثر نگار، اچھا شاعر بھی ہو، اور اچھا شاعر اچھا نثر نگار بھی ہو۔ یہ دو مختلف میدان ہیں۔ دونوں کا اسلوب الگ۔ فضا الگ، لغت الگ، پختگی الگ۔۔۔۔۔ یعنی سب کچھ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ میں تو یہاں اس امکان کو بھی رد نہیں کر سکتا کہ سید علی ہجویریؒ نے اپنا کلام بنظرِ عمیق دیکھا ہو تو (ممکن ہے) کہ ایک منصف مزاج تخلیق کار کی طرح اسے اپنی نثر سے کم تر پایا ہو اور خود ہی اس دیوان کو تلف کر دیا ہو۔ جس کی ''گمشدگی'' کا تذکرہ انہوں نے کشف المحجوب میں کیا ہے اور اس پر افسوس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ اس کلام کو اگر فاضل مضمون نگار میری نظر سے پڑھیں تو انہیں اس میں حمدیہ و صوفیانہ مضامین کے علاوہ ایک آدھ شعر نعت کا بھی مل جائے گا۔ میں تو حافظ شیرازی کے اس شعر کو بھی نعت کے پیرائے میں دیکھتا ہوں۔

روشن از پرتو رویت، نظری نیست کہ نیست
منت خاک درت، بر بصری نیست کہ نیست

اسی طرح یہ شعر بھی مجھے نعت کا شعر لگتا ہے

زفرق تا بہ قدم ھر کجا می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

مجھے تو ناصر کاظمی کے یہ اشعار بھی نعتیہ اشعار ہی محسوس ہوتے ہیں:

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا
آج مشکل ہے سنبھلنا اے دوست
تو مصیبت میں عجب یاد آیا

اپنا اپنا زاویہء نگاہ ہوتا ہے۔ یوں بھی شاعری میں دو جمع دو چار نہیں ہوتے اس میں سے آپ اپنی مرضی کا مفہوم نکال سکتے ہیں۔ اسی کو تہہ داری کہتے ہیں۔

اپنے دوسرے مضمون کی بابت میں یہ گزارش کروں گا کہ میں نے پروفیسر محمد اسلم (مرحوم) کا تحقیقی مضمون ''دیوان معین چند معروضات'' پہلے بھی پڑھا تھا اور اب دوبارہ پڑھا۔ کہیں میرے نظریئے میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہو پائی۔ میں اس بات پر اصرار کرتا ہوں کہ ہم نامی کے باعث مولانا معین الدین ھروی نے خواجہ معین الدین چشتیؒ کا کلام اپنے نام کرنے کی مکروہ کوشش کی ہے اور اس کوشش کو کامیاب بنانے میں حافظ محمود شیرانی اور پھر پروفیسر محمد اسلم نے بھی اپنا حصہ ڈال دیا ہے۔

لیکن جو دیوان صدیوں سے خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ملکیت میں ہے اسے دو چار تحقیقی مضامین سے کسی ایرے غیرے کے نام نہیں کیا جا سکتا۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شیرانی صاحب اور پروفیسر اسلم کو معاف فرمائے اور مزید کسی محقق کو ان کی طرح گمراہی میں نہ ڈالے۔ (آمین)

مخلص

جمشید چشتی (صدر شعبہ فارسی)

گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

☆......☆......☆

محترم جناب سرور حسین نقشبندی صاحب

السلام علیکم۔۔۔امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

آپ اپنے موقر جریدے، سہ ماہی مدحت کے ذریعے مسلمانوں میں، حضور سرور کائنات ﷺ سے محبت اور عشق کی آگ روشن کر رہے ہیں۔ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اللہ کریم آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ مدحت کا ''انتخاب حمد و نعت 2016'' موصول ہوا اس کے لئے ہدیہء تشکر۔

یہ انتخاب جو 2016ء کی نعتیہ تخلیقات پر مشتمل ہے، بہت خوب ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات ﷺ کی زندگی اور اسوہء حسنہ کی مختلف جہتوں کو جس طرح نعت گو شعراء نے اپنی تخلیقات میں پیش کیا ہے بہت متاثر کن ہے۔ نئے نئے اذہان، نئی نئی جہتوں پر آپ ﷺ کے پیغام سرمدی کو جس سلیقے سے پیش کرتے رہیں گے۔ آپؐ کی محبتوں میں بھی اضافہ ہوگا اور اتباع اور پیروی میں بھی دلوں کے اشواق میں مزید تیزی ہوگی جس کا کریڈٹ آپ کو بھی جائے گا۔ میری دعا ہے کہ

ہر لحظہ نیا طور، نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلہء شوق نہ ہو طے

دعا گو اور دعاؤں کا طلبگار

ڈاکٹر مختار ظفر، ملتان

☆......☆......☆

برادر مکرّم سرور حسین نقشبندی صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

خوش نصیب ہیں وہ افراد جنہیں حضور پاک ﷺ سے عشق کی دولت نصیب ہے۔ آپ ﷺ کی ذات عالیشان ہمارے لئے ایک عظیم جائے پناہ ہے۔ آپ ﷺ سے محبت ہمارے لئے باعث نجات ہے۔ یہ محبت ہمیں اپنی زندگی اسوۂ حسنہ کے مطابق گزارنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی آپ ﷺ کے نقوش قدم کی پیروی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت کی

بدولت شرفِ انسانیت بحال ہوا اور بنی نوع انسان کو غلامی اور ظلم و استحصال سے نجات حاصل ہوئی۔

برادرِ عزیز!

آپ پر ربِ کریم کا خصوصی فضل ہے جو نعت گو شاعر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔آپ کی خوش قسمتی پر رشک آتا ہے کہ دیگر عشاقانِ رسول کریم ﷺ کے خیالات و جذبات کو بھی سہ ماہی ''مدحت'' کی صورت مجتمع کر دیتے ہیں ۔ زیرِ نظر شمارہ بعنوان ''انتخاب حمد و نعت'' ایک لا جواب اور بے مثال کاوش ہے جس کی جتنی بھی توصیف کی جائے، کم ہے۔آقائے دوجہاں ﷺ سے عشق ہی آپ کی ہمت بندھاتا ہے کہ ایسا اعلیٰ وارفع شمارہ باقاعدگی سے منظر عام پر لے آتے ہیں وگرنہ یہ جان جوکھوں والا کام ہے اور اس راہ میں درپیش مسائل و مشکلات وہی جانتا ہے جو اس پر سفر کی ہمت کرتا ہے۔معروف و غیر معروف شعرائے کرام کے حمدیہ و نعتیہ کلام کو یک جا کرنا ،اس کی نوک پلک سنوارنا اور زیب و زینت سے شائع کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔اس شمارے کے بنظرِ عمیق مطالعہ سے ایسے ایسے دل پذیر اشعار پڑھنے نصیب ہوئے کہ دل و دماغ پر بیخودی سی طاری ہوگئی اور عشقِ رسول ﷺ کی خوشبو سے روح معطر ہوگئی۔مثلاً ڈاکٹر قیصر زیدی کا درج ذیل شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

ہر ایک سمت تھا افلاسِ آگہی قیصر
شعورِ حق کی بشر کو زکوٰۃ تجھ سے ملی

اسی طرح علامہ قمرالزمان خان قمر اعظمی کا مندرجہ ذیل شعر اہل عشق و مستی کی روحانی کیفیت کو بڑے لطیف پیرائے میں بیان کرتا ہے ؎

جمالِ کون و مکاں جن کا دل لبھا نہ سکے
ملیں گے ایسے بھی آشفتہ سر مدینے میں

برادرِ محترم!

میری دعا ہے کہ اللہ بزرگ و برتر آپ کو اپنے استاد محترم حضرت حفیظ تائب صاحبؒ جیسا عشق رسول ﷺ اور سوز و گداز عطا فرمادے اور آپ دنیا کے ہر براعظم پر جا کر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کبریا ﷺ کی حمد و ثنا بیان کرنے کا شرف حاصل کرتے رہیں۔اپنی دعاؤں اور التجاؤں میں اس سگِ مدینہ کو کبھی نہ بھولیے گا۔

نعیم احمد (ڈائریکٹر ریسرچ)
نظریۂ پاکستان ٹرسٹ، لاہور

محترم المقام جناب مدیر ''مدحت'' لاہور
السلام وعلیکم

امید ہے مزاجِ گرامی شگفتہ گے۔ سہ ماہی ''مدحت'' کا تازہ شمارہ ''انتخابِ حمد ونعت'' کی شکل میں جلوہ گر ہوکر آپ کی محبتوں کے طفیل میرے مطالعے کی میز تک پہنچا۔ شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یاد رکھا اور میرے کلامِ حمد ونعت کو پذیرائی بخشی۔

''انتخاب حمد ونعت 2016ء'' اپنے دلکشا وخوشنما آنگن میں بندگی وعقیدت کی جو حسین وجمیل ''قوسِ قزح'' بسائے ہوئے ہے اس کے منفرد رنگوں نے سہ ماہی مدحت کے کورے کورے صفحات کو سجادیا ہے۔ یہ ''سج دھج'' روح پرور احساس ویقین کے پھولوں سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان کی حرارت اور صداقت بھرے جذبات کی خوشبو سے آراستہ بھی ہے آپ کی جہد مسلسل، محنت شاقہ، عزم راسخ، حوصلوں اور ولولوں کے مناظر نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کے اس محبت وعقیدت سے لبریز عمل کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین

والسلام
ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم

☆......☆......☆

محترم المقام جناب مدیر ''مدحت'' لاہور
السلام وعلیکم

شمارہ موجودہ (10 9 8) مدحت سہ ماہی نئے آہنگ و رنگ سمیت جلوہ افروز ہوا آپ لوگوں کے لئے اظہارِ تشکر جیسا لفظ بالکل چھوٹا سا ہے مگر محترم ہمارے پاس لے دے کے رکھا ہی کیا ہے۔ چند جملے محبت و ارادت کے عقیدت سے ادا ہو جائیں اور پھر ہمارے آپ کے لئے جو جذبات احسن ہیں وہ بارگاہ رب اور محبوبِ رب میں پذیرائی حاصل کرلیں تو یہی بہت کچھ ہے۔ آپ کا اظہاریہ ہی پوری تخلیق کا لبِ لباب ہوتا ہے جس میں حالاتِ حاضرہ اور پھر بچھڑنے والے لوگ جن کو فوت لکھتے

وقت دل کو دھچکا سا لگتا ہے مگر قدرت کا نظام ہے جس کو دوام ہے باقی سب کچھ خام ہے آپ کا انتخابِ حمد ونعت بہت اچھا، معیاری اور قابلِ رشک ہے حمد ونعت کے انتخاب تو بہت سارے نظر سے گزرے مگر منفرد اور یگانہ انتخاب ہر کس و ناقص کے بس کی بات نہیں الحمداللہ!

آخر میں ڈاکٹر اسحاق قریشی کا انٹرویو درج کر کے شمارے کو مزید معتبر اور باوقار بنا دیا گیا ہے

''مسقط میں مدحت'' مروت احمد کے قلم سے اور نعت فورم کے زیر اہتمام منظور الکونین کی یاد میں تعزیتی اجلاس کی کاروائی اور آخر میں مدحت نامے درج ہیں جسمیں راقم کی پذیرائی بھی شامل ہے، میری ذاتی رائے ہوتی ہے کی نعت مقدار میں بیشک زیادہ نہ ہو مگر معیار پر پوری اترتی ہو اسی پر آپ کے انتخاب میں سیالکوٹ سے ہمارے ایک شاعر رشید آفریں کا جو شعر آپ نے درج کیا وہ بطور تصدیق درج کیئے دیتا ہوں

اے خدا پاکیزگی کر وہ عطا افکار کو
رکھ سکوں قائم میں جس سے نعت کے معیار کو

محمد یوسف ورک

نعت لائبریری، شاہدرہ لاہور

☆......☆......☆

ترتیب: محمد احمد پراچہ

نعت فورم لائبریری

موصول ہونے والی کتب، رسائل و جرائد

ادارہ کتب و رسائل بھیجنے والے تمام احباب کا شکر گزار ہے

نام کتاب	موضوع	مصنف/ مرتب/ ایڈیٹر	سالِ اشاعت	ہدیہ کنندہ
حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی	مظہر الدین مظہر کی نعتیہ خدمات	حافظ محمد عبداللہ عتیق	جنوری 2017ء	حافظ محمد عبداللہ عتیق
سراجِ منیر	تصوف	صاحبزادہ شاہ محمد سلمان قادری	جولائی 2017ء	صاحبزادہ شاہ محمد سلمان قادری
ایک سو ایک پاکستانی نعت گو شعراء	شعراء کرام کا تعارف	ڈاکٹر شہزاد احمد	اپریل 2017ء	ڈاکٹر شہزاد احمد
مقالات نو (شخصی)	شخصی مضامین	شاکر کنڈان	مئی 2017ء	شاکر کنڈان
خطہ ملتان کی تحقیقی اور قومی شعری	مضامین	ڈاکٹر مختار احمد ظفر	2009ء	ڈاکٹر مختار ظفر
دل میں اترتے حرف	دروسِ حدیث و تقاریر	حافظ محمد منظور حسین بصیر پوری	ستمبر 2016ء	حافظ مشہود صاحب
اُس دیار میں	حج اور عمرہ کے مسائل پر تفصیلی رہنمائی	حافظ بصیر پوری	2007ء	حافظ مشہود
بیدم وارثی	شخصیت اور فن	رانا عارف علی	2017ء	رانا عارف علی